ساتویں[۷] شرح قاضی برہان الدین محمد بن ابو اسحق مقدسی کی۔ اٹھویں[۸] شیخ قاسم
بن قطلوبغا کی تعلیق۔ ناویں[۹] امیر محمد اسمعیل یمنی کی تعلیق۔ دسواں[۱۰] ابراہیم لقانی المتوفی
سنہ ۱۰۴۱ھ کا حاشیہ۔ گیارہویں[۱۱] احمد بن صدقہ بن الصیرفی کی نظم نخبہ کی۔ بارہویں[۱۲]
محمد شمنی کی نظم نخبہ کی۔ تیرہویں[۱۳] محمد شمنی کے بیٹے شیخ تقی الدین احمد کی شرح اس نظم
مذکورہ پر مسمے بالعالی الرتبہ فی شرح نظم النخبہ۔ چودہویں[۱۴] شیخ شہاب الدین احمد
بن محمد الطوخی المتوفی سنہ ۸۹۳ھ نے نخبہ کو نظم میں کیا۔ پندرہواں[۱۵] حاشیہ عربی از فاضل
دہر مولانا مولوی عبد اللہ صاحب ٹونکی۔ سولھویں[۱۶] شرح فارسی از مولوی محمد حسین
صاحب اسرائیلی الہزاروی۔ سترہویں[۱۷] شرح از شیخ محمد صادق سندی المدنی مسمے
بہ بہجۃ النظر علی شرح نخبۃ الفکر۔ یہ شرح بہترین شروح میں سے ہے اور مینے اپنی
شرح میں اکثر اسی سے اخذ کیا ہے۔ اِن شروح کی طرف خیال کرنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ شرح نخبۃ الفکر اصول حدیث میں نہایت ہی مقبول و مستند کتاب ہے
اور اس کتاب کی عمدگی سوائے قبولیت علماء کے مصنف کی اپنی تقریر سے بھی
معلوم ہوتی ہے چنانچہ حافظ محمد بن عبد الرحمن السخاوی المتوفی سنہ ۹۰۲ھ ضوء اللامع
فی احوال اہل المائۃ التاسع میں ابن حجر سے ذکر کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو کئی مواضع
میں دیکھا ہے کہ آپ اپنی تصانیف میں سے فتح الباری اور تعلیق اور نخبۃ الفکر
کی تعریف کرتے تھے انتہٰی۔ اور چونکہ کتاب کی قدر مصنف کے حال اور تالیف کا
اعتبار مؤلف کے مرتبہ سے ظاہر ہوتا ہے اسواسطے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
کسیقدر ذکر خیر مصنف شرح نخبۃ الفکر کا بھی کیا جاوے۔

شیخ ابن حجر عسقلانی رح کا ذکر خیر

آپکا لقب شہاب الدین۔ کنیت ابو الفضل نام نامی احمد بن علی بن
بن محمد بن علی بن محمود بن حجر الکنانی العسقلانی ثم المصری الشافعی ہے۔

نزول آپکا + + + + + + + + + + + + + + + + + + + ۲۳
شعبان کو ۷۷۳ ہجری میں ہوا کہتے ہیں آپ کے والد کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی
اس وجہ سے کبیدہ خاطر ہوکر شیخ صافیری کے حضور میں جو کہ اولیاء کرام میں
سے تھے حاضر ہوئے۔ شیخ نے فرمایا۔ آپ کی پشت سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا
جو تمام دنیا کو اپنے علم سے بھر دیگا۔ پس ابن حجر رحمۃ عالم وجود میں آکر نشوونما پائیکے
بعد موافق ظہور پیشنگوئی اُس ولی اللہ کے تحصیل علم دین کے واسطے مصر۔ اسکندریہ
شام قبرس۔ حلب۔ حجاز یمن و دیگر بلاد اسلام کا سفر کیا اور ان سب علمی چشموں سے
سیراب ہوکر آئے اور حافظ زین الدین عبد الرحیم بن الحسین العراقی المتوفی ۸۰۵ھ کی
خدمت میں ایک مدت تک رہکر حدیث کی خوب مہارت پیدا کی۔ اور علم حدیث
میں آپکا یہاں تک عروج ہوا کہ اُس زمانہ میں آپکے سوائے کوئی دوسرا شخص حافظ
حدیث کا دنیا میں موجود نہ تھا۔ اور نہ ہی آپ کے بعد کوئی ویسا حافظ حدیث
آجتک ہوا ہے علم حدیث کی ریاست آپ پر منتہی ہوئی۔ اور آپ کی سب
تصانیف مقبول ہوکر آپ کی حیات میں ہی دور دراز ملکوں میں طلب کی گئی
آپکے اساتذہ اور مشائخ بھی علم حدیث میں آپ کی عظمت و جلالت کے
قائل ہوئے۔ اور اپنے اوپر آپ کو ترجیح دی۔ حدیث کی قرأت میں بہت کچھ
عجائب آپ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ کو اپنے چار مجلس میں ختم کیا
اور امام نسائی کی سنن کبیر کو دس مجلسوں میں اور معجم صغیر طبرانی کو ایک مجلس میں
مابین ظہر و عصر کے ختم کیا اور اس کتاب میں ایک ہزار پانسو حدیثیں ہیں بلکہ زیادہ
اور صحیح بخاری کو دس مجالس میں ختم کیا۔ ہر مجلس قریب چار گھنٹہ کے تھی اور آپنے اپنی اوقات
کو تین کاموں میں ضبط کیا ہوا تھا مطالعہ کتب۔ یا تصنیف۔ یا عبادت سوا
ان اشتغال کے کبھی خالی نہ بیٹھے تھے۔ دمشق میں دو ماہ کی اقامت کے اندر
سو جلد کتب حدیث لوگوں کو پڑھکر سنائی۔ اور تصنیف و عبادت و دیگر امور ضروریہ
علاوہ اسکے تھے۔ امام عبد الرحمن سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ فرماتے ہیں۔ ہزار مجلس سے زیادہ

آپنے املا فرمائی ہے (نتخیے املا اسکو کہتے ہیں کہ عالم ایک جگہ میں بیٹھ جائے اور اُسکے آس پاس طلبہ علم قلم و دوات اور کاغذ لیکر بیٹھیں پھر جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو خزاین علم عطا فرمائے ہیں اُنکو کھول کر اپنے بیان سے طلبہ علم پر نثار کرے اور طلبہ علم اُن جواہرات کو اپنے دامن تحریر میں لاویں) آپکے لطائف میں سے یہ ہے کہ جب سلطان نے مدرسہ مؤیدیہ بنا کر کے تمام کیا - اور اُسکے مناروں میں سے ایک منارہ جو شمالی برج پر تھا - ٹیڑھا ہو کر گرنیکے قریب ہو گیا - بادشاہ نے حکم دیا کہ اسکو گرا کر از سر نو تعمیر کریں - اتفاقاً امام عینی شارح بخاری اُسی منارہ کے نیچے درس دیتے تھے - ابن حجر نے یہ قطعہ نظم کر کے بادشاہ کے روبرو پڑھا ؎

لجامع مولانا المؤید رونق	منارتہ بالحسن یزھو وبالزین
تقول وقد مالت عن القصد امھلوا	فلیس علی حسنی اضر من العین

لوگوں نے یہ تذکرہ امام عینی کی خدمت میں پہونچا کر کہا کہ حافظ ابن حجر نے آپ کی طرف تعرض کی ہے - امام عینی خفا ہوئے اور چونکہ خود ابن حجر کی طرح شعر پر قدرت نہ رکھتے تھے نواجی شاعر مشہور کو بلا کر ابن حجر کی تعریض میں قطعہ نظم کرایا ؎

منارۃ لعروس الحسن قد جلیت	وھدمھا بقضاء اللہ والقدر
قالوا اصیبت بعین قلت ذا غلط	ما اوجب الھدم الا خیبۃ الحجر

آپ کی تصانیف کا ذکر

آپ کی تصانیف ڈیڑھ سو [۱۵۰] سے زائد ہے - اور مضامین جدیدہ اور فوائد عدیدہ اور تحقیق میں سیوطی کی تصانیف سے بہتر اور محکم ہیں - آپ کی ہر ایک کتاب یہی گواہی دیتی ہے کہ آپ امام حفاظ اور زبدہ ناقدین اور محقق محدثین میں سے ہیں - منجملہ آپ کی تصانیف میں سے تعلیق التعلیق تہذیب التہذیب - تقریب التہذیب لسان المیزان - اصابہ فی معرفۃ الصحابہ - ایضاح نکت ابن الصلاح - رجال الاربعہ -

المشتبه - تقریب المنہج بترتیب المدرج - لباب فی شرح قول الترمذی وفی الباب
باتحاف العشرہ - اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی - احتفال
ال الرجال - طبقات الحفاظ - کاشف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف -
درایہ فی تخریج احادیث الہدایہ - الدرر الکامنہ فی الاعیان المائة الثامنہ - مجمع
المؤسس (اس میں آپکے مشائخ اور معاصرین کا ذکر ہے) - قول المسدد فی الذب
عن مسند الامام احمد - ہدایة الرواة فی تخریج احادیث المصابیح والمشکوٰة - تخریج احادیث
الاذکار - الاطعام لبیان ما فی القرآن من الابہام - نزہتہ السامعین فی روایة الصحابة
عن التابعین - توالی التانیس بمناقب محمد بن ادریس - المجموع العام فی اداب الشرب
والطعام - دول الحمام - نعم السنوح والانوار بخصائص المختار - انباء الغمر بابناء العمر -
بلوغ المرام من احادیث الاحکام - قوة الحاج فی عموم المغفرة للحاج - الخصال المکفرہ
للذنوب المتقدمہ والمتاخرہ - الخصال الموجبة للظلال - بذل الماعون فی فضل الطاعون
الامتاع بالاربعین المتباینة بشرط السماع - مناسک الحج - الاحادیث العشاریہ -
اربعون العالیہ لمسلم علی البخاری - دیوان خطب ازہریہ - دیوان شعر آپ - ہدی الساری
مقدمہ فتح الباری - فتح الباری فی شرح صحیح البخاری - نخبة الفکر فی اصول الحدیث
مع شرح نزہتہ النظر وغیرہ - آپکی عمدہ تصانیف میں سے فتح الباری شرح صحیح البخاری
ہے - اس کتاب کے اختتام پر آپنے پانسو دینار خرچ کرکے ایک بڑا بھاری جلسہ
خوشی کا کیا تھا - سوائے فتح الباری کے صحیح بخاری کی اور دو شرحیں بھی آپنے
لکھی ہیں ایک فتح الباری سے بڑی ایک چھوٹی مگر ان دونوں کے تمام کرنے سے
پہلے ہی آپکا انتقال ہوگیا - شب شنبہ ۲۸ ذی الحجہ سنہ ۸۵۲ ہجری قاہرہ مصر میں
آپ نے وفات پائی - جنازہ آپکا بادشاہ نے خود بنفس نفیس تبرکاً اٹھایا اور پھر امراء
وزراء نے ہاتھوں ہاتھ مزار پر انوار تک پہونچایا - آپکے جنازہ میں لوگوں کا
نہایت ہی مجمع تھا - اور قرافہ صغریٰ میں بنی الجزولی کے مزار کے متصل لاکر آپ کو دفن
کیا گیا - آپکے ارتحال سے فن حدیث کا خاتمہ ہوگیا - سیوطی حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ

ولادت آپکی شعبان کو ۷۷۳ ... اس وجہ سے

اِسۡتِجۡلاءُ الۡبَصَرِ مِنۡ شَرۡحِ نُخۡبَۃِ الۡفِکَرِ

کے فضائل

شرح نخبۃ الفکر اور اُسکے بعض بعض شروح قبل ازیں طبع ہوکر شائع ہوئے
ہیں اور اُنسے عربی خواں طلبہ نے فائدہ بھی اوٹھایا ہے۔ اور نزھۃ النظر
فی توضیح نخبۃ الفکر تو ہمیشہ ہی چھپتی رہتی ہے اور ایک حد تک
اُس کی تصحیح اور تحشی بھی احتیاط سے کی جاتی ہے مگر پھر بھی اس کتاب کے
مشکلات بدستور باقی ہیں طلبہ علم کی کامل طور پر تشفی نہیں ہوتی اسواسطے
ہمنے علاوہ تفہیم عوام کے اُن کی تسہیل کے واسطے اسکے ایضاح کرنے میں
چند امور کا التزام کیا جو آجتک اس کتاب کی نسبت کسی سے نہیں ہوسکا
اوّل یہ کہ شرح نخبۃ الفکر کو چند صحیح نسخوں سے مقابل کرکے صحیح کیا گیا۔
دوم۔ متن کتاب یعنی نخبۃ الفکر کو جلی قلم ہلالی خط کے اندر لکھا تاکہ شرح سے
متمیز ہوسکے۔ سوم۔ شرح و متن دونوں کو ایک انداز مناسبہ پر لکھکر ترجمہ
وشرح بامحاورہ لکھی تاکہ سہولت سے سمجھ میں آجاوے چہارم۔ عربی
عبارت پر اعراب لگادے تاکہ عربی کی اونے مہارت رکھنے والا بھی جلدی سمجھ
جاوے پنجم۔ شروع انواع و مقاصد کو جلی قلم کی سرخی سے مبوب
کیا کہ مضامین کی تلاش میں وقت نہو۔ ششم۔ ترجمہ و شرح دونوں کو بینے
اصل کتاب کی طرح رلاملا کر لکھا تاکہ ماقبل و مابعد کا ارتباط اچھی طرح ذہن نشین
ہوجاوے اور شرح کے امتیاز کے واسطے شروع و خاتمہ پر ہلالی خط لکھا مگر یہ
التزام سب کتاب میں نہیں ہوسکا بعض بعض جگہ میں متروک بھی ہوگیا ہے۔
ہفتم۔ تراکیب نحویہ سے سواے چند مواضع کے احتراز کیا گیا ہے۔ اسواسطے کہ غرض

ترکیب سے معنی کی تفہیم ہوتی ہے اور وہ شرح سے حاصل ہوگئی ہے۔ اسواسطے
اُس کی ضرورت نہیں رہی۔ ششم۔ اکثر ماخذ اس کتاب کا بہجۃ النظر علی شرح
نخبۃ الفکر مؤلفہ محدث ابوالحسن محمد صادق سندی المدنی کا ہے۔ جو اس کتاب
کے سب شروح سے بہتر ہے۔ نہم۔ سوا سے بہجۃ النظر کے جو اور کتابوں
سے اخذ کیا گیا ہے تو نام اُنکا اخیر میں لکھدیا ہے۔ اور جس موقعہ پہ کسی کتاب کا
حوالہ نہیں وہ بہجۃ النظر کا مضمون ہے کثرت تکرار سے گا ہے گا ہے اس کا نام
لکھا رہ گیا ہے۔ دہم۔ چونکہ علماء کرام و آئمہ عظام کے حالات[۱] واقف ہوئے بغیر اُنکے
اقوال کی وقعت دل میں نہیں بیٹھ سکتی اسواسطے ان بزرگان دین میں سے جن کا ذکر اس کتاب میں آیا
ہے اُنمیں سے اکثر کے حالات بھی اس کتاب میں لکھے گئے ہیں تا کہ معلوم ہو جاوے کہ علماء اسلام
نے دین اسلام کے حصول اور ضبط و حفظ میں کسقدر مصیبتیں اسفار دراز و بذل اموال
و صرف اعمار طوال کے کئے ہیں اور اسکی روایت و درایت میں کسطرح کمی نہیں کی۔ اور ان
مصائب کے برداشت کرنیکے بعد اس دین اسلام کو تعلیم و افتاء و تالیف و تبلیغ و تفہیم سے ہمارے
تک پہونچایا۔ اور ان جانفشانیوں کی وجہ سے عند الناس و عند اللہ اپنی زندگانی اور مرنیکے
بعد بھی مقبول و مشہور ہوئے۔ قیامت تک آیندہ لوگو نپر اُنکا شکر یہ واجب ہوا
ہم اُنکے وصف میں سوا سے اُسکے اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ جیسے ہیں ویسے ہی
ہم سے اُن کی وصف نہیں ہو سکتی۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ وَحَشَرَنَا اللّٰهُ تعالیٰ
مَعَهُمْ تَحْتَ لِوَاءِ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
اَجْمَعِيْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فقط ۲ شعبان المعظم ۱۳۲۳ھ بمقام چھاونی کوہ سباتو
ضلع شملہ حررہ الاحقر عبد الربانی ابو محمد عبد العزیز بن عبد السلام العثمانی

تمت بالخیر

---

[۱] علماؤں کی تاریخ بستان المحدثین مؤلفہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اور اتحاف النبلاء المتقین باحیاء
مآثر الفقہاء المحدثین مؤلفہ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم سے زیادہ لی گئی ہے۔ اور سوائے ان دو
کتابوں کے اور کتب تواریخ سے بھی اخذ کی گئی ہے ۱۲ منہ

ما آتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا

الحمد للہ کہ دریں ایام میمنت انجام کتاب ہدایت مآب جامع اصول احادیث نبوی و
حاوی قواعد اخبار مصطفوی از عمدہ توالیف مقبول بارگاہ صمدانی مولانا الحافظ ابن حجر العسقلانی
موسوم بہ

نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر

مع [illegible] الشرح

استجلاء البصر فی شرح نخبة الفکر

از توالیف عمدۃ المحدثین وزبدۃ المحققین عالم ربانی مولانا العلامۃ المولوی ابو محمد عبد العزیز
بن مولانا عبد السلام النعمانی الہزاروی سلمہ اللہ القوی
حسب فرمائش جناب فیض مآب محمد علی صاحب ہیڈ ماسٹر ساکن گڑھی شاہو لاہور

مطبع ... لاہور ... طبع ...

والحاکم ابو عبد اللّٰہ النیشاپوری لکنہ لم یہذب ولم یرتب ۔ وتلاہ ابو نعیم

الاصفہانی نعمل علی کتابہ مستخرجا وابقی اشیاء للمتعقب ۔ ثم جاء بعدہم

الخطیب ابو بکر البغدادی فصنف فی قوانین الروایۃ کتابا سماہ الکفایۃ وفی ادابہا

کتابا سماہ الجامع لآداب الشیخ والسامع وقل فن من فنون الحدیث الا وقد صنف

الخطیب فیہ کتابا مفردا فکان کما قال الحافظ ابو بکر بن نقطۃ کل من انصف علم

ان المحدثین بعد الخطیب عیال علی کتبہ ۔ مصادرہ کے بعد اس کتاب ہدایت مآب میں

یہ مذکور ہے کہ ائمہ حدیث اصول حدیث میں قدیم زمانہ سے لیکر آجتک (یعنی ہمیشہ)

کثرت سے کتابیں لکھتے آئے ہیں ۔ چنانچہ انہیں قدیم مؤلفین میں سے قاضی ابو محمد

رامہرمزی ہیں انہوں نے اس فن میں ایک کتاب مسمی بالمحدث الفاصل بین الراوی

والواعی لکھی ہے ۔ لیکن حدیث کے سب قسم اس میں درج نکر سکے ۔ انکے بعد حاکم ابو

عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری نے ایک کتاب مسمی بمعرفت علوم الحدیث بقدر پانچ

جزو مشتمل بپچاس انواع لکھی لیکن باوجودیکہ حاکم فن تصنیف و ترتیب میں یگانہ ملنے گئے

تھے ۔ پھر بھی اس کتاب میں فنون حدیث کو شائستہ طور پر ترتیب نہ دیسکے ۔ اور پھر

انکے قریب ہی ابو نعیم احمد بن عبد اللہ صوفی اصفہانی آئے حاکم کی کتاب کے مسائل کو

اپنی طرز پر ترتیب دیکر باقیماندہ مسائل بھی انکے ساتھ ملا کر ایک کتاب لکھی ۔ حاکم کے

۱؎ حاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ شہر نیشاپور ۳۲۱ تین سو اکیس ہجری میں پیدا ہوئے ۔ صغر سنی ہی میں حدیث کی جستجو میں اپنے والد اور ابوالعباس الاصم اور ابو العباس ابن محبوب اور ابو عمرو بن السماک اور ابو علی نیشاپوری سے جو نہایت بڑے شیوخ تھے ان سے باقی اور اس کے علاوہ بہت سے روایت کرنے ہیں آپ کے والد نے امام مسلم کو دیکھا تھا ۔ اور آپ سے ابو یعلیٰ خلیل ابو القاسم قشیری بیہقی وغیرہ روایت کرتے ہیں حجاز اور عراق کی طرف آپنے دو دفعہ حدیث کی تکمیل کیواسطے سفر کیا ۔ حفاظ حدیث سے مناظرہ اور شیوخ احبار سے مذاکرہ کیا اور رجال ان سے معلوم انکے اپنی تخریج میں لائے ۔ حافظ دار قطنی سے بھی مباحثہ کیا ۔ ماوراء النہر میں حدیث کے املا کی ابو بکر قفال شاشی اور انکے مثل آپ سے روایت کرتے ہیں سامانیوں کی سلطنت میں نیشاپور کے قاضی تھے ۔ حاکم آپکو قاضی ہی ہونیکی وجہ سے کہا جاتا ہے علما فرماتے ہیں آپکے وقت میں ممالک اسلام میں چار شخص حفاظ محدثین تھے ۔ حاکم نیشاپور میں ۔ ابن مندہ اصفہان میں ۔ عبد الغنی مصر میں ۔ دار قطنی بغداد میں ۔ حاکم فن تصنیف و ترتیب میں کمال رکھتے تھے ۔ ابن مندہ کثرت احادیث اور انکی معرفت واسعہ میں منفرد تھے آپ کی تصانیف پانچسو جزو تک بہونچتی ہیں منجملہ انکے صحیحان ۔ علل ۔ امالی ۔ فوائد الشیوخ ۔ معرفت حدیث ۔ تاریخ علماء نیشاپور ۔ المدخل ۔ مستدرک علی الصحیحین ۔ ما انفرد بہ کل واحد من الامامین ۔ علوم الحدیث ۔ فضائل الشافعی وغیرہ ہے آپکی وفات

فروگذاشت مسائل کو اپنے علم کے موافق فراہم اُس میں کرلیا۔ لیکن پھر بھی پیچھے آنے والوں
کے واسطے بہت مسائل چھوٹ گئے۔ سب مسائل کا استیعاب اُن سے بھی نہ ہوسکا پھر ان تینوں
بزرگوں کے بعد خطیب بغدادی تشریف لائے۔ انہوں نے روایتوں کے قانون میں
ایک کتاب بنام کفایہ اور روایتوں کے طریق و آداب میں ایک کتاب بنام جامع الاداب
الشیخ والسامع لکھی خطیب نے اس فن پر ایسی توجہ کی کہ حدیث کے فنون میں سے جنکی تعداد پینسٹھ
سے سو تک پہونچتی ہے) کوئی کم ہی فن ہوگا کہ اس میں آپکی علیحدہ مستقل کتاب تصنیف
نہو۔ پس جو تعریف حافظ ابوبکر ابن نقطہ نے آپکے حق میں فرائی ہے کہ جو شخص انصاف کرے
وہ جان لیگا کہ خطیب کے بعد جتنے محدثین آئے ہیں وہ سب آپ کی ہی تصانیف سے
بہرہ یاب ہیں اس تعریف کا خطیب واقعی استحقاق رکھتے ہیں۔

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۰

عجیب طور پر واقعہ ہوتی ہے ایک دن حمام سے غسل کرکے نکلے۔ اور ایک آہ ماری اسی میں جان بحق ہوئے یہ واقعہ
۴۰۵ھ چارسو پانچ میں ہوا انتقال کے بعد لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھکر حال دریافت کیا تو فرمانے لگے کہ میں نے نجات پائی
یعنی کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوا۔ لوگوں نے سبب نجات کا دریافت کیا تو فرمایا کہ حدیث کی کتابت سے میری نجات ہوئی
فی الواقعہ حدیث ایسی ہی چیز ہے جسکے لکھنے سے نجات ہے۔ اور اس کا پڑھنا پڑھانا تو خدا ہی جانے کس درجہ
پر انسان کو پہونچاتا ہے اللھم اجعلنا منھم واحشرنا فی زمرتھم۔ ۱۲

۵۲ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحق بن موسیٰ بن مہران الاصبھانی الحافظ المشہور اکابر حفاظ دین و اعلام
محدثین و ثقات صوفیہ متقین سے ہیں شہر اصفہان میں ۳۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابو العباس اصم و خیثمہ بن سلیمان طرابلسی
و جعفر خالدی و شیخ معمر بن عبداللہ بن عمر سنوذی نے آپکو چھ سال کی ہی عمر میں بطریق تبرک حدیث کی اجازت دیدی تھی جب
آپ جوان ہوئے تو اجلہ مشائخ حدیث سے حدیث کی سماعت حاصل کی۔ اور جو تخم آپ کی بغداد کی زمین میں بزمانہ طفولیت
ڈالا گیا تھا وہ بارآور ہوا۔ آپکے اساتذہ طبرانی۔ ابو الشیخ۔ جعابی۔ ابو علی صواف۔ ابوبکر آجری ابن خلاد نصیبی۔
ابن عبد الکبیر خطابی ہیں جن سے استفادہ تامہ حاصل کیا اور جب معمر ہوکر متوجہ بافادہ ہوئے تو حفاظ حدیث نے
آپکی طرف رجوع کیا۔ بسبب وسعت علم اور علو اسناد کے بہ نسبت باقی اقران کے آپکے دربار میں زیادہ ہجوم
رہا کرتا تھا۔ ابو سعید مالینی۔ ابو صالح موذن۔ ابو علی حسن بن احمد حداد ابو سعید محمد بن محمد بن المطرز۔ ابو منصور
محمد بن عبداللہ شروطی اور علاوہ انکے اور بھی بہت سے محدثین آپکے شاگرد ہیں۔ خطیب بغدادی بھی آپکے اخص
تلامذہ میں سے ہیں علم حدیث کے اشتغال میں یہانتک آپ کی نوبت پہونچی ہوئی تھی کہ سوا سننے اور تصنیف
کرنے حدیث کے اور کچھ آپ کی غذا ہی نہ تھی۔ آپ کی تصانیف بہت سی یادگار زمانہ ہیں منجملہ انکے کتاب
معرفۃ الصحابہ۔ دلائل النبوۃ۔ مستخرج علی البخاری۔ مستخرج علی مسلم۔ تاریخ اصفہان۔ حلیۃ الاولیا۔ حلیۃ الجنۃ۔ مذینہ(؟)
بہت نامی اور عجیب کتاب ہے۔ خلفاء اربعہ اور عشرہ مبشرہ و دیگر صحابہ و تابعین و ائمہ اعلام محققین و متصوفین زہاد
پندو نصائح اسمیں مندرج ہیں شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ بستان المحدثین میں فرماتے ہیں در اسلام ہیچ کتاب کی نظیر تصنیف

نسخے کا حاشیہ صفحہ ۳۳

ثُمَّ جَاءَ بَعْدَهُمْ بَعْضُ مَنْ تَأَخَّرَ عَنِ الْخَطِيبِ فَأَخَذَ مِنْ هٰذَا الْعِلْمِ بِنَصِيبٍ - فَجَمَعَ الْقَاضِي عِيَاضٌ[1] كِتَابًا لَطِيفًا سَمَّاهُ الْإِلْمَاعَ إِلَى مَعْرِفَةِ أُصُولِ الرِّوَايَةِ وَتَقْيِيدِ السَّمَاعِ - وَأَبُو حَفْصٍ الْمَيَانِجِيُّ[2] جُزْءًا سَمَّاهُ مَا لَا يَسَعُ الْمُحَدِّثَ جَهْلُهُ - وَأَمْثَالُ ذٰلِكَ مِنَ التَّصَانِيفِ الَّتِي اشْتَهَرَتْ وَبُسِطَتْ لِيَتَوَفَّرَ عِلْمُهَا وَاخْتُصِرَتْ لِيَتَيَسَّرَ فَهْمُهَا إِلَى أَنْ جَاءَ الْحَافِظُ الْفَقِيهُ تَقِيُّ الدِّينِ

پھر ان علماؤں کا دورہ آیا جو خطیب کے بعد ہوئے ہیں - اور انہوں نے اس علم کا ایک بڑا حصہ حاصل کیا - چنانچہ قاضی عیاض نے ایک مختصر سی کتاب مسمے بہ الماع الی معرفۃ اصول الدرایۃ والسماع اس فن میں لکھی اور انکے بعد ابو حفص میانجی نے بھی ایک چھوٹا سا رسالہ ما لا یسع المحدث جہلہ لکھا - اور سوا انکے مذکورہ کتب کے (اور بھی بہت سی کتابیں (اس فن میں) تصنیف ہوکر مشہور ہوئیں - انہیں سے بعض تو زیادتی معلومات کے واسطے تفصیلوار لکھی گئیں - اور

[1] قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی السبتی یحصب بن مالک حمیر کے قبیلہ میں سے ہیں مغرب کے - شہر سبتہ میں ۴۷۶ھ چار سو چھہتر میں پیدا ہوئے - اور ابن رشد ابن احمد ابن عتاب ابن الحاج ابو علی صدفی سے حدیث روایت کی - اور علم حدیث و علم نحو و علم لغت اور کلام عرب اور وقائع عرب اور انساب عرب میں امام وقت تھے آپ ائمہ حفاظ اور فقہائے محدثین میں ہیں شیوخ آپ کے سو تک پہونچتے ہیں - طلب علم میں اندلس کا سفر کیا - اور قرطبہ میں علماء کی ایک بڑی جماعت سے علم حاصل کیا - اور آپ نے مولد سبتہ میں بہت مدت قاضی رہے - پھر غرناطہ کی قضا بھی کچھ مدت تک کی - اخلاق پسندیدہ رکھتے تھے - تصانیف مفیدہ آپکی یادگار روزگار میں منجملہ انکے کتاب الاکمال فی شرح کتاب مسلم ہے - اس کتاب میں مازری کی شرح معلم فی شرح مسلم کو کامل کیا - اور مشارق الانوار - اور شرح حدیث ام زرع - اور کتاب تنبیہات اور شفا فی حقوق المصطفیٰ اور الماع وغیرہ ہیں - کتاب شفا کی نسبت علما فرماتے ہیں کہ اسلام میں شفا کی طرح کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی بستان المحدثین میں ہے کہ ان قاضی عیاض کے بھتیجے نے قاضی عیاض کو خواب میں ایک زرین تخت پر ہمراہ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھا ہوا دیکھا یہ حالت مشاہدہ کرتے ہی اسپر دہشت طاری ہوگئی - قاضی عیاض نے اسکا ڈر نامعلوم کرکے فرمایا کہ اے بھتیجے میری کتاب شفا پر عمل کر - گویا اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ یہ مرتبہ مجھے اس کتاب کی کرامت سے حاصل ہوا ہے ۵۴۴ھ میں مراکو شہر میں آپکا انتقال ہوا - اور شہر کے اندر ہی باب ایلان میں مدفون ہوئے ۱۲ منہ

[2] ابو حفص عمر بن عبد المجید بن عمر القرشی المیانجی منسوب ہیں طرف میانج بروزن مقاعل کے جو آذربائیجان کے شہروں میں سے ایک شہر ہے - یہ کتاب ما لا یسع المحدث جہلہ خلاصہ ہے آپ کی اس کتاب کا جو کہ مکہ میں بماہ شعبان ۵۸۱ھ میں آپنے تالیف کی تھی ۱۲ منہ

[3] ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان بن موسیٰ بن ابی النصر النصری الکردی الشہرزوری المعروف بابن الصلاح الشرخانی الملقب تقی الدین الفقیہ الشافعی فقہ - تفسیر - حدیث - اسماء رجال اور متعلقات ان علوم سہ گانہ میں فضلاء عصر تھے شہرزور کے متصل اربل کے اعمال میں قریہ شرخان میں ۵۷۷ھ پانسو ستتر میں پیدا ہوئے - اور اپنے والد صلاح سے علم فقہ پڑھا - پھر آپکو آپکے والد صاحب موصل میں لیگئے - ایک مدت تک وہاں علم پڑھا - پھر خراسان کا سفر کرکے ایک زمانہ دراز وہاں تحصیل علم حدیث میں گذارا - پھر شام کی طرف مراجعت فرمائی - اور قدس میں آکر مدرسہ ناصریہ بنا کردہ ملک ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب کے مدت دراز تک متولی تدریس ہوئے اسجگہ بہت لوگوں نے آپسے علم حاصل کیا - پھر دمشق میں آکر مدرسہ رواحیہ کے مدرس ہوئے - پھر ملک عادل بن ایوب کے بنا کردہ دار الحدیث میں جس کا ذکر یہاں ابن حجر کرتے ہیں متولی تدریس کے ہوئے - وہاں ہی یہ کتاب مقدمہ علوم الحدیث تالیف فرمایا - سوائے اس کتاب مذکور کے مناسک حج میں بھی آپنے ایک اچھی کتاب لکھی ہے - اور کتاب الوسیط امام غزالی پر آپکے کچھ اعتراضات ہیں اور آپنے جو فتوے دئے ہیں انکو آپکے بعض اصحاب نے ایک جلد میں جمع کیا ہے - غرضیکہ ہمیشہ علم دین کی اشاعت اور تحصیل میں رہے ہیں ۶۴۳ھ میں آپکا انتقال ہوا ۱۲ منہ

أبو عمرو عثمان ابن الصلاح عبد الرحمن الشهرزوري نزيل دمشق فجمع لما ولي تدريس الحديث بالمدرسة الأشرفية كتابه المشهور فهذّب فنونه وأملاه شيئًا بعد شيءٍ فلهذا لم يحصل ترتيبه على الوضع المناسب۔ واعتنى بتصانيف الخطيب المتفرقة فجمع شتات مقاصدها وضم إليها من غيرها نخب فوائدها۔ فاجتمع في كتابه ما تفرق في غيره فلهذا عكف الناس عليه وساروا بسيره فلا يحصى كم ناظمٍ له ومختصرٍ ومستدركٍ ومقتصرٍ ومعارضٍ له ومنتصرٍ

بعض واسطے آسانی حفظ کے اختصار کے طور پر حافظ ابن الصلاح کی آمد تک یہی بسط
واختصار کی حالت اس علم میں رہی - جامع معول علیہ کتاب اس فن میں کوئی نہ تھی)
مگر حافظ ابن الصلاح شہرزوری نزول دمشق جب مدرسہ اشرفیہ میں متولی تدریس حدیث
کے ہوے - تو اُنھوں نے اس فن میں ایک جامع کتاب جو مشہور بمقدمہ ابن الصلاح ہے
تصنیف فرمائی - کتب اصول سے اس فن کے سب قواعد اپنی کتاب میں چھانٹ لئے - لیکن
تامید سے املا کرانے میں وضع مناسب پر جیسا کہ طریق مؤلفین ہے - اس کتاب کی
ترتیب نہ ہوسکی - خیر تاہم اتنا اہتمام آپ نے کر لیا کہ خطیب کی متفرقہ کتابوں کے مقاصد
اس میں جمع کر دئے بلکہ علاوہ کتب خطیب کے اور اس فن کی کتابوں میں سے بھی چیدہ چیدہ
مسائل لیکر اسمیں جمع کر دئے ہیں جو ذخیرہ اس علم کا متفرق کتابوں میں منتشر تھا وہ مقدمہ
ابن الصلاح میں جمع ہو گیا - اور علماء محدثین اس کتاب کو جامع سمجھکر اسپر متوجہ ہوئے -
اور ابن الصلاح کو پیرو بنا سمجھکر ان کی کتاب مقدمہ ہی کی روش پر اصول حدیث میں
تصنیف کرنے لگے - آپ کی کتاب پر توجہ کا وہ عالم ہوا کہ اسکو نظم کرنے والے - اور اختصار
کرنے والے اور مسائل فروگذاشت کا تدارک کرنے والے - اور کتاب مقدمہ کی نصرت
میں معارضین کو جواب دینے والے شمار نہیں ہو سکتے کہ کس قدر ہیں -

فسألني بعض الإخوان أن ألخص لهم المهم من ذلك فلخصته في أوراقٍ لطيفةٍ سميتها نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر على ترتيب

ابتكرته - وسبيل انتهجته - مع ماضممت شوارد الفرائد وزوائد الفوائد -
فرغب الى ثانيا ان اضع عليها شرحا يحل رموزها ويفتح كنوزها - ويوضح
ماخفي على المبتدي من ذلك فاجبته الى سواله رجاء الاندراج
في تلك المسالك - فبالغت في شرحها في الايضاح والتوجيه - ونبهت
على خبايا زواياها - لان صاحب البيت ادرى بما فيه من غيره فظهر لي
ان ايراده على صورة البسط اليق - ودمجها ضمن توضيحها اوفق -
فسلكت هذه الطريقة القليلة السالك) (کتب اصول حدیث کی
حالت مذکورہ کہ بعض انمیں مبسوط - بعض مختصر - اور مقدمہ ابن الصلاح کی بے ترتیبی
تھی) دیکھکر بعض بھائی مجھسے سائل ہوئے کہ انکا اہم مطلب یعنی اصول حدیث بطور
خلاصہ کے میں تالیف کروں - سو ان کی خواہش کے موافق) اس علم کے مسائل چھانٹ کر
میں نے چند ورقوں میں اپنی نئی ترتیب اور اپنے طریق پر - علاوہ مقدمہ کے زوائد فوائد
اور نکات حسنہ بھی جو حاصل کرنے میں کمیاب موتیوں کی طرح ہیں ساتھ ملخص کے ملاکر
مختصر سا رسالہ لکھا اور نام اسکا نخبۃ الفکر فی مصطلح اهل الاثر رکھا اور
مختصر عبارت میں اس رسالہ کے اندر بیشمار خزانے اس علم کے بھر دئے تھے -
اور ہر ایک آدمی باسانی وہانتک پہونچ نہ سکتا تھا - اسواسطے وہ بھائی ثانیاً پھر میری طرف
متوجہ ہوا کہ آپ دوبارہ پھر تکلیف گوارا کرکے) نخبۃ الفکر کی ایک ایسی شرح لکھیں جو
اسکے رموز کو حل کردیوے - اور مخفی خزانے اس علم کے ظاہر کردیوے - اور مبتدی پر جہیں
جو مواضع مشکلہ ہیں ان کو واضح کردیوے - سو میں نے جماعت مؤلفین اصول حدیث
میں داخل ہونے کی خاطر اسکا یہ سوال بھی مان لیا - اور نخبۃ الفکر کی مشکل مواضع کو واضح کرنے
اور اقوال مختلفہ کی توجیہ ظاہر کرنے میں ازحد کوشش کی - اور پوشیدہ کونے اور نکات مخفیہ
پر خوب اچھی طرح آگاہی کردی اسواسطے کہ صاحب خانہ بہ نسبت غیر کے گھر کے چیزوں سے
اچھی طرح واقف ہوتا ہے - شرح کرتے وقت شرح کو کھول کر بیان کرنا - اور متن کو شرح کے
ساتھ ملا کر دونوں کو ایک ہی کتاب بنا دینا مجھے زیادہ پسند آیا - اور اس قلیلۃ الاستعمال روش کو

وہ خبر سمجھو چند وجھوں سے پہونچیگی ایک وجہ اسکے پہونچنے کی تو یہ ہے کہ اس کی بہت
سندیں ہونگی۔ لفظ طرق کا معنی اسانید کثیرہ سے اس لئے کیا ہے کہ طرق طریق کی جمع
ہے اور وزن فعیل کا لفظ جمع تکثیر فعل پر بضمہ فاء و عین کے آتی ہے۔ اور قلت میں
اس کی جمع افعلہ کے وزن پر آتی ہے پس یہاں طریق سے مراد بتقریر مذکور اسانید کثیرہ
ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے طرق کا معنی اسانیدہ کثیرہ سے کیا گیا ہے۔ اور اسناد
متن حدیث کے طریق کی حکایت ہے اور متن حدیث وہ ہے جس پر اسناد کلام ختم ہوتا ہے
(مثال اس کی بخاری کی یہ حدیث ہے۔ حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب
قال حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والہ وصحبہ وسلم قال فو الذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب
الیہ من والدہ و ولدہ۔ حدثنا کی لفظ سے لفظ قال تک اسناد ہے اور فو الذی سے
اخیر تک متن ہے)

(وَتِلْكَ الْكَثْرَةُ اَحَدُ الشُّرُوْطِ التَّوَاتُرِ اِذَا وَرَدَتْ بِلَا حَصْرِ عَدَدٍ
مُعَيَّنٍ) بِاَنْ تَكُوْنَ الْعَادَةُ قَدْ اَحَالَتْ تَوَاطُئَهُمْ عَلَى الْكَذِبِ
وَكَذَا وُقُوْعَهُ مِنْهُمْ اِتِّفَاقًا مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ، فَلَا مَعْنٰى لِتَعْيِيْنِ الْعَدَدِ
عَلَى الصَّحِيْحِ، وَمِنْهُمْ مَنْ عَيَّنَهُ فِي الْاَرْبَعَةِ۔ وَقِيْلَ فِي الْخَمْسَةِ۔ وَ
قِيْلَ فِي السَّبْعَةِ وَقِيْلَ فِي الْعَشَرَةِ۔ وَقِيْلَ فِي الْاِثْنَيْ عَشَرَ۔ وَقِيْلَ فِي
الْاَرْبَعِيْنَ۔ وَقِيْلَ فِي السَّبْعِيْنَ۔ وَقِيْلَ غَيْرَ ذٰلِكَ۔ وَتَمَسَّكَ كُلُّ
قَائِلٍ بِدَلِيْلٍ جَاءَ فِيْهِ ذِكْرُ ذٰلِكَ الْعَدَدِ فَاَفَادَ الْعِلْمَ وَلَيْسَ بِلَازِمٍ
اَنْ يَّطَّرِدَ فِيْ غَيْرِهِ لِاحْتِمَالِ الْاِخْتِصَاصِ (وَتَعْرِيْفُ الْمُتَوَاتِرِ) فَاِذَا وَرَدَ
الْخَبَرُ كَذٰلِكَ وَانْضَافَ اِلَيْهِ اَنْ يَّسْتَوِيَ الْاَمْرُ فِيْهِ فِي الْكَثْرَةِ الْمَذْكُوْرَةِ
مِنِ ابْتِدَائِهِ اِلٰى اِنْتِهَائِهِ۔ وَالْمُرَادُ بِالْاِسْتِوَاءِ اَنْ لَّا تَنْقُصَ الْكَثْرَةُ
الْمَذْكُوْرَةُ فِيْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ لَا اَنْ لَّا تَزِيْدَ۔ اِذِ الزِّيَادَةُ هٰهُنَا مَطْلُوْبَةٌ
مِنْ بَابِ الْاَوْلٰى۔ وَاَنْ يَّكُوْنَ مُسْتَنَدُ اِنْتِهَائِهِ الْاَمْرَ الْمُشَاهَدَ اَوِ الْمَسْمُوْعَ

لَاِمَا ثَبَتَ بِقَضِیَّۃِ الْعَقْلِ الصِّرْفِ) اور یہ خبر کے اسناد کثیرہ - خبر متواتر کی پانچ
شرطوں میں سے ایک شرط ہے - بایں قید کہ وہ کثرت اسناد کی بلا حصر تعداد معینہ
کے واقع ہو - اس طور پر کہ اس کثرت کا جھوٹ پر متفق ہونا اور بغیر قصد کے اتفاق کرنا
وقوع ہونا بھی اُنسے عادت محال سمجھے (کذب دو طرح کا ہوتا ہے ایک عمدی یہ ہے
کہ ایک جماعت باہم ملکر کسی چیز کے اختراع پر اتفاق کرے - یہ کذب تو اطلاعی ہے اور دوسرا
قسم اتفاقی ہے یہ وہ ہے کہ بغیر قصد کے کسی قوم سے اتفاقی طور پر واقع ہو - مطلب
یہ ہے کہ کثرت تواتر کی ان دونوں قسموں سے بری ہو) پس صحیح مذہب میں جمہور کا یہ ہے کہ
متواتر کے واسطے راویوں کی کوئی خاص تعداد مقرر کرنی ٹھیک نہیں لیکن بعض نے
(شہود زنا پر قیاس کر کے متواتر کے واسطے) چار راویوں کی تعداد مقرر کی ہے - اور بعض نے
(لعان پر قیاس کر کے) پانچ اور بعض نے سات - اور بعض نے دس اور بعض نے (نقبا بنی
اسرائیل پر قیاس کر کے) بارہ اور بعض نے چالیس اور بعض نے ستر راوی مقرر کئے
ہیں - اور بعض نے اسکے سوائے کچھ اور بھی کہا ہے - الغرض ہر ایک نے ان قائلین
میں سے ایک ایسی دلیل کے ساتھ تمسک کیا ہے - جس میں ایک معین تعداد کا ذکر آیا ہے
اور اپنے وقت پر اُس تعداد نے سامع کو افادہ علم کا دیا ہے - اُنکی خبر سے سامعین کو
یقین حاصل ہوا ہے - لیکن اُس معین تعداد نے جو کسی وقت سامعین کو ایک محل پر
افادہ علم کا بخشا ہے ممکن ہے کہ اُن میں اوصاف مخصوصہ ہوں اور دوسری میں
وہ اوصاف نہ پائے جائیں و نعم ما قیل ؎

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند + ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست

(خبر متواتر کی تعریف) پس جب خبر بطریق مذکورہ (کثرت غیر معینہ صادقہ)
کے ساتھ واقع ہو - اور ساتھ یہ شرط بھی لگائی جائے کہ وہ کثرت راویوں کی ابتداء
زمانہ ظہور خبر سے لیکر اخیر تک برابر چلی آئی ہو - اور کسی زمانہ میں کثرت مطلوبہ
کو کمی واقع نہ ہوئی ہو - کثرت راویوں کی مساوات کا یہ مطلب ہے کہ بعض مواضع
میں کم نہ ہوئی ہو - اور یہ مطلب نہیں کہ کسی جگہ میں (انداز مطلوب سے) زائد نہ ہوئی ہو

لوگ یہ لیاقت نہیں رکھتے۔ پس متواتر کا علم اگر نظری ہوتا تو اُن کو حاصل نہ ہوتا میری
اس تقریر سے فرق درمیان علم ضروری اور علم نظری کے ظاہر ہو گیا اسواسطے کہ
علم ضروری بلا استدلال حاصل ہوتا ہے۔ اور **علم نظری** استدلال سے حاصل
ہوتا ہے۔ اور دوم فرق انمیں یہ ہے کہ علم ضروری ہر ایک سامع کو بمجرد سماع بغیر
سوچ و تفکر کے حاصل ہو جاتا ہے اور علم نظری تو خاص اُسی شخص کو حاصل ہوتا ہے
جو استدلال کی لیاقت رکھتا ہو۔

وَاِنَّمَا اَبْهَمْتُ شُرُوْطَ التَّوَاتُرِ فِي الْاَصْلِ لِاَنَّهٗ عَلٰى هٰذِهِ الْكَيْفِيَّةِ
لَيْسَ مِنْ مَبَاحِثِ عِلْمِ الْاِسْنَادِ۔ اِذْ عِلْمُ الْاِسْنَادِ يُبْحَثُ فِيْهِ
عَنْ صِحَّةِ الْحَدِيْثِ وَضُعْفِهٖ لِيُعْمَلَ بِهٖ اَوْ يُتْرَكُ مِنْ حَيْثُ صِفَاتِ
الرِّجَالِ وَصِيَغِ الْاَدَاءِ وَالْمُتَوَاتِرُ لَا يُبْحَثُ عَنْ رِجَالِهٖ بَلْ يَجِبُ الْعَمَلُ
بِهٖ مِنْ غَيْرِ بَحْثٍ) اور مینے نخبۃ الفکر میں متواتر کی شرطوں کو اسواسطے
مبہم چھوڑ دیا تھا کہ جس کیفیت پر اب وہ شرح میں بیان کی جاتی ہیں۔ اِس
کیفیت پر متواتر علم اسناد سے تعلق نہیں رکھتی اسواسطے کہ **علم اسناد**
وہ چیز ہے کہ جس میں راویوں کے اوصاف۔ اور حدیث بیان ہونے کے الفاظ
ملاحظہ کرکے حدیث کی صحت اور ضعف سے بحث کی جاتی ہے۔ اور بعد تفتیش
امور مذکورہ کے حدیث کے صحیح ہونے پر حدیث عمل میں لائی جاتی ہے۔ اور
ضعیف ہونے پر ترک کی جاتی ہے اور **متواتر** کے راویوں سے تو بحث ہی نہیں کیجاتی
بلکہ اُن کی خبر بمجرد سننے کے واجب العمل ہو جاتی ہے۔

فَائِدَةٌ ذَكَرَ ابْنُ الصَّلَاحِ اَنَّ مِثَالَ الْمُتَوَاتِرِ عَلٰى تَفْسِيْرِ الْمُتَقَدِّمِ يَعِزُّ
وُجُوْدُهٗ اِلَّا اَنْ يُدَّعٰى فِي حَدِيْثِ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّءْ
مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ)

فائدہ شیخ ابن الصلاح اپنی کتاب مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ اس تفسیر مذکورہ پر
متواتر کی مثال عزیز الوجود ہے۔ ہاں مگر حدیث مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا میں متواتر

ہونے کا دعوے کیا جاوے تو یہ حدیث بدقت متواتر ہو سکتی ہے۔

(وَمَا ادَّعَاهُ مِنَ الْعِزَّةِ مَمْنُوعٌ۔ وَكَذَا مَا ادَّعَاهُ غَيْرُهُ مِنَ الْعَدَمِ لِأَنَّ ذٰلِكَ نَشَاءَ عَنْ قِلَّةِ الْاِطِّلَاعِ عَلٰى كَثْرَةِ الطُّرُقِ۔ وَاَحْوَالِ الرِّجَالِ۔ وَصِفَاتِهِمُ الْمُقْتَضِيَةِ لِاِبْعَادِ الْعَادَةِ اَنْ يَتَوَاطَئُوْا عَلَى الْكِذْبِ اَوْ يَحْصُلَ مِنْهُمُ اتِّفَاقًا)

(شیخ ابن الصلاح نے جو متواتر کا ہونا عزیز الوجود سمجھا ہے یہ قول آپکا ممنوع ہے قابل تسلیم نہیں) اور اسی طرح اُن لوگوں کا قول بھی ممنوع ہے جو سرے سے تواتر کے قائل ہی نہیں (جیسے ابو بکر حازمی اور ابن حبان) فریقین کا قول اس واسطے نہیں مانا جاتا ہے کہ اُن کو احادیث کی اسانید کثیرہ۔ اور احادیث کے راویوں کے اُن عمدہ اوصاف سے کم اطلاع ہے جو جیسے عادتًا کذب تواطؤ اور کذب اتفاقی کا حاصل ہونا بعید ہے۔

(وَمِنْ اَحْسَنِ مَا يُقَرَّرُ بِهٖ كَوْنَ الْمُتَوَاتِرِ مَوْجُوْدًا وُجُوْدَ كَثْرَةٍ فِي الْاَحَادِيْثِ اَنَّ الْكُتُبَ الْمَشْهُوْرَةَ الْمُتَدَاوَلَةَ بِاَيْدِيْ اَهْلِ الْعِلْمِ شَرْقًا وَغَرْبًا الْمَقْطُوْعَةَ عِنْدَهُمْ بِصِحَّةِ نِسْبَتِهَا اِلٰى مُصَنِّفِيْهَا اِذَا اجْتَمَعَتْ عَلٰى اِخْرَاجِ حَدِيْثٍ وَتَعَدَّدَتْ طُرُقُهٗ تَعَدُّدًا تُحِيْلُ الْعَادَةُ تَوَاطُؤَهُمْ عَلَى الْكِذْبِ اِلٰى اٰخِرِ الشُّرُوْطِ اَفَادَ الْعِلْمَ الْيَقِيْنِيَّ بِصِحَّةِ نِسْبَتِهٖ اِلٰى قَائِلِهٖ وَمِثْلُ ذٰلِكَ فِي الْكُتُبِ الْمَشْهُوْرَةِ كَثِيْرَةٌ) اور متواتر کے وجود کی بہت اچھی دلیل یہ ہے کہ وہ کثرت سے احادیث میں پائی جاتی ہے۔ اس طرح پر کہ کتب مشہورہ (بخاری، مسلم وغیرہما من الصحاح) جو مشرق سے مغرب تک (اور شمال سے جنوب تک) علماؤں کے ہاتھوں میں متداول ہیں۔ ان کتابوں کی نسبت اپنے مصنفوں تک علماؤں کے نزدیک قطعی ہے۔ پس جب مؤلفین کسی حدیث کو باہم ملکر اپنی ان کتابوں میں روایت کریں۔ اور اُس حدیث کے راویوں کی اسقدر تعداد ہو جاوے کہ عادت اُنکا کذب پر اتفاق کرنا محال جانے۔ اور آخر تک باقی شروط تواتر کے بھی اُس

ف ۱ پیچھے ذکر ہوا ہے کہ متواتر کے راویوں سے بحث نہیں کیجاتی بمجرد سماع علم یقینی کا افادہ بخشتی ہے اور یہاں راویوں کے اوصاف پر اُسکا انحصار رکھا ہے تطبیق ان دونوں قولوں میں یہ ہے کہ قول اول سے مراد تواتر لفظی ہے جو بمجرد کثرت روات کے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہاں تواتر معنوی مراد ہے جو راویوں کے اوصاف سے احاطہ حاصل، تمت ۱۲ امنہ

حدیثیں ہیں پائے جائیں تو وہ حدیث بسبب صحیح ہونے نسبت اپنے کے جو اسکو قائل تک حاصل ہوتی ہے۔ اپنے سامع کو علم یقینی کا افادہ بخشے گی - اور اس متواتر کی مثالیں کتب مشہورہ میں بہت ہیں[۱] از انجملہ حدیث وضو میں پیروں کے دھونے کی اور موزوں پر مسح کرنے کی ہے - اور امام سیوطی کا اس باب میں ایک رسالہ بنام الفوائد المتکاثرہ فی الاحادیث المتواترہ ہے -

تعریف المشہور

(وَالثَّانِي) وَهُوَ اَوَّلُ اَقْسَامِ الْاٰحَادِ مَالَهٗ طُرُقٌ مَحْصُوْرَةٌ بِاَكْثَرَ مِنِ اثْنَيْنِ وَهُوَ (الْمَشْهُوْرُ) عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ سُمِّيَ بِذٰلِكَ لِوُضُوْحِهٖ (وَهُوَ الْمُسْتَفِيْضُ عَلٰى رَاْيِ جَمَاعَةٍ) مِنْ اَئِمَّةِ الْفُقَهَاءِ سُمِّيَ بِذٰلِكَ لِانْتِشَارِهٖ مِنْ فَاضَ الْمَاءُ يَفِيْضُ فَيْضًا - وَمِنْهُمْ مَنْ غَايَرَ بَيْنَ الْمُسْتَفِيْضِ وَالْمَشْهُوْرِ بِاَنَّ الْمُسْتَفِيْضَ يَكُوْنُ فِيْ اِبْتِدَائِهٖ وَانْتِهَائِهٖ سَوَاءً وَالْمَشْهُوْرُ اَعَمُّ مِنْ ذٰلِكَ وَمِنْهُمْ مَنْ غَايَرَ عَلٰى كَيْفِيَّةٍ اُخْرٰى - وَلَيْسَ مِنْ مَبَاحِثِ هٰذَا الْفَنِّ ثُمَّ الْمَشْهُوْرُ يُطْلَقُ عَلٰى مَا حَرَّرْنَا وَعَلٰى مَا اشْتَهَرَ عَلَى الْاَلْسِنَةِ فَيَشْمَلُ مَا لَهٗ اِسْنَادٌ وَاحِدٌ فَصَاعِدًا - بَلْ مَا لَا يُوْجَدُ لَهٗ اِسْنَادٌ اَصْلًا -)

---

[۱] فاضل ابو الحسن بہجۃ النظر میں فرماتے ہیں اگر حافظ ابن حجر اس تقریر اپنی سے متواتر لفظی مراد رکھتے ہیں تو اُن کا قول بھی جبر منع میں ہے اور اگر تواتر لفظی مراد نہیں تواتر معنوی مراد ہے تو شیخ ابن الصلاح کے قول کے منافی نہیں - اسواسطے کہ ابن الصلاح کا قول تواتر لفظی میں ہے نہ معنوی میں اس موقعہ پر بعض محققین کہتے ہیں کہ تواتر معنوی کے وجود میں تو کوئی نزاع نہیں لیکن تواتر لفظی کے تحقق کو علماء نے حدیث من کذب علی میں ثابت کیا ہے - اور اسکے سوائے جسقدر حدیثیں تواتر میں شمار ہوتی ہیں - انکا ورود گو طرق کثیرہ سے ثابت ہوا ہے لیکن انکے احال کی تحقیق میں اختلاف ہے جسنے اُنمیں احالہ تسلیم کرلیا ہے - اُنہوں نے اُنپر متواتر ہونیکا حکم لگایا - اور جنکو اُنسے احالہ حاصل نہ ہوا اُنہوں نے اونکو متواتر نہ کہا - اور یہ بھی احتمال ہے کہ بعض علما کو بعض احادیث پر شروط تواتر اطلاع ہوئی - اور بعض کو نہ ہوئی پس ہر ایک نے اپنے علم کے موافق اُنپر حکم لگایا - واللہ اعلم بالصواب ۱۲ مولانا المولوی محمد حسین

خبر عزیز کی تعریف

اور تیسرا قسم اخبار کا خبر عزیز ہے - اور یہ وہ حدیث ہے جس کی روایت کرنے وقت راوی دو سے
کم نہوئے ہوں - عزیز اسکو بسبب قلیل الوجود ہونے کے کہتے ہیں کہ ایسا قسم کم ہے - اور یا قوی ہونیکی وجہ سے
کہ طریق ثانی سے آکر اسے قوت دیدی ہے کما فی قولہ تعالیٰ فعززنا بثالث)
خیر وجہ تسمیہ کچھ بھی ہو مگر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ واسطے صحت
حدیث کے قسم عزیز کا ہونا کوئی شرط نہیں کہ عزیز ہی ہو اور غریب ہو تو
صحیح ہو - لیکن بعض نے اس امر سے خلاف کیا ہے - اور وہ خلاف کرنے والا معتزلہ
میں سے ابو علی محمد بن عبد الوہاب الجبائی ہے اور اسی میں حاکم ابو عبد اللہ کا کلام بھی انکی کتاب علوم الحدیث سے ظاہر ایسا
کرتا ہے - چنانچہ حاکم صحیح کی تعریف میں فرماتے ہیں صحیح حدیث وہ ہے جسکو
ایسا صحابی روایت کرے کہ اس سے اسم جہالت زائل ہو - یعنی صحابی مشہور
اور معروف ہو - اور وہ حدیث اس طور پر مروی ہو کہ (ابتدا میں) اسکے دو راوی
ہوں - پھر محدثین میں متداول ہو کر ہمارے زمانہ تک (اسکو ویسی ہی دو راوی) بیان
کرتے چلے آتے ہوں) جیسی کہ شہادت پر شہادت ہوتی ہے[۱] - ابو علی جبائی تو فقط
صحت کیواسطے قسم عزیزیہ کا عزیز کا ہونا شرط ٹہراتا تہا - اور حاکم بھی کچھ اسکے طرف
اشارہ کرتے ہیں - مگر قاضی ابو بکر بن العربی مالکی المتوفی سنہ ۵۴۳ھ بخاری کے شرح کے
اوائل میں اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ قسم عزیزیہ کا لانا امام بخاری کی شرط ہے - وہ

۱؎ حاکم کے کلام کے دو معنے ہو سکتے ہیں - ایک یہ ہے جو کہ ابن حجر نے سمجہا ہے اور یہ معنے اس ترکیب پر پیدا
ہوتے ہیں کہ حرف تشبیہ بمعنے مع کے ہو اور (لہ) کی ضمیر عائد الی الخبر ہو - اور شاہد (کہ شاہد) پر حمل کرتے تشبیہ بالشہادت
عدالت و تعدال میں ہو - اور شہادت علی الشہادت سے یہ مطلب ہو کہ ہر ایک راوی سے دو دو راوی روایت کریں اور
پھر انکے ان دو دو سے اور دو دو روایت کریں - اور نبی صلی اللہ علیہ آلہ وصحبہ وسلم سے یعنی وہی صحابی روایت کرنیوالے ہوں تا کہ
سب طبقات کا اندر و متداول ہو - اور معنی ثانی یہ ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے روایت کرنیوالا ایک صحابی
نہیں بلکہ دو صحابی ہوں جو روایت کرتے ہوں - پھر ان دو سے اسکے دو راوی روایت کریں الی آخر کہ انکی حدیث کے مشہور ہونے تعدد
رواۃ کا اشتراط نہیں ہوتا یہ معنی اس ترکیب پر پیدا ہوتے ہیں کہ (ان) کی ب لفظ زائل سے متعلق ہو اور (لہ) کی ضمیر صحابی
کیطرف راجع ہو - امام سیوطی تدریب الراوی میں فرماتے ہیں حاکم کی مراد یہی معنی اخیر ہے چنانچہ اسکو اپنی کتاب مدخل میں اسی معنی پر نقل کیا ہے

أَنْ يَنْتَهِيَ إِسْنَادُ الْحَدِيثِ لَا يُوجَدُ أَصْلًا قُلْتُ إِنْ أَرَادَ أَنْ رِوَايَةَ اثْنَيْنِ عَنِ اثْنَيْنِ فَقَطْ إِلَى أَنْ يَنْتَهِيَ لَا تُوجَدُ أَصْلًا فَيُمْكِنُ أَنْ يُسَلَّمَ وَأَمَّا صُورَةُ الْعَزِيزِ الَّتِي حَرَّرْنَاهَا فَمَوْجُودَةٌ - بِأَنْ لَا يَرْوِيَهُ أَقَلُّ مِنِ اثْنَيْنِ عَنْ أَقَلَّ مِنِ اثْنَيْنِ - وَمِثَالُهُ مَا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ وَالْبُخَارِيُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ الْحَدِيثُ - وَرَوَاهُ عَنْ أَنَسٍ قَتَادَةُ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ - وَرَوَاهُ عَنْ قَتَادَةَ شُعْبَةُ وَسَعِيدٌ - وَرَوَاهُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ وَعَبْدُ الْوَارِثِ وَرَوَاهُ عَنْ كُلٍّ جَمَاعَةٌ)

مگر ابن[1] حبان ان سب کے برخلاف دعوے کرتے ہیں کہ روایت دو دو راویوں کی دو دو سے انتہا اسناد تک کوئی پائی ہی نہیں جاتی - میں کہتا ہوں کہ ابن حبان کا اس قول سے اگر یہ مطلب ہو کہ دو دو راویوں کی روایت ابتدا سے لے کر انتہا اسناد تک نہیں پائی جاتی تو یہ معنی تسلیم کا امکان رکھتا ہے - لیکن خبر عزیز کی وہ صورت جو ہمنے بیان کی ہے وہ تو موجود ہے - دیکھو ہم تعریف اور اس کی نظیر دونوں دکھا دی

[1] ابو حاتم محمد بن حبان بُست شہر کے رہنے والے ہیں سیستان میں قریب امام نسائی کے شاگرد ہیں اور ابو یعلی موصلی اور حسن بن سفیان ابو بکر بن خزیمہ سے بھی آپنے علم پڑھا ہے - خراسان سے مصر تک سفر کرکے ہر عالم سے فیض حاصل کیا - سوائے علم حدیث کے اگرچہ علوم فقہ طب نجوم میں بھی انکو خوب مہارت تھی حاکم آپکے شاگرد ہیں اور مسلسلات آپکے بہت ہیں - چنانچہ فرماتے ہیں کہ ہمنے دو ہزار استادوں سے علم حدیث کو لکھا ہے - تصانیف آپکی بھی بہت ہیں از انجملہ تاریخ الثقات - کتاب الضعفا - علل حدیث الزہری - علل حدیث مالک - مناقب اہل المدینہ من الشامیین - ما انفرد به المکیون - ما انفرد به اہل العراق - ما انفرد به اہل خراسان - ایک معجم بھی آپکی تصنیف ہے - مناقب امام مالک مناقب امام شافعی - کتاب انواع العلوم و اوصافها تین جلد و نمیں - کتاب الہدایة الی علم السنن - وغیرہ - آپکا اس قول سے جو بعض کتابوں میں لکھا تھا کہ النبوة العلم والعمل یعنی نبوت علم اور عمل ہے ایک سخت ابتلا پیش آئی لوگوں نے اس قول کے سبب زندیق کیطرف آپکو منسوب کیا اور اقامت حدیث و ملاقات ترک کرکے یہ ماجرا بادشاہ تک پہونچایا - بادشاہ نے سوا تحقیق کے ۳۵۴ھ میں قتل کرادیا - شاہ عبد العزیز دہلوی بستان المحدثین میں فرماتے ہیں کہ آپکا کلام عقاید فقہ سے کچھ دور نہیں - اس کلام کا یہ معنے نہیں کہ نبوت کسبی ہے علم کی مشق اور ریاضت سے حاصل ہوتی ہے - جیسا کہ مذہب فلاسفہ کا ہے بلکہ مطلب اس کلام کا یہ ہے کہ پیغمبر بننا کیواسطے لازمی ہے کہ نفس ناطقہ انسانی علم وعمل میں بہ نسبت غیر لوگوں کے فضیلت رکھتا ہو اور بعدہ بطریق موہبت اسکو نبوت عطا ہو چنانچہ کلام پاک میں باریتعالی نے اس معنے کیطرف اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے اَللّٰهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ - [illegible]

ہیں خبر عزیز وہ ہے جس کی روایت کرنے میں دو سے کم راوی نہ ہوئے ہوں
دو راویوں نے یا دو سے زیادہ نے اُسکو روایت کیا ہو - اور مثال اس کی وہ
حدیث ہے جو بخاری اور مسلم دونوں نے ملکر انسؓ سے روایت کی ہے اور پھر
امام بخاریؒ نے مسلم سے اکیلے ہو کر حضرت ابوہریرہ سے بھی اس کو روایت کیا ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا لایومن احدکم آخر حدیث تک اس کا معنے
یہ ہے کہ اے لوگو تم میں سے کوئی بھی مومن نہوگا جبتک کہ مجکو اپنے باپ اور
اولاد اور سب لوگوں سے پیارا نہ جانے - اس حدیث کو حضرت انسؓ سے قتادہ
اور عبدالعزیز بن صہیب نے روایت کیا ہے - اور پھر قتادہ سے شعبہ اور سعید نے
اور عبدالعزیز سے اسمٰعیل بن علیہ اور عبدالوارث نے روایت کیا ہے - اور پھر ان سے
آگے ایک بڑی جماعت نے روایت کیا ہے -

تعریفُ الغریب

(وَالرَّابِعُ الْغَرِیْبُ) وَھُوَ مَا یَتَفَرَّدُ بِرِوَایَتِہٖ شَخْصٌ وَاحِدٌ فِیْ
اَیِّ مَوْضِعٍ وَقَعَ التَّفَرُّدُ بِہٖ مِنَ السَّنَدِ عَلٰی مَا سَیُقْسَمُ اِلَیْہِ الْغَرِیْبُ
الْمُطْلَقُ وَالْغَرِیْبُ النِّسْبِیُّ (وَکُلُّھَا) اَیِ الْاَقْسَامُ الْاَرْبَعَۃُ
الْمَذْکُوْرَۃُ (سِوَی) الْقِسْمِ (الْاَوَّلِ) وَھُوَ الْمُتَوَاتِرُ (اٰحَادٌ)
وَیُقَالُ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھَا خَبَرُ وَاحِدٍ - وَخَبَرُ الْوَاحِدِ فِی اللُّغَۃِ مَا یَرْوِیْہِ
شَخْصٌ وَاحِدٌ وَفِی الْاِصْطِلَاحِ مَا لَمْ یَجْمَعْ شُرُوْطَ التَّوَاتُرِ)

تعریف خبر غریب کی

اور چوتھا قسم حدیث کا - جس کا احادیث میں تیسرا درجہ ہے - یہ خبر غریب ہے
اور یہ وہ خبر ہے جس کی روایت کرنے وقت مواضع ثلثہ میں سے کسی جگہ میں

تفرد واقع ہوا ہو یعنی ایک ہی راوی نے کسی وقت میں اس کو روایت کیا ہو اور یہ تفرد دو قسم پر ہے مطلق اور نسبی آگے تفسیر اس کی عنقریب ہی آتی ہے ان دونوں میں سے کوئی بھی واقع ہو تو حدیث غریب ہوگی - اور سوائے قسم اوّل یعنی متواتر کے باقی تینوں قسم مشہور - عزیز - غریب احاد ہیں - اور انہیں سے ہر ایک کو خبر واحد کہا جاتا ہے محدثین کے نزدیک حدیث دو ہی قسم ہے - متواتر اور احاد - پھر آگے احاد میں تفریع ہے - اور حنفیہ کے نزدیک حدیث تین قسم ہے - متواتر - مشہور - احاد - مشہور کی تعریف حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ دوسرے قرن میں آکر معمول بہ ہوگئی ہو - اور لغت میں خبر واحد وہ ہے جس کو ایک ہی شخص بغیر شراکت غیر کے روایت کرے (ترکیب اس کی مضاف مضاف الیہ سے ہے) اور محدثین کی اصطلاح میں خبر واحد وہ ہے جس میں متواتر کے شروط جمع نہ ہوں

(الْآحَادُ مَقْبُولٌ وَمَرْدُودٌ - وَوَاجِبُ الْعَمَلِ مِنْهَا مَقْبُولٌ دُونَ غَيْرِهِ)

(وَفِيهَا) أَيْ فِي الْآحَادِ (الْمَقْبُولُ) وَهُوَ مَا يَجِبُ الْعَمَلُ بِهِ عِنْدَ الْجُمْهُورِ إِنْ لَمْ يَمْنَعْ مَانِعٌ (وَ) فِيهَا (الْمَرْدُودُ) وَهُوَ الَّذِي لَمْ يَتَرَجَّحْ صِدْقُ الْمُخْبِرِ بِهِ

(لِتَوَقُّفِ الْاِسْتِدْلَالِ بِهَا عَلَى الْبَحْثِ عَنْ أَحْوَالِ رُوَاتِهَا دُونَ الْأَوَّلِ)

(وَهُوَ الْمُتَوَاتِرُ فَكُلُّهُ مَقْبُولٌ لِإِفَادَتِهِ الْقَطْعَ بِصِدْقِ مُخْبِرِهِ بِخِلَافِ غَيْرِهِ مِنْ أَخْبَارِ الْآحَادِ - لَكِنْ إِنَّمَا وَجَبَ الْعَمَلُ مِنْهَا دُونَ غَيْرِهِ لِأَنَّهُ إِمَّا أَنْ يُوجَدَ فِيهَا أَصْلُ صِفَةِ الْقَبُولِ وَهُوَ ثُبُوتُ صِدْقِ النَّاقِلِ أَوْ لَا - فَالْأَوَّلُ يَغْلِبُ عَلَى الظَّنِّ صِدْقُ الْخَبَرِ لِثُبُوتِ نَاقِلِهِ فَيُؤْخَذُ بِهِ - وَالثَّانِي يَغْلِبُ كَذِبُ الْخَبَرِ لِثُبُوتِ كَذِبِ نَاقِلِهِ فَيُطْرَحُ

وَالثَّالِثُ اِنْ وُجِدَتْ قَرِيْنَةٌ تُلْحِقُهُ بِاَحَدِ الْقِسْمَيْنِ اُلْحِقَ بِهٖ وَاِلَّا فَيُتَوَقَّفُ فِيْهِ - وَاِذَا تُوُقِّفَ عَنِ الْعَمَلِ صَارَ كَالْمَرْدُوْدِ - لَا لِثُبُوْتِ صِفَةِ الرَّدِّ بَلْ لِكَوْنِهٖ لَمْ تُوْجَدْ فِيْهِ صِفَةٌ تُوْجِبُ الْقُبُوْلَ)

اخبار احاد میں کچھ مقبول ہیں - اور کچھ مردود اور واجب التعمیل ان میں سے وہی ہے جو مقبول ہو -

اخبار احاد میں ایک قسم مقبول ہے - یہ وہ نوع ہے جس پر جمہور علماء کے نزدیک
عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے - بشرطیکہ کوئی مانع عمل سے نہ ہو مانع نسخ ہے اور
جمہور کی قید واسطے احتراز روافض و معتزلہ کے ہے کہ یہ لوگ اخبار احاد کو واجب
العمل نہیں جانتے - لیکن انکا قول بمقابلہ اجماع صحابہ و تابعین کے مردود ہے -
اسواسطے کہ صحابہ و تابعین نے بے شمار وقائع میں خبر واحد سے استدلال اور اسپر
عمل کیا ہے - بلکہ متواتر معنوی اس امر کا ثبوت دیتا ہے کہ جناب سرور کائنات
صلے اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم ملک کے اطراف و جوانب میں ایک ایک آدمی
کو قاصد اور قاضی بناکر بھیجتے تھے - سو ان کی خبر اگر مقتضی عمل کی نہ ہوتی تو یہ
کام عبث ہوتا - معاذ اللہ - علاوہ ازیں امت مرحومہ کا اجماع ہے اس امر پر کہ
عامی شخص مفتی کے اتباع کا مامور ہے باوجودیکہ مفتی کبھی اپنی رائے سے بھی
فتوے دیدیتا ہے - پھر جناب نبوی سے سنکر خبر دیوے اس کی خبر ماننی کیوں
نہ واجب ہوگا - اور اخبار احاد میں ایک قسم مردود بھی ہے - یہ وہ قسم ہے جسکے
راوی کی صداقت مرجح نہیں ہوسکی - احاد کے دو شق مقبول اور مردود ہونے کی
وجہ یہ ہے کہ متواتر کی طرح اس میں قطعیت صدق کی نہیں ہوتی جو سنتے ہی اسکے
علم یقینی حاصل ہو جاوے بلکہ یہاں تو راویوں کے اوصاف دیکھکر ان سے
استدلال کیا جاتا ہے - اگر اوصاف قبولیت کے احاد کے راویوں میں پائے
گئے تو قبول کی جاتی ہے - اور نہ پائے گئے تو رد کی جاتی ہے - اور قسم اول یعنی

یعنی متواتر کا علم راویوں کی تفتیش سے تعلق نہیں رکھتا - وہ تو سنتے ہی اپنے مخبر کی صداقت و راستی کا قطعی طور پر افادہ بخشتا ہے - اسواسطے متواتر میں کوئی تقسیم نہیں کی جاتی بلکہ سب ہی قبول کی جاتی ہے - بخلاف اخبار احاد کے کہ اِس میں تو اتر کی طرح قطعیّت نہیں ہوتی - اور اخبار احاد کے خاص ایک ہی قسم کو واجب العمل ٹھہرانے کی وجہ یہ ہے کہ اخبار احاد میں تین صورتیں درپیش آتی ہیں - ایک صورت تو یہ ہے کہ اُس میں قبولیّت کی اصل صفت جو راوی کی صداقت کا ثبوت ہے پائی جاتی ہے - اور دوسری صورت یہ ہے کہ اصل صفت قبولیّت کی اُسمیں نہیں پائی جاتی - پس پہلی صورت تو سامع کے ظن پر بسبب سچا ہونے اپنے راوی کی حدیث کی صداقت کو غالب کریگی - اس وجہ دہ وہ حدیث قبول کرکے معمول بہ ٹھرائی جائیگی - اور دوسری صورت یہ ہے کہ خبر واحد سامع کے ظن پر بسبب کاذب ہونے اپنے راوی کے کذب کو غالب کریگی اسواسطے وہ ترک کی جاویگی - اور تیسری صورت جہاں راوی کے صدق وکذب کا کچھ پتہ نہیں ملتا یعنی راوی اُسکے مجہول الحال ہیں اگر کوئی قرینۂ قبولیت یا رد کا ملگیا - تو اُسکے ساتھ ملحق کی جاویگی - ورنہ اُس میں توقف کیا جائے گا - اور جب کہ اُسپر عمل کرنے سے توقف ہوا تو یہ بھی قسم مردود کی طرح ہوئی مگر متوقف فیہ کو مردود اسواسطے نہیں کہا جاتا کہ اس میں رد کی صفت پائی گئی ہو بلکہ اسواسطے مردود کہا جاتا ہے کہ اس میں صفت موجبہ قبولیت کی نہیں پائی گئی -

مقبول

مردود

متوقف فیہ

(خَبَرُ الوَاحِدِ المُحتَفِّ بِالقَرَائِنِ یُفِیدُ العِلمَ)

وَالمُتَّفَقُ عَلَیهِ مِنهَا قَطعِيٌّ نَظَرِيٌّ

(وَقَد یَقَعُ فِیهَا) اَی فِی الاَخبَارِ الاٰحَادِ المُنقَسِمَةِ اِلٰی مَشهُورٍ وَّ عَزِیزٍ وَّ غَرِیبٍ (مَا یُفِیدُ العِلمَ النَّظَرِیَّ بِالقَرَائِنِ عَلَی المُختَارِ) [illegible] اِلٰی ذٰلِكَ وَالخِلَافُ فِی التَّحقِیقِ لَفظِیٌّ لِاَنَّ مَن جَوَّزَ اِطلَا

العلم قيّده بكونه نظريًا - وهو الحاصل عن الاستدلال - ومن
ابى الاطلاق خصّ العلم بالمتواتر - وما عداه عنده ظنّي - لكنّه لا ينفي
انّ ما احتفّ بالقرائن ارجح ممّا خلا عنها - والخبر المحتفّ بالقرائن
انواع - منها ما اخرجه الشيخان في صحيحيهما ما لم يبلغ حدّ التواتر
فانّه احتفّ به قرائن - منها جلالتهما في هذا الشان وتقدّمهما في
تمييز الصحيح على غيرهما - وتلقّي العلماء لكتابيهما بالقبول - وهذا
التلقّي وحده اقوى في افادة العلم النظري من مجرّد كثرة الطرق - الّا
انّ هذا يختصّ بما لم ينتقده احد من الحفّاظ - وبما لم يقع التخالف بين
مدلوليه ممّا وقع في الكتابين حيث لا ترجيح لاستحالة ان يفيد
المتناقضان العلم بصدقهما من غير ترجيح لاحدهما على الآخر -
وما عدا ذلك فالاجماع حاصل على تسليم صحّته - فان قيل انّما
اتّفقوا على وجوب العمل به لا على صحّته منعناه - وسند المنع انّهم
متّفقون على وجوب العمل بكلّ ما صحّ ولو لم يخرجه الشيخان فلم
يبق للصحيحين في هذا مزيّة - والاجماع حاصل على انّ لهما مزيّة
فيما يرجع الى نفس الصحّة - وممّن صرّح بافادة ما اخرجه الشيخان
العلم النظري الاستاذ[1] ابو اسحٰق الاسفرائيني - ومن ائمّة الحديث
ابو عبد الله الحميدي - وابو الفضل بن طاهر وغيرهما - ويحتمل
ان يقال المزيّة المذكورة كون احاديثهما اصحّ الصحيح)

ل[1] استاد ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد ابراہیم الاسفرائنی - فقیہ شافعی متکلم و اصولی ہیں - خراسان میں ابوبکر اسمٰعیلی اور عراق میں ابو محمد علی بن احمد سنجری وغیرہ اور انکے اقران سے حدیث پڑھی - قاضی ابو الطیب طبری نے اصول فقہ آپ سے حاصل کیا - ابو الحسن عبد الغافر فارسی نیشاپوری کی تاریخ کے سیاق میں آپکے حق میں فرماتے ہیں - آپ اُن علماء کرام میں سے ہیں جو اجتہاد کے مرتبہ کو پہونچتے ہیں بسبب تبحر علوم و اجتماع شرائط امامت کے - حاکم نے بھی آپکا ذکر کیا ہے - آپ کے واسطے مدرسہ مشہورہ نیشاپور میں تیار کیا گیا تھا - تصانیف آپ کی بھی جلیل الشان ہیں - از انجملہ جامع الحلی فی اصول الدین والرد علی الملحدین پانچ جلدوں کی آپ نیشاپور میں انتقال کرنے کی آرزو رکھتے تھے تاکہ وہاں کے لوگ آپ پر نماز جنازہ پڑھیں خداوند کریم نے آپکی یہ دعا قبول فرمائی اور ۴۱۸ میں آپکا وہاں ہی انتقال ہوا - بعدہ وہاں سے اٹھاکر اسفرائین میں آپکو دفن کیا ۱۲ منہ

خبر واحد محتف بقراین علم نظری کی مفید ہے اور بخاری و مسلم کی متفق علیہ خبر واحد علم قطعی نظری کا افادہ بخشتی ہے۔

اور گاہے اخبار احاد میں جو مشہور۔ عزیز۔ غریب کی طرف تقسیم ہوتی ہیں ایسی حالتیں بھی درپیش آتی ہیں کہ وہ اخبار احاد قرائن سے مقرون ہو کر بنا بر مذہب مختار علم نظری کا افادہ دیتے ہیں۔ بخلاف اُس شخص کے جو اس امر سے انکار کرتا ہے مگر باریک نظر سے دیکھا جائے اور اچھی طرح سوچا جائے تو اُس کا خلاف بھی کچھ مضر نہیں حقیقت میں بین الفریقین اختلاف لفظی ہی ہے معنے میں جانبین متفق ہیں اسواسطے کہ جس نے مفاد احاد پر لفظ علم کا اطلاق کیا ہے۔ اُس نے اُس علم کو نظری سے مقید کیا ہے۔ اور علم نظری استدلال ہی سے حاصل ہوتا ہے کما مر۔ اور جس نے مفاد احاد پر علم کا لفظ اطلاق کرنے سے انکار کیا ہے۔ اُس نے علم کی لفظ کو متواتر سے خاص کیا ہے۔ اسواسطے کہ سوائے متواتر کے اُسکے نزدیک سب اخبار

۵۲ ابو عبداللہ محمد بن ابی نصر فتوح بن عبداللہ ابن حمید بن یصل الازدی الحمیدی الاندلسی اللیورقی الحافظ المشہور۔ آپ جزیرہ میورقہ کے رہنے والے ہیں جو کہ بر اندلس کے بحر غربی کے قریب واقعہ ہے ۴۲۰ھ سے کسیقدر پہلے آپکا تولد ہے۔ روایت حدیث ابن حزم ظاہری اور ابن عبدالبر وغیرہ سے رکھتے ہیں ۴۴۸ھ میں آپنے بلاد مشرقیہ کا سفر اختیار کیا۔ اور حج ادا کرکے مکہ مکرمہ میں حدیث پڑھی۔ بحر افریقہ۔ اندلس۔ مصر۔ شام۔ عراق میں گئے۔ پھر بغداد میں آکر قیام کیا۔ بغداد میں خطیب سے روایت کی۔ اور خطیب نے بھی آپ سے حدیث روایت کی۔ علل حدیث کی معرفت اور حدیث کے معانی کی تحقیق میں موافق اصول کے مہارت تام رکھتے تھے اور عربیت وعلم ادب اور قرآن کریم کی تراکیب کے حل کرنے اور قرآن کی لطافت بلاغت کے دریافت کرنے میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ اور قرأت حدیث میں نغمہ حسنہ تھا۔ آپ کو مذہباً ظاہری کہا جاتا ہے۔ تقوی۔ ورع۔ عفت میں ممتاز زمانہ تھے۔ آپ کی تصانیف میں سے تاریخ الاسلام وکتاب المذہب المسبوک۔ ووعظ الملوک۔ ومخاطبات الاصدقا فی المکاتب واللقا۔ وکتاب حفظ الجار۔ وکتاب ذم النمیمہ۔ وتاریخ الاندلس۔ وکتاب الجمع بین الصحیحین وعظ ونصیحت میں کاہے اشعار بھی نظم فرمایا کرتے تھے منجملہ اُن اشعار سے یہ دو شعر آپکے ہیں ؎ لقاء الناس لیس یفید شیئا ﴿ سوی الہذیان من قیل وقال ﴿ فاقلل من لقاء الناس الا ﴿ لاخذ العلم او اصلاح حال ۔ اور نیز یہ شعر بھی آپکا ہے ؎ کتاب اللہ عزوجل قولی ﴿ وما صحت الاثار دینی ۔ ۴۸۸ھ میں آپکا انتقال ہوا شیخ ابو اسحٰق شیرازی کے پاس آپکو دفن کیا۔ بعد ۴۹۱ھ میں وہاں سے نقل کرکے بشر حافی کے پاس آپکو دفن کیا۔ اتنی عرصہ تک کفن تازہ اور بدن صحیح وسالم معطر تھا ۱۲ منہ

۵۳ ابو الفضل محمد بن طاہر بن علی بن احمد المقدسی الحافظ المعروف بابن القیسرانی ۴۴۸ھ میں بیت المقدس میں پیدا ہوئے اور ۴۶۰ھ میں حدیث کی سماعت شروع کی اور ۴۶۷ھ میں بغداد میں آئے وہاں سے بیت المقدس واپس ہوئے۔ اور وہاں سے مکہ مکرمہ میں حج کیواسطے تشریف لائے اور بعد ادائے حج ۵۰۷ھ میں بغداد میں جاکر انتقال فرمایا۔ علم کی طلب میں حجاز۔ مصر۔ شام۔ ثغور۔ جزیرہ۔ عراق۔ جبال۔ فارس۔ خورستان کا سفر کیا۔ اور ہمدان میں رہائش اختیار کی۔ آپ اہل حدیث کے مشہور حفاظ میں سے ہیں اور اس فن میں آپ کی تصانیف ہیں جو آپ کی وسعت معرفت و باریک بینی پر دلالت کرتی ہیں۔ منجملہ اُنکے اطراف

احاد ظنی ہیں (اور یہ قائل اگرچہ مفاد متواتر کو علم سے اور مفاد احاد کو بذاتہا ظنی قرار دیتا ہے) لیکن اس امر کی بھی نفی نہیں کرتا کہ جو خبر واحد منضم بقرائن ہو وہ اس خبر واحد سے جو خالی از قرائن ہو زیادہ ارجح و اقوی ہے - اور خبر واحد مقرون بقرائن کے بہت سے انواع ہیں - اول قسم اُنسے وہ ہے جسکو بخاری و مسلم نے اتفاقاً اپنی دونوں صحیح کتابوں میں روایت کیا ہو - اور یہ اخبار اُحاد صحیحین کے تواتر کی حد تک نہ پہونچے ہوں - اِن احاد کے ساتھ بہت قرینے ملتے ہیں - ایک قرینہ تو امام بخاری و امام مسلم کی علم حدیث میں جلالت ہے - دوم یہ دونوں بزرگ حدیث کی صحت کی تمیز میں اپنے غیر پر مقدم ہیں - سیوم - علماء اُمت نے اُن کی دونوں کتابوں کو مقبول کر لیا ہے - اور سب قرائن میں سے یہ آخری قرینہ یعنی علماء امت کا صحیحین کو قبول کر کے معمول بہ اور واجب العمل ٹھہرا لینا ہی - کثرت طرق کے تنہا قرینہ سے جنپر اجماع نہیں ہوا - علم نظری کا افادہ بخشنے میں بہت زیادہ قوت رکھتا ہے - مگر یہ حصول علم نظری صحیحین کے اُنہیں احاد سے مخصوص جنکو حفاظ حدیث میں سے کسی حافظ نے تنقید نہ کیا ہو اور نہ اُنکے مدلول میں تخالف واقعہ ہوا ہو - تخالف کیصورت

---

۱۳۲ سے احادیث منتقدہ صحیحین حافظ دار قطنی کی تنقید کے بموجب سب دو سو دس ۲۱۰ بتفصیل ذیل ہیں - بخاری میں اٹھتر مسلم میں اکیونتیس بخاری و مسلم دونوں مشترک ہیں یہ دو سو دس حدیثیں صحیحین سے حافظ دار قطنی نے ضعیف کی ہیں مگر علماء محققین نے اسکی تضعیف کو تسلیم نہیں کیا - چنانچہ رشید عطار - و حافظ عراقی نے انکی صحت بحال رکھنے میں مستقل کتابیں لکھی ہیں اور ایک ایک حدیث کا منتقدین کو جواب دیا ہے - اور امام سیوطی تدریب الراوی فی تقریب النواوی میں ان سب حدیثوں کا ایک جامع جواب دیتے ہیں وہ جواب یہ ہے کہ شیخین کو سب محدثین بلکہ اپنے مشائخ پر بھی فضیلت و فوقیت حاصل ہے پھر جس حدیث کی یہ دونوں بزرگ صحت کریں اور اپنی صحیح کتابوں میں جو خاص قسم صحیح کے ہی واسطے مخصوص ہیں روایت کریں - اُنسے بڑھکر اور کون محدث ہے جو اُنکا نقص نکالے - تنقید کرے اور صحیحین کی تالیف کوئی سرسری طور کی تو ہے نہیں کہ تنقید کی حاجت اُنمیں باقی ہو - امام بخاری نے اپنی صحیح چھ لاکھ حدیث سے چھانٹ کر سولہ سال کے عرصہ میں وضدا قدس و منبر نبوی کے درمیان میں صحیح بخاری تالیف کی - اور امام مسلم نے تین لاکھ حدیث سے چنکر صحیح مسلم کی تالیف کی - اور تیار کر کے حافظ ابو زرعہ کو دکھایا - جس حدیث کے معلول ہونے کا اُنھوں نے اشارہ کیا وہ نکالدی - یعنی ابو زرعہ کے شیخین کے وقت میں یحیی الذہلی اہل زمانہ سے علل حدیث میں مہارت کامل رکھتے تھے اور وہ شیخین کے اوستاد تھے - علاوہ ازیں شیخین خود بھی حدیث کے اسباب خفیہ کی معرفت میں استاد اور پیشوا ہیں غیر کا قول انکے مقابل میں کچھ وقعت نہیں رکھتا ونعم ما قیل ع جو بان پسے بچشم درآیند و بگذرید - آن شوخ دیگر ند کہ در سینہ جا کنند ۱۲ منہ سے متعارض حدیثوں کی بابت - علماء کا قول ہے کہ شارع کے کلام میں کبھی تعارض نہیں ہوتا - ہماری سمجھ کی عدم رسائی کی وجہ سے ہمیں تعارض نظر آتا ہے - امام شعرانی میزان میں فرماتے ہیں متعارض ایسی کوئی حدیث نہیں پائی جاتی مگر ایک ان دونوں میں سے ضرور ہی دوسری سے زیادہ قوی ہوتی ہے اور اسکو دوسری پر ترجیح ہو سکتی ہے - اور تعمیل کی بابت امام شعرانی فرماتے ہیں رخصت و عزیمت کیطور پر دونوں پر عمل کر لینا چاہئے گا ایک گئے ہے دوسری پر امت

یعنی صحت حدیث کے واسطے جتنی شرائط چاہئے وہ صحیحین میں اعلے واکمل
طور پر موجود ہیں۔

(ومنها المشهور اذا كانت له طرق متباينة سالمة من ضعف الرواة
والعلل۔ وممن صرح بافادته العلم النظری الاستاذ ابو منصور
البغدادی۔ والاستاذ ابو بكر ابن فورك وغيرهما۔ ومنها المسلسل
بالائمة الحفاظ المتقنين حيث لا يكون غريبا۔ كالحديث الذی
يرويه احمد بن حنبل مثلا ويشاركه فيه غيره عن الشافعی۔ و
يشاركه فيه غيره عن مالك بن انس فانه يفيد العلم عند
سامعه بالاستدلال من جهة جلالة رواته۔ وان فيهم من الصفات
اللائقة الموجبة المقبول ما يقوم مقام العدد الكثير من غيرهم ولا
يتشكك من له ادنى ممارسة بالعلم واخبار الناس ان مالكا
لو شافهه بخبر لعلم انه صادق فيه واذا انضاف اليه من هو فی
تلك الدرجة ازداد قوة وبعد عما يخشى عليه من السهو۔ وهذه
الانواع التی ذكرناها لا يحصل العلم بصدق الخبر منها الا للعالم
بالحديث المتبحر فيه العارف باحوال الرواة المطلع على العلل وكون
غيره لا يحصل له العلم بصدق ذلك لقصوره عن الاوصاف المذكورة
لا ينفی حصول العلم المتبحر المذكور ومحصل الانواع الثلاثة التی ذكرناها
ان الاول يختص بالصحيحين۔ والثانی بما له طرق متعددة۔ والثالث
بما رواه الائمة المتقنون۔ فيمكن اجتماع الثلاثة فی حديث واحد
فلا يبعد حينئذ القطع بصدقه والله اعلم۔)

اور دوسرا قسم جزء واحد مقرون بقرائن کا خبر مشہور ہے اس شرط پر کہ سندیں اسکی
متعدد ہوں۔ اور ضعف وعلل قادحہ (انقطاع وارسال وغیرہ) سے سالم ہو۔
جن علماؤں نے اس قسم کو مفید علم نظری مانا ہے۔ انمیں سے استاذ ابو منصور

بغدادی - اور اُستاذ ابو بکر ابن فورک وغیرہما ہیں - اور تیسر اقسم اخبار آحاد
منضم بقرائن کا حدیث مسلسل بالائمہ ہے جسکو خوب یاد رکھنے والے محققین
اماموں نے سلسلہ وار روایت کیا ہو مگر اس مسلسل بالائمہ ہیں یہ شرط ہے
کہ سند اس کی غریب نہ ہو عزیز ہو یا اُس سے بڑھکر ہو اس کی مثال اس طرح ہے
کہ مثلاً ایک حدیث کو امام احمد بن حنبل اپنے استاذ امام شافعی سے روایت کریں
اور امام شافعی سے یہ حدیث سننے وقت امام احمد کے ساتھ کوئی اور شخص بھی
سنتا ہو - اور اسی حدیث کو جب امام شافعی اپنے اُستاذ امام مالک سے روایت
کریں تو اُسوقت امام شافعی کے ساتھ بھی کوئی اور شخص امام مالک سے روایت
کرنے میں شریک ہو - پس یہ حدیث سامع کو بسبب جلالت اپنے راویوں کے
استدلالاً افادہ علم نظری کا بخشے گی - اسواسطے کہ ان راویوں میں ایسے اوصاف
قبولیت کے موجود ہیں - جو عدد کثیر غیر کے قائم مقام ہیں - اور یہ خداوند کریم کا
فضل ہے کہ گاہے ایک آدمی میں صالحین کی ایک جماعت کی خوبیاں جمع کر دیتا
ہے کما قال اللّٰہ تعالیٰ - اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ کَانَ اُمَّۃً) اور علم حدیث اور اسماء رجال
کی تھوڑی سی واقفیت رکھنے والا بھی اس امر کے تسلیم کرنے میں کسی قسم کا شک
وشبہ نہ کریگا کہ مثلاً امام مالک جیسے جلیل الشان امام اس کو حدیث سناتے تو
ضرور ہی حدیث کے بیان کرنے میں اُن کو سچا جانتا اور پھر جب امام مالک کے
ساتھ اُس حدیث کے روایت کرنے میں ویسے ہی ایک اور بزرگ بھی شریک
ہوگئے تو اس حدیث کو اور زیادہ قوت حاصل ہوگئی - اور جو پہلے سہو اور
خطا کا خطرہ حدیث پر گذرتا تھا وہ دور ہوگیا - اور یہ تین قسم اخبار آحاد
منضم بقرائن کہ جو ہمنے بیان کئے ہیں کہ اُنسے علم نظری حاصل ہوتا ہے یہ حصول
علم نظری کا سب لوگوں کے واسطے نہیں بلکہ یہ اخبار اُسے عالم حدیث کو اپنی صداقت
کا علم بخشتے ہیں جو حدیث کی معرفت میں دریاء سمندر کی طرح احاطہ رکھتا ہو
اور راویوں کے احوال سے عارف ہو اور علل حدیث سے مطلع ہو - اور جو سوائے

عالم موصوف کے غیر کو بسبب قاصر ہونے کے اوصاف مذکورہ سے اِن اخبار کی صداقت کا علم حاصل نہیں ہو سکتا تو اس قاصر کے علم کا عدمِ حصول منحصر موصوف کے حصولِ علم کو بھی نفی نہیں کر سکتا۔ اور خلاصہ انواع ثلثہ مذکورہ کا یہ ہے کہ قسم اول صحیحین سے مخصوص ہیں۔ اور دوسرا وہ قسم ہے جسکے اسانید کثیرہ ہوں۔ اور تیسرا قسم وہ ہے جسکو آئمہ حفاظ نے روایت کیا ہو۔ اِن تین قسموں کا اجتماع ایک حدیث میں ہو سکتا ہے۔ پس اجتماع کی صورت میں صحت قطعی کے علم کا حصول مستبعد نہ ہوگا۔ واللہ اعلم)

اَلْفَرْدُ الْمُطْلَقُ

ثُمَّ الْغَرَابَةُ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَ فِيْ اَصْلِ السَّنَدِ)

اَیْ فِی الْمَوْضِعِ الَّذِیْ یَدُوْرُ الْاِسْنَادُ عَلَیْهِ وَیَرْجِعُ عَنْهُ وَلَوْ تَعَدَّدَتِ الطُّرُقُ اِلَیْهِ وَهُوَ طَرَفُهُ الَّذِیْ فِیْهِ الصَّحَابِیُّ رَاوٍ لَا) یَكُوْنُ كَذٰلِكَ بِاَنْ یَكُوْنَ التَّفَرُّدُ فِیْ اَثْنَائِهٖ كَاَنْ یَرْوِیَهٗ عَنِ الصَّحَابِیِّ اَكْثَرُ مِنْ وَاحِدٍ ثُمَّ یَتَفَرَّدُ عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمْ شَخْصٌ وَاحِدٌ (فَالْاَوَّلُ الْفَرْدُ الْمُطْلَقُ) كَحَدِیْثِ النَّهْیِ عَنْ بَیْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ تَفَرَّدَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَقَدْ یَتَفَرَّدُ بِهٖ رَاوٍ اٰخَرُ عَنْ ذٰلِكَ الْمُتَفَرِّدِ كَحَدِیْثِ شُعَبِ الْاِیْمَانِ تَفَرَّدَ بِهٖ اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض وَتَفَرَّدَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِیْنَارٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ وَقَدْ یَسْتَمِرُّ التَّفَرُّدُ فِیْ جَمِیْعِ رُوَاتِهٖ اَوْ اَكْثَرِهِمْ وَفِیْ مُسْنَدِ الْبَزَّارِ وَالْمُعْجَمِ الْاَوْسَطِ لِلطَّبَرَانِیِّ اَمْثِلَةٌ كَثِیْرَةٌ لِذٰلِكَ)

فرد مطلق کا بیان وہ غرابت جسکی تقسیم کا پیچھے وعدہ کیا تھا دو طرح ہوتی ہے ایک قسم تو وہ ہے جو سند کے ابتدا میں ہوتی ہے گو اسکی بعد میں متعدد سندیں بھی ہو جاویں تو بھی وہ حدیث

غریب ہی رہیگی) اور ابتدا سند وہ جگہ ہے جہاں سے سند شروع ہوتی ہے یعنی سند کی وہ جانب جسمیں صحابی رضہ ہوتا ہے (اصحابی رضہ سے لینے والا ایک ہی تابعی ہو) اور دوسری صورت غرابت کی وہ ہے جو صورت مذکورہ کے برخلاف ہو یعنی اصحابی رضہ سے لینے والے ایک سے زاید راوی ہوں پھر وسط میں اگر اکیلے راوی نے بغیر شراکت غیر کے اسکو روایت کیا ہو - پس پہلا قسم تو فرد مطلق ہے مثال اسکی وہ حدیث مرویہ امام شافعی رحہ و حاکم کی ہے جسمیں وَلَاء کی بیع اور ہبہ کرنے سے نہی وارد ہوئی ہے - وہ حدیث یہ ہے عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضہ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ اسمیں حضرت عبداللہ بن عمر رضہ سے عبداللہ ابن دینار روایت کرنے میں اکیلے ہیں - اور گاہے منفرد راوی سے آگے دوسرا اخذ کرنے والا راوی بھی ایک ہی ہوتا ہے جیسے کہ شُعَبُ الْاِیْمَان (ایمان) کی شاخیں بیان کرنے کی یہ حدیث ہے اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً اَفْضَلُهَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ اسحدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضہ سے ابو صالح روایت کرنے میں اکیلے ہیں اور پھر ابو صالح سے عبداللہ بن دینار اکیلے روایت کرتے ہیں - اور گاہے سند کے سب یا اکثر راویوں میں سرے تک تفرد چلا جاتا ہے بزار کی مسند اور طبرانی کی معجم اوسط میں اس تفرد کی مثالیں بہت ہیں -

---

۱۵ وَلَاء اسکو کہتے ہیں کہ کوئی شخص کسی غلام کو اس شرط پہ خرید کر آزاد کردیوے کہ غلام کی وفات کے بعد اسکے ترکہ کا وارث ہووے - اور چونکہ یہ علاقہ ان دونوں میں معنوی طور پر ہے اسلئے بیع وہبہ نہیں ہوسکتا ۱۲

۱۲ بزار یعنی ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار - بصرہ کے لوگوں میں سے ہیں علم حدیث عبد الاعلیٰ بن حماد اور حسن بن علی بن راشد اور عبداللہ بن معاویہ جمحی اور ہدیہ بن خالد شیخ شیخین سے حاصل کیا ہے اور آپ سے ابو الشیخ اور طبرانی اور عبد الباقی بن قانع اور دیگر محدثین روایت کرتے ہیں اخیر عمر میں واسطے تعلیم علم اور پڑھانے اُن حدیثوں کے جو آپ کے پاس تھیں اصفہان اور شام میں اس نیت صالحہ سے بہت مدت تک اقامت اختیار کی - اور بہت لوگوں کو علم حدیث کا فیض پہونچایا دارقطنی آپ کی تعریف کرنے کے بعد فرماتے ہیں روایتوں کے بیان کرنے میں آپ خطا بھی کرجاتے ہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ بیشتر اعتماد اپنی یادپر کرتے ہیں - اور نسخہ صحیحہ کو دیکھکر نہیں پڑھاتے ۲۹۰ھ میں شام کے رملہ شہر میں انتقال فرمایا - بستان المحدثین میں شاہ عبد العزیز رحہ فرماتے ہیں مسند بزار کو مسند کبیر بھی کہتے ہیں اور مسند معلل ہے یعنی اسباب خفیہ جو صحت حدیث میں قادح ہیں انکو بھی بزار حدیث کے بعد بیان کردیتے ہیں اس قسم کی کتاب کو عرف محدثین میں معلل کہتے ہیں - بزار بتقدیم الزاء المعجمہ علی الراء بیساری کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

۱۳ حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الطبرانی بلاد شام کے عکہ شہر میں ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور علم کی تحصیل کے واسطے بلاد شام - حرمین شریفین - یمن - مصر - بغداد - کوفہ - بصرہ - اصفہان جزیرہ و دیگر اسلامی (دیکھو صفحہ ۳۵ بقیہ حاشیہ نمبر ۱۳)

حافظ بزار

حافظ طبرانی

الفَردُ النِّسبِيُّ (و الثانِي الفَردُ النِّسبِيُّ) سُمِّيَ نِسبِيًّا لِكَونِ التَّفَرُّدِ حَصَلَ بِالنِّسبَةِ إِلَى شَخصٍ مُعَيَّنٍ وَإِن كَانَ الحَدِيثُ فِي نَفسِهِ مَشهُورًا وَيَقِلُّ إِطلَاقُ الفَردِ عَلَيهِ لِأَنَّ الغَرِيبَ وَالفَردَ مُتَرَادِفَانِ لُغَةً وَاصطِلَاحًا إِلَّا أَنَّ أَهلَ الاِصطِلَاحِ غَايَرُوا بَينَهُمَا

شہروں میں سفر کر کے ہزار شیخ بلکہ ہزار سے بھی زیادہ استادوں سے حدیث پڑھی۔ باپ نے تیرہ ہی سال کی عمر میں پڑھانا شروع کرا دیا تھا۔ پھر جب بڑے ہو تو آپکو بیکر شہر بشہر استادوں کی خدمت میں حاضر کیا۔ امام نسائی۔ علی بن عبد العزیز بغوی۔ بشر بن موسیٰ۔ ادریس عطار ابو زرعہ دمشقی۔ اور اقران ان بزرگوں کے آپکے اساتذہ میں سے ہیں۔ اور حافظ [illegible] اور اسکے اور بھی بہت سے محدثین آپکے شاگرد ہیں۔ علم حدیث کی طلب میں آپنے بہت تکلیف اٹھائی تیس سال تک چٹائی پر سوئے اور لیٹنے پر آرام حرام کیا اور علم حدیث کی کثرت میں ممتاز و مستثنیٰ ہوئے۔ ابو العباس احمد بن منصور شیرازی کہتے ہیں میں نے آپسے تین لاکھ حدیث لکھی ہے علم حدیث میں آپکی تصانیف بھی بہت ہیں کتاب الدعا جس سے صاف حصن حصین میں نقل کرتے ہیں اور کتاب المناسک اور کتاب دلائل النبوۃ اور ایک بڑی تفسیر ہے۔ اور زیادہ مشہور آپکی تصانیف میں سے معاجم ثلثہ ہیں۔ مسند کبیر صحابہ کی ترتیب کے مرویات پر ہے سوائے مسند ابو ہریرہ کے کہ اسکو علیحدہ لکھنا چاہا ہوگا اور نہ لکھ سکے یا لکھے اور مشہور نہوئی اس مسند میں بیس ہزار پانسو حدیثیں ہیں۔ اور معجم اوسط بھی بڑی چھ جلدوں میں شیوخ کی ترتیب پر تالیف ہے۔ اسمیں ہر ایک شیخ سے جنکی تعداد ہزار تک پہنچتی ہے جو کچھ کہ عجائب و غرائب دیکھا اور سنا لکھا ہے اور یہ کتاب دارقطنی کی کتاب الافراد کی نظیر ہے افراد و غرائب محدثین کی اصطلاح میں وہ احادیث ہیں جو ایک شیخ کے پاس ہوں اور دوسرے کے پاس نہوں امام ذہبی ذکر کرتے ہیں کہ طبرانی اس معجم اوسط کو کہتے تھے میری جان ہے۔ اور اسکی وجہ طبرانی کی فضیلت اور وسعت نظر علم حدیث میں اس کتاب سے معلوم ہوتی ہے لیکن محققین محدثین فرماتے ہیں کہ معجم اوسط میں احادیث منکرہ بہت ہیں۔ اور سبب اسکا یہ ہے کہ غرائب اسکے معنے کے اقتضا کرتی ہے۔ اور تقریباً ترتیب صحیح کہتے ہیں وہ کمیاب ہے معجم صغیر بھی مشائخ کی ترتیب پر ہے لیکن اسمیں وہی مشائخ ذکر کئے ہیں جنسے فقط ایک ایک حدیث سنی ہے۔

دولت دیالمہ کے وزیر ابن عباد جو عربیت۔ لغت۔ شعر میں اپنے وقت کے سردار تھے فرماتے ہیں مجھے یہ گمان تھا کہ وزارت سے بڑھکر دنیا میں اور کوئی منصب نہیں۔ اسواسطے کہ ہر قسم کے لوگوں کا میں مرجع تھا۔ تا کہ ایک روز میرے پاس طبرانی آئے اور ابو بکر جعابی آئے اور انکا مذاکرہ حدیث میں شروع ہوا۔ طبرانی کو مینے دیکھا کہ کثرت محفوظات اپنے سے جعابی پر غلبہ لئے جاتے تھے۔ اور جعابی فطنت و ذکاء سے سبقت لیجاتے تھے یہ مرد و مات دیر تک رہی۔ اور طرفین سے آواز بلند ہوئی اسی اثنا میں ابو بکر جعابی نے کہا حدثنا۔ ابو خلیفہ ثنا سلیمان بن ایوب طبرانی نے فرمایا سلیمان بن ایوب میں ہی ہوں اور خلیفہ میرا شاگرد ہے یہ میری ہی بیان کردہ حدیث ہے مجھ سے بلا واسطہ اس حدیث کو کیوں نہیں روایت کرتے ہو کہ آپکو علو اسناد حاصل ہوجاوے ابن عباد کہتے ہیں اسوقت جعابی ایسے خجل ہوئے جس کی مثل دنیا میں متصور نہیں۔ اور مینے دل میں کہا کاش میں اسوقت طبرانی ہوتا اور وزیر نہ ہوتا تاکہ یہ غلبہ اور فرحت مجکو حاصل ہوتی۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی فرماتے ہیں یہ تمنا اور آرزو بھی ابن عباد کی اوس کی ریاست کے بقا سے تھی والا علماء ربانیین کو ایسی باتوں سے کچھ تغیر حال نہیں ہوتا لیکن المرء یقیس علی نفسہ سنہ ٣٦٠ھ میں آپکا انتقال ہوا۔ ابو نعیم اصفہانی نے آپکے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ سکونت آپکی وفات تک اصفہان ہی میں تھی۔ طبرانی بفتح طاء بار نسبت ہے بطرف طبریہ شام کے جو آپکا مولد ہے۔ جمہ دوسی صحابی کے پاس دفن ہوئے [illegible]

مِنْ حَيْثُ كَثْرَةِ الْاِسْتِعْمَالِ وَقِلَّتِهٖ - فَالْفَرْدُ اَكْثَرُ مَا يُطْلِقُوْنَهٗ عَلٰى
الْفَرْدِ الْمُطْلَقِ - وَالْغَرِيْبُ اَكْثَرُ مَا يُطْلِقُوْنَهٗ عَلَى الْفَرْدِ النِّسْبِيِّ
وَهٰذَا مِنْ حَيْثُ اِطْلَاقِ الْاِسْمِ عَلَيْهِمَا - وَاَمَّا مِنْ حَيْثُ اِسْتِعْمَالِهِمُ
الْفِعْلَ الْمُشْتَقَّ فَلَا يُفَرِّقُوْنَ بَلْ يَقُوْلُوْنَ فِي الْمُطْلَقِ وَالنِّسْبِيِّ تَفَرَّدَ
بِهٖ فُلَانٌ وَاَغْرَبَ بِهٖ فُلَانٌ وَقَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا اخْتِلَافُهُمْ فِي الْمُنْقَطِعِ
وَالْمُرْسَلِ هَلْ هُمَا مُتَغَايِرَانِ اَوْ لَا فَاَكْثَرُ الْمُحَدِّثِيْنَ عَلَى التَّغَايُرِ لٰكِنَّهٗ
عِنْدَ اِطْلَاقِ الْاِسْمِ - وَاَمَّا عِنْدَ اِسْتِعْمَالِ الْفِعْلِ الْمُشْتَقِّ فَيَسْتَعْمِلُوْنَ
الْاِرْسَالَ فَقَطْ فَيَقُوْلُوْنَ اَرْسَلَهٗ فُلَانٌ سَوَاءٌ كَانَ مُرْسَلًا اَمْ مُنْقَطِعًا
وَمِنْ ثَمَّ اَطْلَقَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِمَّنْ لَا يُلَاحِظُ مَوَاقِعَ اِسْتِعْمَالِهِمْ وَلَمْ يُمَيِّزْ
بَيْنَ اِطْلَاقِ الْاِسْمِ وَالْفِعْلِ عَلٰى كَثِيْرٍ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ اَنَّهُمْ لَا يُغَايِرُوْنَ
بَيْنَ الْمُرْسَلِ وَالْمُنْقَطِعِ وَلَيْسَ الْاَمْرُ كَذٰلِكَ لِمَا حَرَّرْنَا - وَقَلَّ مَنْ نَبَّهَ
عَلَى النُّكْتَةِ فِيْ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ)

(**فرد نسبی کا بیان**) اور دوسرا قسم غرابت کا فرد نسبی ہے نسبی
اس کو اس واسطے کہتے ہیں کہ بہ نسبت شخص معین کے حاصل ہوتا ہے۔ گو نفس الامر
حدیث مشہور ہی ہو۔ فردیت کا اطلاق فرد نسبی پر کم ہی آتا ہے۔ غالباً اسکو غریب کے
نام سے پکارا جاتا ہے۔ وجہ فرد نسبی کو غریب کہنے کی یہ ہے کہ غریب اور فرد لغت وبول
چال میں ایک ہی معنے رکھتے ہیں۔ مگر محدثین نے ان دونوں کے درمیان
اور کثرت استعمال کی وجہ سے کسیقدر فرق کیا ہے۔ اور وہ فرق یہ ہے کہ فرد کا
اطلاق تو اکثر کرکے فرد مطلق پر کرتے ہیں۔ اور غریب کو فرد نسبی میں زیادہ استعمال
کرتے ہیں۔ اور یہ فرق بھی ان دونوں میں اسم کے اطلاق کرنے میں ہوتا ہے۔
اور اگر فعل مشتق ان کا استعمال کریں تو پھر ان دونوں میں کچھ فرق نہیں کرتے
فرد مطلق اور فرد نسبی دونوں میں تَفَرَّدَ بِهٖ فُلَانٌ وَاَغْرَبَ بِهٖ فُلَانٌ ایک کی
جگہ دوسرا لفظ بھی استعمال کر دیتے ہیں۔ اور اسے اختلاف کے قریب قریب ہے

اختلاف محدثین کا منقطع اور مُرسل[1] میں بھی کہ آیا یہ دونوں قسم آپس میں متغایرہ ہیں یا نہ۔ پس اکثر محدثین انکے تغایر پر ہیں وہ کہتے ہیں مرسل اور منقطع علیحدہ علیحدہ قسم ہیں ایک قسم کے دو نون نام نہیں بلکہ قسم ہی آپسمیں علیحدہ ہیں۔ لیکن یہ تغایر[2] ان دونوں قسموں میں ہروقت استعمال کرتے اسم کے ہی ہوتی ہے (مُرسَل حدیث میں بصیغہ اسم مفعول هٰذَا حَدِيثٌ مُرْسَلٌ اور مُنْقَطِعٌ میں بصیغہ اسم فاعل هٰذَا حَدِيثٌ مُنْقَطِعٌ بولتے ہیں) اور ہر وقت استعمال کرنے فعل مشتق کے انکے مصدروں سے دونوں قسموں میں ارسال کو ہی استعمال کر دیتے ہیں۔ مرسل اور منقطع دونوں میں اَرْسَلَهٗ فُلَانٌ کہدیتے ہیں (بخلاف فرد مطلق اور فرد نسبی کے کہ وہاں بلا تفریق بینہما دونوں فعل استعمال ہوتے ہیں) اور چونکہ مرسل و منقطع میں فعل مشتق کے استعمال کے وقت دونوں کیواسطے ایک ہی فعل استعمال کرتے ہیں۔ اسواسطے اکثر محدثین پر اُن لوگوں نے جو محدثین کے مواضع استعمال کو بغور دیکھ نہیں سکے اور اسم و فعل کے استعمال میں تمیز نہیں کر سکے یہ اعتراض کر دیا ہے کہ یہ لوگ مرسل اور منقطع میں فرق بھی نہیں کرتے حالانکہ یہ بات نہیں اسواسطے کہ ہم ثبوت دے چکے ہیں کہ اکثر محدثین بروقت استعمال ان دونوں میں فرق کرکے کہتے ہیں کہ هٰذَا حَدِيثٌ مُرْسَلٌ وَهٰذَا حَدِيثٌ مُنْقَطِعٌ) دونوں قسموں کو علیحدہ علیحدہ کرکے دکھاتے ہیں (اور جو مرسل کا فعل دونوں کیواسطے استعمال کرتے ہیں تو اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ انقطاع سے بسبب لازمی ہونے کے

---

[1] مرسل وہ حدیث ہے جسکی اسناد صحابی ساقط اور منقطع وہ ہے جسکی اسناد سے سوائے صحابی کے نیچے کے طبقہ کا کوئی راوی ساقط ہو زیادہ تفصیل ان کی آگے آئے گی ۱۲ منہ

[2] شیخ ابن الصلاح فرماتے ہیں منقطع مُرسل ہر دو ایک دوسرے کی شمولیت رکھتے ہیں۔ جبتک کہ اُن کی سند اتصال نہو۔ اقرب الی الصواب یہی مذہب ہے اور اسی طرف فقہاء وغیرہم کی ایک جماعت گئی ہے خطیب نے بھی کفایہ میں اسی مذہب کو ذکر کیا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ جس حدیث کو تابعی بغیر واسطہ صحابی کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے روایت کرے وہ اکثر کرکے انقطاع سے موصوف ہوتی ہے اور جسکو تبع تابعین بغیر واسطہ تابعی کے صحابی سے روایت کرے وہ اکثر کرکے انقطاع سے موصوف ہوتی ہے۔ اور مرسل و منقطع کا اختلاف فرد وغیرہ سے اسطرح قریب ہے کہ اختلاف متقدم میں تھا جو اتفاق ترادف معنے کے تغایر استعمال میں ہے اور اسمیں تو استعمال میں تغایر تحقیق ہے لیکن ترادف بھی تحلیہ

فعل متعدی لیا نہیں جاتا اگر قطعہ بولا جاوے تو ذہن منقطع کی طرف چلا جائیگا جو منقطع کے سوائے ایک علیحدہ قسم ہے اسمیں علاوہ فوت ہونے مطلب کے اور مغالطہ پڑیگا۔ اسواسطے یہ ایک ہی فعل دونوں کے واسطے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ یہ نکتہ ذرا باریک ہے ہر ایک کی سمجھ میں بآسانی نہیں آسکتا اس لئے اکثر لوگ اس سے بے خبر رہتے اور کم ہی لوگ اسپر واقف ہوئے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

اَلْخَبَرُ الصَّحِيْحُ

(وَخَبَرُ الْاٰحَادِ بِنَقْلِ عَدْلٍ تَامِّ الضَّبْطِ مُتَّصِلُ السَّنَدِ غَيْرُ مُعَلَّلٍ وَّلَا شَاذٍّ هُوَ الصَّحِيْحُ لِذَاتِهٖ)

وَهٰذَا اَوَّلُ تَقْسِيْمِ الْمَقْبُوْلِ اِلٰى اَرْبَعَةِ اَنْوَاعٍ۔ لِاَنَّهٗ اِمَّا اَنْ يَّشْتَمِلَ مِنْ صِفَاتِ الْقَبُوْلِ عَلٰى اَعْلَاهَا اَوْلَا۔ اَلْاَوَّلُ هُوَ الصَّحِيْحُ لِذَاتِهٖ۔ وَالثَّانِىْ اِنْ وُجِدَ مَا يَجْبُرُ ذٰلِكَ الْقُصُوْرَ كَكَثْرَةِ الطُّرُقِ فَهُوَ الصَّحِيْحُ اَيْضًا لٰكِنْ لَا لِذَاتِهٖ وَحَيْثُ لَا جُبْرَانَ فَهُوَ الْحَسَنُ لِذَاتِهٖ۔ وَاِنْ قَامَتْ قَرِيْنَةٌ تُرَجِّحُ جَانِبَ قَبُوْلِ مَا يُتَوَقَّفُ فِيْهِ۔ فَهُوَ الْحَسَنُ اَيْضًا لٰكِنْ لَا لِذَاتِهٖ۔ وَقُدِّمَ الْكَلَامُ عَلَى الصَّحِيْحِ لِعُلُوِّ رُتْبَتِهٖ۔ وَالْمُرَادُ بِالْعَدْلِ مَنْ لَّهٗ مَلَكَةٌ تَحْمِلُهٗ عَلٰى مُلَازَمَةِ التَّقْوٰى۔ وَالْمُرُوَّةِ۔ وَالْمُرَادُ بِالتَّقْوٰى اِجْتِنَابُ الْاَعْمَالِ السَّيِّئَةِ مِنْ شِرْكٍ اَوْ فِسْقٍ اَوْ بِدْعَةٍ۔ وَالضَّبْطُ ضَبْطَانِ۔ ضَبْطُ صَدْرٍ وَهُوَ اَنْ يُّثْبِتَ مَا سَمِعَهٗ بِحَيْثُ يَتَمَكَّنُ مِنِ اسْتِحْضَارِهٖ مَتٰى شَاءَ۔ وَضَبْطُ كِتَابٍ وَهُوَ صِيَانَتُهٗ لَدَيْهِ مُنْذُ سَمِعَ فِيْهِ وَصَحَّحَهٗ اِلٰى اَنْ يُّؤَدِّيَ مِنْهُ۔ وَقَيَّدَهٗ بِالتَّامِّ اِشَارَةً اِلَى الرُّتْبَةِ الْعُلْيَا فِىْ ذٰلِكَ۔ وَالْمُتَّصِلُ مَا سَلِمَ اِسْنَادُهٗ مِنْ سُقُوْطٍ فِيْهِ بِحَيْثُ يَكُوْنُ كُلٌّ مِّنْ رِجَالِهٖ سَمِعَ ذٰلِكَ الْمَرْوِىَّ مِنْ شَيْخِهٖ۔ وَالسَّنَدُ تَقَدَّمَ تَعْرِيْفُهٗ۔

وَالْمُعَلَّلُ لُغَةً مَا فِيْهِ عِلَّةٌ - وَاصْطِلَاحًا مَا يُخَالِفُ فِيْهِ الرَّاوِيْ مَنْ هُوَ
اَرْجَحُ مِنْهُ - وَلَهٗ تَفْسِيْرٌ اٰخَرُ سَيَاْتِيْ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَنْبِيْهٌ قَوْلُهٗ وَ
خَبَرُ الْاٰحَادِ كَالْجِنْسِ وَبَاقِيْ قُيُوْدِهٖ كَالْفَصْلِ - وَقَوْلُهٗ بِنَقْلِ عَدْلٍ اِحْتِرَازٌ
عَمَّا يَنْقُلُهٗ غَيْرُ الْعَدْلِ - وَقَوْلُهٗ هُوَ يُسَمّٰى فَصْلًا يَتَوَسَّطُ بَيْنَ الْمُبْتَدَاءِ وَالْخَبَرِ
يُؤْذِنُ بِاَنَّ مَا بَعْدَهٗ خَبَرٌ عَمَّا قَبْلَهٗ وَلَيْسَ بِنَعْتٍ لَهٗ - وَقَوْلُهٗ لِذَاتِهٖ يُخْرِجُ
مَا يُسَمّٰى صَحِيْحًا بِاَمْرٍ خَارِجٍ عَنْهُ كَمَا تَقَدَّمَ)

حدیث صحیح کی تعریف

اور خبر احاد جب تام الضبط عادل راوی کی روایت سے باتصال سند بغیر تعلیل وشذوذ کے وارد ہو تو یہی قسم صحیح لذاتہ ہے - اور یہ اقسام اربعہ مقبولہ کی پہلی تقسیم ہے اور مقبول احاد کو چار قسموں میں تقسیم کرنے کی یہ وجہ ہے کہ خبر واحد مقبول یا تو صفات قبولیت کے اعلےٰ اوصاف پر مشتمل ہوگی - یا نہ ہوگی - پس پہلا قسم تو صحیح لذاتہ ہے - اور صورت ثانیہ میں اور دو حالتیں خبر کو پیش آئیگی ایک حالت تو یہ ہے

لہ ابن حجر ایضاح نکت ابن الصلاح میں فرماتے ہیں صحیح میں شذوذ کی نفی کی شرط جو لگائی گئی ہے مشکل ہے اسواسطے کہ جب اسناد متصل ہو اور اسکے سب راوی عادل وضابط ہوں تو علل ظاہری اس سے خود بخود دور ہو گئے - پھر مخالفت ہونا اس کا کسی ثقہ راوی سے مستلزم ضعف کا نہیں بلکہ یہ قسم صحیح اور اصح سے ہے - اور اس کی مثال صحیحین میں موجود ہیں منجملہ اُن امثلہ کے صحیح بخاری میں جابر کے اونٹ کی فروخت کا قصہ ہے جس کی قیمت کی مقدار اور اشتراط رکوب مختلف متعدد طریقوں سے بیان کیا گیا ہے اور باوجود نقل کرنے اُن مختلف طریقوں کے جو اونٹ کی قیمت اور اشتراط رکوب میں ایک دوسرے سے مخالف ہو گئے ہیں بخاری نے اُسی طریق کو ھذا اصح کہکر ترجیح دیدی ہے جس میں اشتراط رکوب اور ایک اوقیہ سونے کا ثمن ہے - اور اسی قسم سے مسلم کی وہ حدیث ہے جسکو مالک نے زہری سے اور زہری عروہ سے اور عروہ ام المومنین حضرت عائشہ سے فجر کی دو رکعتیں پڑھنے سے پہلے تھوڑا سا لیٹنا بیان کرتے - اور حالانکہ زہری سے زہری کے اصحاب معمر - یونس - عمرو بن الحارث اوزاعی ابن ابی ذہب - شعیب وغیرہم مخالف ہو گئے ہیں - اونھوں نے لیٹنا فجر کی دو سنتوں کے بعد ذکر کیا ہے - اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اُنہیں کی روایت کو امام مالک کی روایت پر ترجیح دی ہے باوجود انکو ترجیح دینے کے مالک کی روایت کو بھی ترک نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اپنی صحیح کتابوں میں اسکو بھی نقل کرتے رہے ہیں

کہ اُس قصور کا اگر طرق متعددہ و اسانید کثیرہ سے جبیرہ ہو گیا تو وہ بھی صحیح
ہی ہو ویگی لیکن صحیح لذاتہ نہو گی صحیح لغیرہ کہلائیگی - اور حالت ثانیہ یہ ہے کہ اُس
قصور کا کسیطرح جبیرہ نہو سکا - تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے - اور اگر کوئی قرینہ مرجح
جانب قبول متوقف فیہ کے قائم ہو جاوے تو وہ بھی حسن ہی ہو ویگی لیکن لذاتہ
نہو گی حسن لغیرہ ہو گی (متوقف فیہ مستور الحال راوی کی حدیث ہے اگر اوس کی
سندیں زیادہ ہو جاویں - یا آئمہ اُسکو معمول بہ ٹھرالیویں یا صحابہ کے اقوال کے
موافق ہو یا کوئی اور قرینہ ترجیح کا قائم ہو جاوے تو توقف کی حالت سے ترقی
کرکے حسن لغیرہ ہو جائیگی) اقسام مقبولہ میں سے صحیح لذاتہ کو اسواسطے پہلے ذکر
کیاہے کہ اس کا مرتبہ عالی ہے - اور صحیح کی تعریف میں جو راوی کی عدالت کا ذکر
آیاہے تو اُس سے وہ ملکہ اور مبداء صدور افعال جمیلہ کا مراد ہے جو راوی کو "
اور مروۃ پر قایم رکھے - اور تقوے سے یہ مطلب ہے کہ اعمال سیہ شرک اور فسق
بدعت سے مجتنب رہے (عدالت سے عدالت شہادت مراد نہیں جس میں ذکوریت
وحریت وبلوغت شرط ہے بلکہ روایت کی عدالت مراد ہے جس سے رقیق عورت
اور لڑکا ممیز بھی موصوف ہو سکتا ہے اور عدالت کے متعلق امام شافعی فرماتے ہیں
اگر عادل وہ شخص قرار دیا جاوے جس نے کبھی گناہ ہی نہ کیا ہو تو ایسا عادل ایک
بھی ہمکو نہیں ملیگا اور اگر بالکل کوئی گناہ عدالت کا مانع قرار نہ دیا جاوے تو کوئی
شخص مجروح نہ ملیگا سب ہی عادل ہونگے - لیکن جو شخص کبائر کا تارک ہو اور
اُس کی نیکیاں بدکاریوں سے زائد ہوں تو وہ عادل ہے) اور ضبط کا ذکر جو صحیح کی تعریف
میں آیا ہے کہ راوی اچھی طرح یاد رکھنے والا ہو سو یہ ضبط دو قسم ہے - ایک تو ضبط صدر ہے کہ
راوی اپنی مسموعات کو سینہ میں ایسا محفوظ رکھے کہ جب چاہے ہو بہو ویسا ہی پڑھ لیوے - دوسرا
ضبط کتاب کا ہے اور وہ اسطرح ہے کہ جب سے اپنی کتاب میں اُستاد سے سُنا - یا اپنے پاس کی حدیث جو
پہلے کسی اور سے سُنی تھی کسی کامل محدث سے مقابلہ کرکے صحیح طور پر اپنی کتاب میں لکھ لیا ہو
اُس کتاب کو حدیث کے ادا کے وقت تک اپنے پاس محفوظ رکھے

اور تام الضبط سے اشارہ ہے طرف رتبہ عالیہ حدیث کے جو صحیح لذاتہ ہے - اور
اتصال سند سے یہ مراد ہے کہ اسناد حدیث کی راوی کے ساقط ہونے سے سالم ہو
یعنی ابتدا سے لے کر اخیر تک سلسلہ وار ایک دوسرا روایت کرتا آیا ہو بیچ میں
سے کوئی راوی چھوٹا نہو - اور سند کی تعریف مع مثال پیچھے گذر چکی ہے - اور
معلل لغت میں اس حیوان کو کہتے ہیں جس میں علت قادح صحت کی پوشیدہ ہو
راور وہ علل قادحہ صحت کے یہ ہیں - ارسال خفی جو ظاہرا متصل نظر آتا ہو - وقف
کی جگہ رفع - ایک حدیث کو دوسری میں ملا کر بیان کرنا) اور شاذ لغت میں اکیلی
چیز کو کہتے ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس میں راوی ثقہ اپنے
سے ارجح راوی سے مخالفت کرے اور اس شاذ کی ایک اور تفسیر بھی ہے جو آگے آئیگی انشاءاللہ
تعالیٰ - تنبیہ - جز احاد کا لفظ جو ابن حجر نے استعمال کیا ہے وہ بمنزلہ جنس کے ہے
(جو صحیح اور غیر صحیح دونوں کی شمولیت رکھتا ہے) اور باقی قیود اسکے فصل کیطرح
ہیں (اس شمول سے صحیح کو علیحدہ کرتے ہیں) اور نقل عدل کی لفظ سے احتزام ہے
اُن راویوں سے جو غیر عادل - فاسق - بدعتی - مجہول الحال ہوں - اور ضمیر منفصل
ھُو کا لانا اس جگہ میں اس کا نام فصل رکھا جاتا ہے جو مبتدا اور خبر کے درمیان
میں واسطہ ہو کر اس امر کی خبر دیتا ہے کہ اس کا مابعد ماقبل کی خبر ہے لغت نہیں
(اس واسطے کہ لغت و منعوت میں فصل و جدائی نہیں ہوتی) اور لذاتہ کا لفظ نکال
دیتا ہے اُس حدیث کو جسکی صحت خارجی امر سے ہو یعنے صحیح لغیرہ کو کما مر

اَصَحُّ الاَسَانِيد

(وَتَتَفَاوَتُ رُتَبُهُ) اَيْ رُتَبُ الصَّحِيحِ بِسَبَبِ تَفَاوُتِ هٰذِهِ
الْاَوْصَافِ) الْمُقْتَضِيَةِ لِلتَّصْحِيحِ فِي الْقُوَّةِ فَاِنَّهَا لَمَّا كَانَتْ مُفِيدَةً
لِغَلَبَةِ الظَّنِّ الَّذِي عَلَيْهِ مَدَارُ الصِّحَّةِ اِقْتَضَتْ اَنْ يَكُونَ لَهَا دَرَجَاتٌ

ؔ اور اگر غیر ثقہ راوی اس راوی سے مخالفت کرے جو اس سے ارجح ہے تو وہ حدیث شاذ نہوگی بلکہ منکر ہوگی - ۱۲ منہ

بعضها فوق بعض بحسب الامور المقوية - واذا كان كذلك فما يكون
رواته في الدرجة العليا من العدالة والضبط وسائر الصفات
التي توجب الترجيح كان اصح مما دونه فمن المرتبة العليا
في ذلك ما اطلق عليه بعض الائمة انه اصح الاسانيد - كالزهري
عن سالم بن عبد الله بن عمر عن ابيه - وكمحمد بن سيرين عن عبيدة
بن عمرو السلماني عن علي - وكابراهيم النخعي عن علقمة بن قيس
عن ابن مسعود ودونها في الرتبة كرواية بريد[١] بن عبد الله بن
ابي بردة عن جده عن ابيه ابي موسى - وكحماد بن ابي صالح
عن ابيه عن ابي هريرة - وكالعلاء[٢] بن عبد الرحمن عن ابيه
عن ابي هريرة - فان الجميع يشملهم اسم العدالة والضبط الا ان
في المرتبة الاولى فيهم من الصفات المرجحة ما يقتضي تقديم
روايتهم على التي تليها وفي التي تليها من قوة الضبط ما يقتضي
تقديمها على الثالثة - وهي مقدمة على رواية من يعد ما ينفرد به
حسنا كرواية محمد بن اسحق عن عاصم بن عمر عن جابر وعمرو بن
شعيب عن ابيه عن جده[٣] وقس على هذه المراتب ما يشبهها في
الصفات المرجحة والمرتبة الاولى هي التي اطلق عليها بعض
الائمة انها اصح الاسانيد - والمعتمد عدم الاطلاق لترجمة معينة
منها - نعم يستفاد من مجموع ما اطلق الائمة عليه ذلك
ارجحيته على ما لم يطلقوه)

---

[١] - برید بن عبد اللہ ثقہ ہے قلیل الخطا ہے ١٢ منہ

[٢] علاء بن عبد الرحمن صدوق ہے اور کہا ہے روایت کرتے وقت وہم بھی کر جاتا ہے ١٢ منہ

[٣] - عمرو بن شعیب والی سند میں اگر جدہ سے مراد جد عمرو لیا جاوے جس کا نام محمد ہے - تو حدیث مرسل ہوگی اسواسطے کہ محمد تابعی ہے اور اگر جدہ کی ضمیر شعیب کیطرف پھیری جاوے تو اس کا جد عبد اللہ ہے - اور شعیب کا سماع اپنے دادے سے صحیح ہے - عراقی الفیہ کی شرح میں فرماتے ہیں شعیب کی حدیث اپنے دادے سے اصح اقوال میں محتمل ہے ١٢ منہ

رکھتا ہے۔ مگر پہلے مرتبہ کے راویوں کے صفات مرجحہ اقتضا کرتے ہیں کہ اُنکی
روائتیں طبقہ قریبہ (ثانیہ) کی روائتوں پر مقدم کی جاویں۔ اور دوسرے طبقہ
کا ضبط اقتضا کرتا ہے کہ ان کی روائتیں طبقہ مؤخرہ ثالثہ کی روائتوں پر مقدم
کی جاویں۔ ....
......۔ اور طبقہ ثالثہ کی روائتیں اُن راویوں کی روائتوں پر مقدم ہیں
جنکی بغیر کسی تابع کے تنہا ہو کر روایت کرنی حسن شمار کی جاتی ہے۔ جیسے محمدؐ بن
اسحٰق عن عاصم بن عمر عن جابر۔ اور جیسے عمرو بن شیب عن ابیہ عن جدہ۔ اور جو
صفات مرجحہ ہیں اور سندیں ان کی مشابہ ہوں جیسے خبر متفق علیہ۔ افراد بخاری
افراد مسلم تو اُنکو بھی انہیں مدارج علیا۔ وسطی۔ سفلی پر قیاس کرلینا چاہئے۔ اور
درجہ اول اصح الاسانید میں وہی ہے۔ جسپر بعض آئمہ حدیث نے اصح الاسانید کا
اطلاق کیا ہے۔ لیکن محققین متاخرین کے نزدیک کسی خاص سند پر اصحیت کا
اطلاق کرنا ٹھیک نہیں۔ اس واسطے کہ کسی خاص سند کو اصح کہنا موقوف ہے اس
امر پر کہ سب راویوں کے اعلےٰ اوصاف دریافت کئے جاویں۔ اور پھر جو اُنمیں قابل
فوقیت ہوں انکو ماںقی پر ترجیح دیجاوے۔ اور یہ امر بسبب منتشر ہونے راویوں کے
مشرق۔ مغرب۔ شمال۔ جنوب میں مشکل ہو گیا ہے۔ اس لئے علی الاطلاق کسی خاص
سند کو اصح الاسانید نہیں کہا جاتا ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جب اس طرح کہنے کی ضرورت
پڑے تو اُس سند کو کسی صحابی یا کسی شہر سے مخصوص کرے اور اس طرح کہے کہ
اہل بیت کی سب سندوں میں جعفر بن محمدؐ عن ابیہ عن جدہ عن علی بن ابیطالب
کی سند زیادہ صحیح ہے اور ابن مسعود کی سب سندوں سے ابراہیم نخعی عن علقمہ
عن ابن مسعود کی زیادہ صحیح ہے اور اہل مصر کی اصح الاسانید لیث عن یزید بن ابی
حبیب عن ابی الخیر عن عقبۃ بن عامر ہے۔ اس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے
قابل ہے کہ اصح الاسانید کہنے سے حدیث کی صحت قطعی لازم نہیں آتی اسواسطے
کہ محدثین ھٰذا اَصَحُّ مَا جَاءَ فِی الْبَابِ کہا ہے اس حدیث کے حق میں بھی کہدیتے

ہیں کہ جو نفس الامر میں ضعیف ہی ہو - اور مطلب انکا اس کہنے سے یہ ہوتا ہے
کہ دوسرے سے یہ حدیث مرجح ہے - یا ضعف میں کم ہے) اور جن سندوں کو آئمہ
متقدمین نے اصح الاسانید کہا ہے - انکا یہ حکم لگانیسے اس قدر فائدہ ہے کہ جن
سندوں کو انہوں نے اصح نہیں کہا انپر اون کو فوقیت اور ترجیح ہے -
(وَيَلْتَحِقُ بِهٰذَا التَّفَاضُلِ مَا اتَّفَقَ الشَّيْخَانِ عَلٰى تَخْرِيْجِهٖ بِالنِّسْبَةِ
اِلٰى مَا انْفَرَدَ بِهٖ اَحَدُهُمَا - وَمَا انْفَرَدَ بِهِ الْبُخَارِيُّ بِالنِّسْبَةِ
اِلٰى مَا انْفَرَدَ بِهٖ مُسْلِمٌ لِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ بَعْدَهُمَا عَلٰى تَلَقِّيْ
كِتَابَيْهِمَا بِالْقَبُوْلِ - وَاخْتِلَافُ بَعْضِهِمْ فِيْ اَيِّهِمَا اَرْجَحُ فَمَا
اتَّفَقَا عَلَيْهِ اَرْجَحُ مِمَّا لَمْ يَتَّفِقَا عَلَيْهِ -)
اور اسی فضیلت مذکورہ کے ساتھ ملتی ہے فضیلت بخاری و مسلم کی اُن
حدیثوں کی جنکو ان دونوں اماموں نے اتفاقاً روایت کیا ہے - اُن حدیثوں
پر جنکے روایت کرنے میں یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے ہیں
اسیطرح امام بخاری کے انفراد کو امام مسلم کے انفراد پر فضیلت ہے اور یہ فضیلت
بسبب متفق ہونے علماء کے اوپر قبول کرنے صحیحین کے ہے - اور جو بعض علماء نے
اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ ان دونوں کتابوں میں سے کونسی کتاب زیادہ
مرجح ہے - تو اسکے بارہ میں ہم یہ کہتے ہیں کہ جن حدیثوں کے روایت کرنے میں
بخاری و مسلم دونوں کا اتفاق ہے - وہ متفق علیہ حدیثیں تلقی کی حیثیت سے بخاری
و مسلم کی اُن حدیثوں سے زیادہ مرجح ہیں جنکو ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر روایت کرتے ہیں

اَلْبُخَارِيُّ مُقَدَّمٌ فِي الصِّحَّةِ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ

(وَقَدْ صَرَّحَ الْجُمْهُوْرُ بِتَقْدِيْمِ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ فِي الصِّحَّةِ وَلَمْ يُوْجَدْ عَنْ اَحَدٍ

---

(۱) امام بخاری کی کنیت ابو عبداللہ اسم شریف محمد بن ابو الحسن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ ابن الاحنف

التَّصْرِيحِ بِنَقِيضِهِ - وَاَمَّا مَا نُقِلَ عَنْ اَبِي عَلِيٍّ النَّيْسَابُوْرِيِّ اَنَّهُ قَالَ مَا تَحْتَ
اَدِيْمِ السَّمَاءِ اَصَحُّ مِنْ كِتَابِ مُسْلِمٍ فَلَمْ يُصَرِّحْ بِكَوْنِهِ اَصَحَّ مِنْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ

حاشیہ بقیہ صفحہ ۴۵ نمبرا - الجعفی بالولاء البخاری ہے ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے آپکے ابا میں سے
پہلا شخص جو مسلمان ہوا ہے مغیرہ ہے پہلے مجوسی تہا یمان جعفی والی بخارا کے ہاتھ پر اسلام لایا اسیواسطے اوسکو جعفی کہتے ہیں
امام بخاری حدیث کی طلب میں محدثین کے اکثر شہروں میں جیسے کہ خراسان - جبال - عراق - حجاز - شام مصر - بغداد
بصرہ کوفہ بکثرت سفر کیا - دس سال کی عمر میں حدیث یاد کرنی شروع کی - ابن مبارک و اصحاب مالک سے حدیث اخذ کی
سولہ سال کی عمر میں ابن مبارک اور وکیع کی کتابیں یاد کرکے حنفیوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا - اسی سن میں آپکو والد آپکے
مع والدہ و بہائی آپکے حج کو لیگئے - اور اٹھارہ سال کی عمر میں آپنے صحابہ تابعین کے فیصلہ جات و مقدمات کو مرتب کیا - بعد ازاں
مدینہ منورہ میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ آلہ وصحبہ وسلم کے روضہ کے پاس مہتابی راتوں میں تاریخ کبیر لکھی -
بعد ازاں متعدد بلاد اسلام میں سماع حدیث کیواسطے سفر کیا - آپ فرماتے ہیں ایکہزار اسی محدثین سے حدیث میں روایت کرتا
ہوں - مشائخ آپکے پانچ طبقوں پر ہیں - تبع تابعین - اتباع تبع - اقران و اصحاب بولیت - کے شیخ تلامیذ آپکے اور
بہت فضلا آپکے شاگرد ہیں - ترمذی - ابن خزیمہ فربری اور صحیح بخاری ایک لاکھ کے قریب آدمیوں نے آپسے پڑھی ہے حفظ
اور یاد آپ کی ایسی تھی کہ حامد بن محمد اسمعیل محدث کہتے ہیں امام بخاری ہمارے ساتھ مشائخ حدیث کی خدمت میں
حدیث سننے کو جایا کرتے تھے - اور مسموعہ حدیث کے لکھنے کے واسطے قلم و دوات نہ لایا کرتے تھے ہمنے آپکو کہا اس آمد و رفت
سے کیا فائدہ ہے جب لکھتے نہیں ہیں سنا ہوا بغیر کتابت کے بھول جاتا ہے - سولہ روز کے بعد آپنے ہمیں یہ جواب دیا کہ آپ صاحبو
نے مجھے بہت دق کیا ہے - اب آپنے لکھے ہوئے کو میری حفظ سے مقابلہ کرو - اور اسوقت تک ہم پندرہ ہزار حدیثیں لکھ چکے
تھے - یہ سب حدیثیں آپنے حفظ سے سنائیں اور ایسا صحیح سنایا کہ ہمنے آپکی یاد سے انکو صحیح کیا - اور فرمایا کہ تم گمان کرتے ہو کہ میں
عبث محنت کرتا ہوں - ہیں تو اسی روز سمجھ گیا تھا کہ آپ ضرور کامل شخص ہونگے - علماء زمان آپکی مدح و تعظیم بیحد کیا کرتے تھے
امیر المومنین فی الحدیث و ناصر الاحادیث المصطفویہ و ناشر المواریث المحمدیہ کے لقب سے آپ پکارے جاتے تھے - امام مسلم جب آپ کی
خدمت میں حاضر ہوتے تو فرمایا کرتے تھے کہ اے استادوں کے استاد اور محدثوں کے سردار مجھے اپنی قدمبوسی کا شرف
عطا کرو - امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں آسمان کے نیچے آپسے بڑھکر حدیث کو جاننے والا کوئی نہیں - حفظ حدیث و معانی کتاب
و سنت کے فہم میں آپکے زمانہ میں آپسے بڑھکر کوئی نہ تھا - اجتہاد و استنباط میں بے نظیر رکھتے تھے - علم حدیث زمانہ نبوی سے
لیکر سو سال تک مدون نہ ہوا تھا سینہ بسینہ چلا آیا کرتا تھا - بعد سو سال کے مدون ہوا - دوسری صدی میں پایہ بپایہ مستحکم ہوا - اور
تصنیف میں آیا - بخاری دو سو سال کے بعد آئے تو انہوں نے اس علم کو مخلوط پایا صحیح ضعیف وغیرہ سبکو ملا ہوا دیکہا آپنے
دین میں سب سے اہم کام یہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی صحیح حدیث کو چھانٹ کر علیحدہ کیا جاوے اور اس معاملہ میں
بعض حفاظ حدیث کی آرزو کو بھی موید پاکر کمر ہمت باندہی اور اسلامی ملکوں میں پھر کر جہانتک حدیث ملا آپکو پتہ لگا و ہانسے موافق
پیشگوئی حدیث لو کان الدین عند الثریا لناله رجل من ابناء فارس کے حدیث کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کیا جنکی تعداد چھ لاکھ
تک ہے پہر اس ذخیرہ حدیث سے صحیح صحیح حدیثیں چنکر ایک جگہ لکھیں - اور انکے لکھنے میں یہ خیال کیا کہ روضہ اقدس
اور منبر نبوی کے درمیان میں بیٹھکر ہر ایک حدیث کیلئے دوگانہ نفل اور درود پڑھکر سولہ سال کے درمیان میں اس بابرکت کام کو انجام
تک پہنچایا اور مسلمانوں کو ایک صحیح و مضبوط دستاویز دیا کہ جس پر بلا تشکیک پہر عمل کریں - خداوند کریم نے اس کتاب میں وہ برکت
رکھی ہے کہ جس مہم کیلئے یہ پڑھی جاوے خدا تعالی اسے پورا کر دیتا ہے حرمین شریفین میں سلطان روم خلد اللہ
ملکہ ہمیشہ اسکا ختم جاری رکھتے ہیں سوائے اس کتاب کے امام بخاری کی اور کتابیں بھی ہیں منجملہ انکے ادب المفرد - رفع الیدین فی الصلوۃ
قرات الفاتحہ خلف الامام - بر الوالدین - تاریخ اوسط - تاریخ صغیر - خلق افعال عباد - کتاب ضعفا - کتاب الاشربہ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷)

لِاَنَّهٗ اِنَّمَا نَفَی وُجُوْدَ کِتَابٍ اَصَحَّ مِنْ کِتَابِ مُسْلِمٍ۔ اِذِ الْمَنْفِیُّ اِنَّمَا هُوَ مَا یَقْتَضِیْهِ صِیْغَةُ اَفْعَلَ مِنْ زِیَادَةِ صِحَّتِهٖ فِیْ کِتَابٍ شَارَکَ کِتَابَ مُسْلِمٍ فِیْ اَصْلِ الصِّحَّةِ یَمْتَازُ بِتِلْکَ الزِّیَادَةِ عَلَیْهِ۔ وَلَمْ یَنْفِ الْمُسَاوَاتِ۔ وَکَذٰلِکَ مَا نُقِلَ عَنْ بَعْضِ الْمُغَارِبَةِ اَنَّهٗ فَضَّلَ صَحِیْحَ مُسْلِمٍ عَلٰی صَحِیْحِ الْبُخَارِیِّ فَذٰلِکَ فِیْمَا یَرْجِعُ اِلٰی حُسْنِ السِّیَاقِ وَجُوْدَةِ الْوَضْعِ وَالتَّرْتِیْبِ۔ وَلَمْ یُفْصِحْ اَحَدٌ مِنْهُمْ بِاَنَّ ذٰلِکَ رَاجِعٌ اِلَی الْاَصَحِّیَّةِ۔ وَلَوْ اَفْصَحُوْا لَرَدَّهٗ عَلَیْهِمْ شَاهِدُ الْوُجُوْدِ وَالصِّفَاتُ الَّتِیْ تَدُوْرُ عَلَیْهَا الصِّحَّةُ فِیْ کِتَابِ الْبُخَارِیِّ اَتَمُّ مِنْهَا فِیْ کِتَابِ مُسْلِمٍ وَاَسَدُّ) اتوم ۱۲

صحیح بخاری صحت میں حدیث کی سب کتابوں پر جمہور علماء کے نزدیک مقدم ہے

اور جمہور محدثین نے صحت کی بابت سب کتب حدیث پر صحیح بخاری کو مقدم کیا ہے اور

بقیہ حاشیہ صفحہ (۴۶) ہنر ا۔ کتاب ہبہ۔ کتاب وحدان۔ کتاب علل۔ کتاب کنی۔ کتاب مبسوط وغیرہ وفات آپکی قریہ خر تنگ میں ۲۵۶ھ میں ہوئی۔

ابو بکر خطیب عبدالواحد طوسی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے خواب میں جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو دیکھا کہ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کسی کا انتظار کر رہے ہیں مینے سلام کیا کہ یا رسول اللہ آپ اسجگہ کس واسطے توقف کر رہے ہیں آپنے فرمایا انتظر محمد ابن اسمٰعیل البخاری میں محمد بن اسمٰعیل بخاری کی انتظاری کرتا ہوں چند روز کے بعد امام بخاری کی وفات کی خبر آئی جب تحقیق کی مینے تو آپکی وفات اسی ساعت میں ہوئی تھی جسمیں مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو دیکھا تھا۔ امام بخاری نے جب حدیث حاصل کرکے وطن مالوفہ بخارا کی طرف رجعت فرمائی تو اہل بخارا نے شہر کے باہر تین میل کے اندازہ پر امام بخاری کے استقبال کیواسطے خیمے جا لگائے اور بہت کچھ درہم و دینار آپ پر تصدق کرکے شہر میں لائے ایک مدت تک بخارا میں حدیث پڑھاتے رہے آخر کچھ اہل غرض اور حسادگرو حاکم بخارا کو اس امر پر آمادہ کیا کہ امام بخاری کو یہاں دربار میں بلوا کر حدیث سنی چاہیے۔ امام بخاری نے جواب دیا کہ میں علم نبوی کو صید لیکر بیعزت نہیں کرتا ہوں حاکم کو ضرورت ہے تو یہاں آکر سنا کرے۔ خداوند کریم نے امام بخاری کو دولت بھی بہت عطا کی ہوئی تھی اور اس پاک مال سے طلبہ حدیث کے ساتھ بہت سلوک کیا کرتے تھے۔ بعض مورخ یوں بھی کہتے ہیں کہ حاکم نے امام بخاری سے یہ استدعا کی تھی کہ انکے شاہزادوں کیلئے خاص تنہا مجلس ہو اور غیر اس میں کوئی شریک نہو سکے امام بخاری نے جواب دیا کہ مجھسے یہ نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں میں سے کچھ آدمیوں کو مخصوص کر دوں اور باقی کو محروم اسوجہ سے فیما بین حاکم بخارا و امام بخاری کے بگاڑ ہو گیا اور اسکی نوبت یہانتک پہنچی کہ حاکم نے بلا قصور امام بخاری کو اپنے گھر سے جلا وطن کر دیا اور امام بخاری نے ان ظالموں کے حق میں یہ فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اَرِهِمْ مَا قَصَدُوْا فِیْ نَفْسِهِمْ وَاَوْلَادِهِمْ وَاَهْلِیْهِمْ۔ یا اللہ جسطرح کہ انہوں نے مجھے یہ تکلیف دی ہے انکو بھی اسیطرح اس بلا میں پھنسا اللہ تعالیٰ نے چونکہ حدیث قدسی من عادی لی ولیا میں اپنے پیاروں کی مخالفت وعداوت کرنے والوں کو اعلان بالحرب کا اعلان دیا ہوا ہے اسکے موافق تھوڑے دنوں کے بعد دار الخلافہ سے حاکم کو معزول کرکے گدھے پر سوار کرکے شہر کے گرداگرد پھرا کر اس کی خواری کی شہرت بھی کی اور اس فضیحت کے بعد جیل میں قید کرکے وہاں ہی مارا اور حاکم کے باقی معاون لوگ جو حاکم کے شریک اس امر میں تھے سب کو طرح طرح کی عذاب میں گرفتار کیا۔ الغرض امام بخاری اسجگہ سے بادل ناخواستہ بیکس سمرقند کیطرف گئے اور سمرقند کے لوگوں نے آپ کو خط بھی لکھا تھا مگر جب

اور کسی عالم سے اسکے بر خلاف تصریح نہیں پائی گئی رجو کسی اور کتاب کو صحت
میں بخاری پر مقدم کرتا ہو اور جو امام شافعی رح نے مؤطا مالک کی نسبت فرمایا ہے کہ اللہ
کی کتاب کے بعد زمین پر مؤطا مالک سے کوئی کتاب زیادہ صحیح نہیں تو یہ فرمانا
آپکا صحیح بخاری کے تیار ہونے سے پہلے تھا) اور جو حاکم کے اُستاذ ابو علی حسن نیشاپوری
سے منقول ہے کہ آسمان کے نیچے صحیح مسلم سے اور کوئی کتاب زیادہ صحیح نہیں تو اُنکے
اس کلام سے صراحتہً یہ نہیں پایا جاتا کہ صحیح مسلم جو صحیح بخاری سے زیادہ صحت
رکھتی ہے - اسواسطے کہ ابو علی اُس کتاب کے وجود کی نفی کرتے ہیں جو صحیح مسلم سے
زیادہ صحیح ہو منفی آپکے کلام میں وہ کتاب ہے جسکی صحت کی زیادت مسلم کی مشارک
کی کتاب سے کہ افعل کا صیغہ اقتضا کرتا ہے - یعنی اُس صحت کی نفی ہے جس کی وجہ سے
وہ مشارک کتاب اصل صحت میں صحیح مسلم سے ممتاز و فایق ہو جاوے - اور صحت کے
مساوات کی نفی نہیں - پس آپکا قول بھی منافی ماسبق کا نہوا - اور جیسا کہ ابو علی کے
قول سے مسلم کی اصحیّت نہیں پائی جاتی اسی طرح جو بعض مغاربہ سے منقول ہے
کہ اُنہوں نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دی ہے تو اُن کا قول بھی محمول ہے
اِس امر پر کہ یہ فضیلت مسلم کی بخاری پر صحت میں نہیں - بلکہ اس خوبی میں ہے
کہ احادیث کو اچھی وضع اور اچھی ترتیب پر اپنی کتاب میں لاتے ہیں اِس طور پر
کہ حدیث کے واسطے ایک ایسی جگہ مقرر کر دیتے ہیں جو اُسکے لائق اور مناسب ہوتی
ہے - اور پھر اس جگہ اُسکے متعلق اسانید متعددہ مع الفاظ مختلفہ کے سب جمع کر دیتے ہیں
جس سے ناظر کو اُنمیں غور کرنا آسان ہو جاتا ہے - علاوہ ازیں مشکل[۱] مجمل[۲] منسوخ[۳] متشابہ[۴]
مبہم[۵] کے اقسام اول ذکر کرکے اُنکے بعد مبیّن[۱] مفسر[۲] ناسخ[۳] مصرح[۴] السماع معیّن[۵] -
منسوب[۶] کے اقسام بھی وہاں ہی بیان کر دیتے ہیں - اور امام بخاری چند متفرقہ مسائل
کی وجہ سے جو ایک حدیث کے اندر ہوتے ہیں اُس حدیث کو دور دراز بابوں میں کئی
جگہ بیان کرتے ہیں - اسوجہ بخاری کی حدیث تلاش کرنے میں دقت ہوتی ہے - یہانتک
کہ بعض حفاظ بھی مغالطہ میں آکر نفی کر دیتے ہیں اُس حدیث کی جو بخاری میں موجود ہوتی

علاوہ ازیں اکثر کرکے امام بخاری بسبب دقیق ہونے فہم اپنے کے حدیث کو ایسے باب
میں ذکر کرتے ہیں کہ اُس حدیث کی مناسبت اُس باب سے ہر ایک کے فہم میں سہولت
سے نہیں آسکتی۔ اور شامیوں کی روایات بیان کرنے میں جو اُن کو بطور مناولت
کے ملے ہیں اوہام بھی لاحق ہو جاتے ہیں۔ یہ ہیں وجوہات جزوی ترجیح صحیح مسلم
کے صحیح بخاری پر لیکن کسی عالم نے آجتک یہ تصریح نہیں کی کہ ان وجوہ سے صحیح مسلم
صحیح بخاری سے زیادہ صحیح ہے۔ اور اگر تصریح کرتے تو صحیح بخاری کا شاہد وجود جمیع
کرنے والا اعلیٰ اوصاف صحت کا ہے ان کی تصریح کو رد کر دیتا۔ اسی واسطے کہ جن
اوصاف پر حدیث کے صحت کا دار و مدار ہے وہ صحیح مسلم سے بخاری میں اکمل و اتم طور پر
موجود ہیں چنانچہ صحت کی شرطوں میں سے ایک اہم شرط اتصال سند کی ہے بخاری
نے اس شرط کو کیسا قوی اور مضبوط طور پر اپنی کتاب میں رکھا ہے۔

وَاَمَّا رُجْحَانُهٗ مِنْ حَيْثُ الْاِتِّصَالِ فَلِاشْتِرَاطِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّاوِيْ
قَدْ ثَبَتَ لَهٗ لِقَاءُ مَنْ رَوٰى عَنْهُ وَلَوْ مَرَّةً۔ وَاكْتَفٰى مُسْلِمٌ بِمُطْلَقِ الْمُعَاصَرَةِ
وَاَلْزَمَ الْبُخَارِيَّ۔ بِاَنَّهٗ يَلْزَمُهٗ اَنْ لَّا يَقْبَلَ الْعَنْعَنَةَ اَصْلًا وَمَا اَلْزَمَهٗ بِهٖ
لَيْسَ بِلَازِمٍ لِاَنَّ الرَّاوِيَ اِذَا ثَبَتَ لَهُ اللِّقَاءُ مَرَّةً لَا يَجْرِيْ فِيْ رِوَايَتِهٖ
اِحْتِمَالُ اَنْ لَّا يَكُوْنَ قَدْ سَمِعَ۔ لِاَنَّهٗ لَا يَلْزَمُ مِنْ جَرَيَانِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ مُدَلِّسًا
وَالْمَسْاَلَةُ مَفْرُوْضَةٌ فِيْ غَيْرِ الْمُدَلِّسِ۔ وَاَمَّا رُجْحَانُهٗ مِنْ حَيْثُ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ
فَلِاَنَّ الرِّجَالَ الَّذِيْنَ تُكُلِّمَ فِيْهِمْ مِنْ رِجَالِ مُسْلِمٍ اَكْثَرُ عَدَدًا مِنْ رِجَالِ الَّذِيْنَ
تُكُلِّمَ فِيْهِمْ مِنْ رِجَالِ الْبُخَارِيِّ مَعَ اَنَّ الْبُخَارِيَّ لَمْ يُكْثِرْ مِنْ اِخْرَاجِ حَدِيْثِهِمْ
بَلْ غَالِبُهُمْ مِنْ شُيُوْخِهٖ الَّذِيْنَ اَخَذَ عَنْهُمْ وَمَارَسَ حَدِيْثَهُمْ بِخِلَافِ مُسْلِمٍ
فِي الْاَمْرَيْنِ وَاَمَّا رُجْحَانُهٗ مِنْ حَيْثُ عَدَمِ الشُّذُوْذِ وَالْاِعْلَالِ فَلِاَنَّ مَا انْتُقِدَ
عَلَى الْبُخَارِيِّ مِنَ الْاَحَادِيْثِ اَقَلُّ عَدَدًا مِمَّا انْتُقِدَ عَلٰى مُسْلِمٍ۔ هٰذَا مَعَ اتِّفَاقِ
الْعُلَمَاءِ عَلٰى اَنَّ الْبُخَارِيَّ كَانَ اَجَلَّ مِنْ مُسْلِمٍ فِي الْعُلُوْمِ وَاَعْرَفَ مِنْهُ بِصِنَاعَةِ
الْحَدِيْثِ۔ وَاَنَّ مُسْلِمًا تِلْمِيْذُهٗ وَخِرِّيْجُهٗ وَلَمْ يَزَلْ يَسْتَفِيْدُ مِنْهُ وَيَتَّبِعُ اٰثَارَهٗ

حتیٰ قال الدارقطنی[1] لولا البخاری لما راح مسلم ولا جاء۔)

اور سند کے اتصال کی حیثیت سے رجحان وفضیلت بخاری کو یہ ہے کہ اپنے راوی کے واسطے اسکے استاذ کے ساتھ ملاقات کرنی گو ایک ہی دفعہ ہو ضروری شرط ٹہرائی ہے۔ اور امام مسلم اتصال سند میں فقط معاصرت پر اکتفا کرتے ہیں یعنی استاد شاگرد کا زمانہ ایک ہونا چاہیے باہم دونوں کی ملاقات کو شرط نہیں ٹہراتے۔ بلکہ صحیح مسلم کے مقدمہ میں امام بخاری کے اس اشتراط سے انپر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ امام بخاری کی اس شرط کے مقرر کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ عنعنہ حدیث بالکل قبول نہ کی جاوے۔ لیکن یہ الزام امام مسلم کا امام بخاری پر عائد نہیں ہوتا۔ اسواسطے کہ جب راوی کی اپنے استاد کے ساتھ ایک دفعہ ملاقات ثابت ہوگئی تو پھر اس کی روایت میں عدم سماع کا احتمال جاری نہیں ہوتا۔ اور اگر عدم سماع کو اس موقعہ پر جاری کریں تو راوی کا مدلس ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ مفروضہ سوائے مدلس کے اور کے حق میں ہے۔ اتصال سند میں تو بخاری کی فضیلت مسلم پر ثابت ہوچکی۔ اور دوسری فضیلت بخاری کو مسلم پر عدالت اور ضبط کی جہت سے بھی ہے۔ اس واسطے کہ رجال متکلم فیہم بخاری کی بہ نسبت رجال متکلم فیہم مسلم کے کم ہیں

---

[1] – ابو الحسن علی بن عمر بن احمد ابن مہدی البغدادی الدارقطنی الحافظ المشہور۔ عالم۔ حافظ۔ فقیہ شافعی بغداد میں سنہ ۳۰۶ میں پیدا ہوئے۔ فقہ ابو سعید اصطخری فقیہ شافعی سے اور علم قرأت عرضاً و سماعاً محمد بن حسن نقاش سے اور ابو سعید قزازی اور محمد بن حسین طبری اور باقی علماء اس طبقہ سے حاصل کیا اور صغر سنی ہی میں بغداد میں ابو بکر بن مجاہد سے حدیث سنی پھر بڑے ہوکر کوفہ۔ بصرہ۔ شام واسط مصر و دیگر بلاد اسلام میں سفر کرکے حدیث حاصل کی سماع حدیث ابو القاسم بغوی ابن صاعد حسین محاملی و دیگر علماء اس طبقہ سے رکھتے ہیں اپنے زمانہ میں علم حدیث میں لا نام یگانہ تھے اور فقہا کے اختلاف سے بھی آپ بخوبی واقف تھے۔ بہت سے دیوان آپ کو ازبر تھے منجملہ انکے دیوان حمیری ہے ۱۲ – اسی وجہ سے منسوب تشیع کیے گئے ہیں۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی حاکم عبد الغنی مصری۔ حافظ منذری تمام رازی و جماعت کثیرہ سوائے انکے بھی آپکے شاگرد ہیں۔ حاکم فن حدیث و معرفت علل حدیث سلح و اسماء الرجال میں بے نظیر تھے۔ حاکم و خطیب و دیگر ائمہ اس فن کے اس فن میں آپکے فائق ہونے کی گواہی دیتے ہیں المختلف و المؤتلف۔ کتاب السنن و غیرہا آپکی تصانیف سے ہیں سنہ ۳۸۵ میں بغداد میں آپکا انتقال ہوا ابو حامد اسفرائنی فقیہ مشہور نے آپکا جنازہ پڑھایا۔ اور باب حرب میں معروف کرخی کے مقبرہ کے پاس دفن ہوئے ابن ماکولا کہتے ہیں میں نے خواب میں آپکو دیکھا اور فرشتوں سے آپکا حال پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ بہشت میں دارقطنی کو امام کے لقب سے پکارتے ہیں۔ دارقطن بغداد میں ایک بڑا محلہ ہے آپ اسی میں رہا کرتے تھے۔ ۱۲ منہ

چنانچہ کل افراد بخاری کے چار سو پینتیس ہیں اور انمیں متکلم فیہم فقط اسی راوی ہیں۔ اور مسلم کے کل افراد چھ سو بیس ہیں دو سو نہیں متکلم فیہم ایک سو ساٹھ ہیں (۱۶۰)
اور باوجود کم ہونے متکلم فیہم راویوں کے امام بخاری اُن ضعفا سے جیسے مطرف الوراق بقیہ بن الولید۔ محمد بن اسحٰق بن یسار نعمان بن راشد ہیں۔
روایت بھی کم ہی کسی ضرورت کے وقت متابعات و استشہاد وغیرہ میں لیتے ہیں۔ اور وہ متکلم فیہم راوی اکثر امام بخاری کے استاذ ہیں جنسے خود بخود حدیث پڑھکر لیتے ہیں۔ بہت دورکے فیصلہ کے نہیں کہ اُن کی حدیثیں پرکھی نہ جائیں۔
اور مسلم ان دونوں امروں میں بخاری کے برخلاف ہیں۔ ایک تو اسکے رجال متکلم فیہم بخاری سے زائد ہیں دوم وہ متکلم فیہم مسلم کے استاذ نہیں۔ اُوپر کے طبقہ کے ہیں اُن کی حدیثوں کی جانچ بخوبی درست نہیں کرسکتے۔ اور پھر ان ضعفا کی احادیث کو اصول واحتجاج میں لاتے ہیں اور تیسری وجہ بخاری کے صحیح ہونے کی مسلم پر یہ ہے کہ بخاری کی حدیثوں میں شذوذ واعلال نہیں اور شذوذ واعلال کا نہ ہونا بخاری میں اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ احادیث منتقدہ بخاری کے مسلم کے منتقدہ جزوں سے کم ہیں کما مر۔
یہ تین وجہیں صحیح بخاری کی فضیلت کی تو بیان ہوچکی ہیں جو اس کتاب کی خوبیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور چوتھی وجہ اس کتاب کے فائق ہونے کی اپنے مصنف کے کمال کی وجہ سے بھی ہے۔ چنانچہ علماء امت کا اتفاق ہے اس امر پر کہ امام بخاری علوم اور صناعت

ف[۱] اگر کہا جاوے کہ ضعفاء کی روایات کا صحیحین میں لانا صحت کے منافی ہے۔ پھر شیخین نے کیوں ان ضعفا سے صحیحین میں روایت کی ہے۔ اس کا جواب کئی وجہوں پر ہے اوّل یہ کہ جن راویوں سے شیخین نے احتجاج کیا ہے اور باقی محدثین نے انکو مطعون قرار دیا ہے تو یہ امر مجمول ہے کہ بخاری و مسلم کے نزدیک انمیں طعن مفسر ثابت نہیں ہوا۔ اور جرح غیر مفسر تعدیل پر مقدم نہیں۔
وجہ ثانی یہ ہے کہ اگر انمیں مفسر طعن بھی ثابت ہو جائے جب بھی صحت کے منافی نہیں اسواسطے کہ شیخین راویوں میں ضعف طاری ہونے سے پہلے انکی روائتیں اخذ کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ محدثین نے جزم کیا ہے کہ احمد بن عبدالرحمن بن اخی عبداللہ بن وہب کو اختلاط حافظہ میں ۲۵۰ دو سو پچاس کے بعد آیا ہے۔ اور امام مسلم اس سن سے پہلے ۲۰ ہجری سے حدیث اخذ کرکے مصر سے نکل آئے تھے وجہ سیوم یہ ہے کہ شیخین کے نزدیک ایک حدیث اصح سند سے ثابت ہوتی ہے مگر اسکی سند دراز ہوتی ہے اسواسطے اسکو مطعون شخصوں سے بھی علو سند کے واسطے روایت کرلیا کرتے ہیں اور ائمہ حدیث مطعون راویوں کی صحیح حدیثوں کو جانتے ہیں ۱۲ منہ

حدیث میں امام مسلم سے بہت بڑھکر ہیں۔ اور امام مسلم آپکے تلمیذ اور جہالت سے نکالکر راہ لگائے ہوئے ہیں۔ اور ہمیشہ امام بخاری سے سیکھتے اور اُنکے قدموں پر چلتے تھے۔ یہانتک بخاری سے مسلم کی ترتیب ہوئی ہے کہ حافظ دارقطنی فرماتے ہیں اگر امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم فن حدیث میں نہ ظاہر ہوتے اور نہ قدم رکھتے۔

دَرَجَاتُ الصَّحِیْحِ

وَمِنْ ثَمَّ اَیْ مِنْ ھٰذِہِ الْجِھَةِ وَھِیَ اَرْجَحِیَّةُ الْبُخَارِیِّ عَلٰی غَیْرِہٖ قُدِّمَ صَحِیْحُ الْبُخَارِیِّ عَلٰی غَیْرِہٖ مِنَ الْکُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ

۵ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی بعض رسائل میں اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے کتب حدیث کے طبقے اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ پہلا طبقہ۔ مؤطا و بخاری و مسلم کا ہے۔ اور ان تینوں کی شرح قاضی عیاض نے مشارق الانوار لکھی ہے اور دوسرا طبقہ وہ حدیثیں ہیں جو صحیحین کی صفتوں کے قریب قریب ہیں اور وہ جامع ترمذی۔ سنن ابوداؤد۔ سنن نسائی ہے انکے مصنف وثوق عدالت و حفظ و ضبط میں مشہور و فنون حدیث مے تبحر میں معروف ہیں حدیث کی تصحیح کرنے میں انہوں نے سستی نہیں کی۔ جہانتک ہو سکا حدیث کی علت ظاہر کر دی۔ اسیواسطے علماء دین میں ان کتابوں نے شہرت پائی۔ ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہیں۔ ابن الاثیر نے ان چھ کتابوں کی حدیثیں جامع الاصول میں جمع کی ہیں۔ اور الفاظ غریبہ کے معانی لکھے ہیں ابن اثیر نے ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں داخل نہیں کیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں مسند امام احمد کی اس طبقہ میں زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ تیسرا طبقہ وہ کتابیں ہیں جنکو علماء متقدمین نے جو بخاری مسلم سے پہلے گذری ہیں یا اُنکے عصر میں یا اُنکے بعد ہوئے ہیں ایسی کتابوں میں ذکر کیا اور صحت کا التزام اُنھیں نہیں کیا اُن کی کتابیں طبقہ اولی ثانیہ کی طرح مقبول مشہور نہیں ہوئی ہیں وجہ اسکی کہ ان کتابوں میں صحیح۔ حسن۔ ضعیف بلکہ متہم موضوع حدیثیں بھی عدم التزام صحت کی وجہ سے پائی جاتی ہیں اور انمیں راوی بعض مستور الحال اور بعض مجہول الحال ہیں اور اس طبقہ میں اکثر ایسی حدیثیں جنکو فقہاء امت نے معمول بہ نہیں ٹھرایا۔ بلکہ اجماع انکے برخلاف منعقد ہوا ہے۔ اور ان کتابوں میں تفاوت بھی ہے۔ نام ان کتابوں کے یہ ہیں مسند شافعی۔ سنن ابن ماجہ مسند دارمی مسند ابویعلی موصلی مصنف عبدالرزاق مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ مسند عبد بن حمید مسند ابوداود طیالسی سنن دارقطنی صحیح ابن حبان۔ مستدرک حاکم۔ کتب بیہقی۔ کتب طحاوی تصانیف طبرانی۔ اور چوتھا طبقہ وہ کتابیں ہیں جنکا نام و نشان پہلے قرنوں میں معلوم نہیں ہوتا۔ متاخرین نے انکو روایت کیا ہے انکا حال دو شقوں سے خالی نہیں یا سلف نے تفتیش کی اور ان کی اصلیت انکو نہ ملی کہ روایت کرتے اور یا اصل انکی پائی۔ و علت قادح صحت کی انمیں دیکھی اسلئے انکو روایت نہ کیا غرضیکہ دونوں طرح سے یہ کتابیں قابل اعتماد نہیں ہیں کہ انسے کسی عقیدہ یا عمل میں سند لیجائے۔ اس طبقہ کی بہت سی کتابیں ہیں منجملہ ان کے کتاب الضعفاء ابن حبان کی۔ تصانیف حاکم۔ تصانیف ابن مردویہ۔ تصانیف خطیب۔ تصانیف ابن شاہین۔ تفسیر ابن جریر فردوس دیلمی بلکہ دیلمی کی سب تصانیف ابونعیم۔ تصانیف جوزقانی۔ تصانیف ابن عساکر۔ تصانیف ابوالشیخ۔ تصانیف ابن نجار ہیں۔ ان کتابوں میں اکثر کسی کے عیوب کے ظاہر کرنے۔ اور تاریخ اور بنی اسرائیل کا ذکر پیغمبروں کے قصے اور شہروں اور کھانے پینے کے ذکر اور حیوانات کا حال۔ طب۔ منزد عوات۔ ثواب۔ نوافل بیان ہوتے ہیں ان کتابوں میں اکثر ضعیف اور موضوع حدیثیں بھی ہیں اور ان کتابوں کا حال معلوم کرنے کو کتاب تنزیہ الشریعۃ کافی ہے انتہی مختصراً ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالی وابقاہ وبلغہ الی غایۃ ما یتمناہ

شرطوں پر ہوں باقی صحاح پر یہ مقدم ہونگی اور صحیحین کی شرطوں سے مراد صحیحین
کے راوی ہیں مع ملحوظ رکھنے بقیہ شرائط صحت کے جو ضبط و عدالت و اتصال سند
وغیرہ ہیں - اور بخاری مسلم کے راویوں کے عادل ہونے پر بطریق لزوم علماء امت کا
اتفاق ہو چکا ہے - پس یہ راوی اپنی روایتوں میں غیر پر مقدم ہیں (گو صحیحین میں
ہوں یا غیر میں) محدثین کے نزدیک یہ ایک ایسا متفقہ قاعدہ ہے کہ بغیر کسی دلیل کے
اس سے خروج نہیں ہو سکتا اور دلیل یہاں مفقود ہے)

(وَإِنْ كَانَ الْخَبَرُ عَلَى شَرْطِهِمَا مَعًا كَانَ دُوْنَ مَا أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ أَوْ
مِثْلَهُ - وَإِنْ كَانَ عَلَى شَرْطِ أَحَدِهِمَا فَيُقَدَّمُ شَرْطُ الْبُخَارِيِّ وَحْدَهُ
عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَحْدَهُ تَبَعًا لِأَصْلِ كُلٍّ مِنْهُمَا فَخَرَجَ لَنَا مِنْ هٰذَا سِتَّةُ
أَقْسَامٍ تَتَفَاوَتُ دَرَجَاتُهَا فِي الصِّحَّةِ وَثَمَّةَ قِسْمٌ سَابِعٌ وَهُوَ مَا لَيْسَ
عَلَى شَرْطِهِمَا اجْتِمَاعًا وَانْفِرَادًا)

اور اگر کوئی حدیث بخاری و مسلم دونوں کی شرطوں پر ہو تو اسکے درجہ میں دو احتمال
ہو سکتے ہیں ایک احتمال یہ ہے کہ مسلم کے انفراد سے کم درجہ میں ہو اسواسطے کہ روات
شیخین مقبول ہو چکے ہیں) اور دوم احتمال یہ ہے کہ درجہ اس کا مسلم کے افراد
کے برابر ہو بلحاظ پائے جانے شرط بخاری کے اس میں (جمہور کا اس بارہ میں یہ مذہب ہے
کہ وہ حدیث مسلم کے انفراد سے کم درجہ میں ہوگی اور ابن حجر بھی نخبۃ الفکر میں جمہور کے
قول سے اس کا مسلم سے کم درجہ ہونا نقل کر آئے ہیں یہ تردد آپکو یہاں شرح
میں ہوا ہے) اور اگر کوئی حدیث بخاری و مسلم کی شرطوں میں سے ایک ہی کی شرط
پر ہو (دونوں کے شرائط مثلاً اس میں نہ پائی جائیں) تو اس صورت میں اکیلے بخاری کی شرط
مسلم کی اکیلی شرط پر بنا بر لحاظ اصل کے مقدم کی جاوے گی جیسے کہ صحیح بخاری خود مقدم
ہے صحیح مسلم پر اسواسطے بخاری کا فرع اس کے فرع پر مقدم ہوگا) پس اس
حساب سے صحیح حدیث کے چھ قسم ہمارے لئے ظاہر ہو گئے جو آپس میں
صحت کے رو سے متفاوت ہیں - اور یہاں ایک ساتواں

قسم[1] بھی ہے جو بخاری مسلم کی شرطوں پر اجتماعًا و انفرادًا نہیں بلکہ باقی آئمہ حدیث نے ان کی تصحیح کی ہوئی ہے جیسے صحیح ابن خزیمہ - صحیح ابن حبان صحیح حاکم - مگر ان تینوں کتابوں میں سے حاکم کی صحیح جسکو مستدرک علی الصحیحین بھی کہتے ہیں - اور جس کا اصول حاکم نے برشرائط شیخین یا علی احدہما - یا اپنے اجتہاد پر حدیث کا صحیح ہونا رکھا ہے - اس کتاب میں حدیث کے صحیح کرنے میں حاکم سے تساہل اور خطا بھی واقعہ ہوئی ہے - ذکرہ ابن الصلاح - بلقینی[2] کہتے ہیں حاکم کی صحیح میں ضعیف بلکہ موضوعات بھی ہیں - اور حافظ ذہبی نے اسکے موضوعات کو جو تقریبًا سو تک پہونچتی ہیں علیحدہ جزو میں لکھا ہے - ابن حجر فرماتے ہیں حاکم سے تصحیح میں اس واسطے تساہل ہو گیا ہے کہ آپنے پہلے کتاب کا مسودہ بنایا اُس کو تنقیح کرنیکا ارادہ تھا لیکن موت یا کسی اور حادثہ نے آپ کو مہلت نہ دی اور میں نے مستدرک کے جزو ثانی کے نصف کے قریب یہ لکھا ہوا پایا ہے اسلئے هُنَا انْتَهَى إِمْلَاءُ الْحَاكِمِ - پس اس تحریر سے آگے جو کتاب ہے وہ بطریق اجازت اس جگہ تک حاکم کے املاء پہونچی ہے ۱۲

[1] اقسام سبعہ صحیح حدیث کے یہ ہیں - اوّل قسم وہ ہیں جن کو بخاری و مسلم دونوں نے ملکر روایت کیا ہو ان کو متفق علیہ بھی کہتے ہیں دوسرا قسم وہ ہے جن کے روایت کرنے میں امام بخاری اکیلے ہوکر روایت کرتے ہیں تیسرا امام مسلم اکیلے ہوکر روایت کرتے ہیں چوتھا قسم وہ ہے جو شیخین کی شرطوں پر ہوں اور انہوں نے اس قسم کو صحیحین میں روایت نہ کیا ہو پانچواں قسم وہ ہے جو اکیلے بخاری کی شرط پر ہو چھٹا قسم وہ ہے جو اکیلے مسلم کی شرط پر ہو - اور ساتواں وہ ہے جو باقی آئمہ حدیث نے اس کی تصحیح کی ہے - اس تقسیم کا فائدہ معارضہ کے وقت معلوم ہوتا ہے - کہ پہلے اقسام پچھلے قسموں پر مقدم کئے جاتے ہیں ۱۲ منہ

[2] سراج الدین ابو حفص عمر بن سلان بن نصیر ابن صالح الکنانی شیخ الاسلام البلقینی مجتہد عصر و عالم مائۃ ثامنۃ ۷۲۴ھ میں پیدا ہوئے - فقہ ابن علان اور تقی سبکی - نحو ابو حیان سے پڑھا - فقہ - حدیث - اصول میں فائق زمانہ ہوئے - ریاست مذہب شافعی و افتا آپ پر منتہی ہوئی رتبہ اجتہاد کو پہونچے فقہ - حدیث - تفسیر میں آپ کی تصانیف ہیں از انجملہ شرح بخاری - شرح ترمذی - حواشی الروضۃ حواشی الکشاف ہے - متولی تدریس خشابیہ اور درس تفسیر کے جامع طولونی وغیرہ میں ہوئے ۸۰۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا - ابن حجر حافظ عراقی کے مرثیہ میں آپکے انتقال پر بھی آنسو بہاتے ہیں شیخ کمال الدین دمیری مصنف حیوٰۃ الحیوان فرماتے ہیں بعض اولیاء اللہ نے مجھ سے کہا ہے کہ ایک شخص نے کہا ان اللہ یبعث علی راس کل مائۃ من یجدد لہا دینہا بدأت بعمر و ختمت بعمر ۱۲ منہ عفا عنہ

پائی جاتی ہے انتہی۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں
حاکم نے اپنی مستدرک میں شیخین پر اپنے زعم میں اُن حدیثوں کا استدراک کیا ہے جو
شیخین کی شرطوں پر تھیں اور اُنھوں نے صحیحین میں اُن کو نہیں لیا۔ رہگئی ہیں۔
اور مینے مستدرک کو اچھی طرح دیکھا۔ بعد غور و تعمق کے مجھے یہ معلوم ہوا کہ حاکم ایک وجہ سے
مصیب ہیں مصیب ہونے کی تو یہ وجہ ہے کہ آپنے چند احادیث مرویہ رجال
شیخین سے صحت اور اتصال میں شیخین کی شرط پر پائیں اور انکا استدراک کیا۔
لیکن بخاری و مسلم تو کسی حدیث کو صحیحین میں نہیں لائے۔ جبتک کہ اُس میں
شیخین کے مشائخ بالاتفاق بحث کر کے تصحیح نہ کرلیں چنانچہ امام مسلم نے اس معنی کی طرف اشارہ
فرمایا ہے کہ ہم حدیث کو نہیں لاتے جبتک ہمارے مشائخ اس کی صحت پر اتفاق نہ کرلیں
اور حاکم کا اکثر اعتماد صحت میں محدثین کے صنائع محزجہ کے قواعد پر ہے جیسے کہ زیادہ
ثقہ کی مقبول ہے۔ اور جب وصل۔ ارسال۔ وقف و رفع وغیرہ میں اختلاف ہو تو

۵؎ شاہ ولی اللہ المحدث دہلوی فاروقی خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی اولاد میں سے ہیں سلسلہ نسب آپکا تیس۳۰ واسطوں
کے ساتھ امیر المومنین حضرت عمرؓ تک پہونچتا ہے پانچ سال کی عمر میں آپ مکتب میں بیٹھے ساتویں سال ختنہ ہوا۔ اور
اُسی سال میں نماز روزہ پر آپکو آپکے والد حضرت شاہ عبدالرحیم نے مامور کیا۔ اسی سال کے اخیر میں آپنے قرآن شریف ختم کیا
اور کتب درسیہ پڑھنی شروع کیں۔ دسویں سال شرح ملا جامی پڑھا۔ چودھویں سال شادی کی۔ پندرھویں سال والد ماجد کے
ہاتھ پر بیعت کی۔ اور اُسی سال فنون متعارفہ مجیب واج ملک فارغ ہوئے۔ سترھویں سال والد ماجد کا انتقال ہوا۔ آپکی وفات
کے بعد بارہ سال علوم عقلی و نقلی کا درس دیا۔ اسی شغل میں مذاہب اربعہ کی فقہ و اصول و احادیث متمسکہ سے خوب
واقف ہو کر بامداد نور غیبی فقہاء محدثین کا طریق مرکوز خاطر ہوا۔ بعد حرمین شریفین میں جاکر شیخ ابوطاہر مدنی
وغیرہ سے حدیث حاصل کی۔ اور وطن میں آکر بالہام ربانی فقہ حدیث از سر نو مرتب کی۔ اسرار حدیث مصالح
احکام شرح تدریسًا و تالیفًا پھیلائے۔ آپ اپنی کتاب تفہیمات میں تحریر فرماتے ہیں بلا فخر اللہ تعالیٰ کے انعام کا جو میرے پر
ہوئی ہے اظہار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسوقت کا واعظ اور مصلح اور اس طبقہ کا پیشوا بنایا ہے اور مجددیت کی
خلعت مجھے پہنائی ہے انتہے۔ قول جلی میں آپسے منقول ہے کہ آپنے فرمایا کہ الہام ہوا ہے کہ میرے فرزند بھی نیک ہونگے
اور اس میری کمالات کی تکمیل میں سے ایک شرع انہیں بھی ظاہر ہوگا۔ لیکن الگ دو شخص اور پیدا ہونگے جنکا مال کیطرف نسب ہمارا
پہونچتا ہوگا وہ سالہا سال حرمین شریفین میں علوم دینی کی اشاعت کرینگے اور وہاں ہی رہجائینگے۔ انتہے مصداق اس پیشگوئی کا
شاہ عبدالعزیز صاحب کے دو نواسوں مولوی محمد اسحق و مولوی محمد یعقوب سے ظاہر ہوا کہ آپ دہلی سے ہجرت کرکے مکہ مکرمہ میں تشریف
لیجا کر سالہا سال عرب و عجم کو حدیث پڑھاتے رہے۔ انصاف یہ ہے کہ اگر زمانہ سابقہ میں آپ ہوتے تو امام الائمہ اور تاج المجتہدین کے لقب سے ملقب ہوتے
آپکی تصانیف میں سے حجۃ اللہ البالغہ۔ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ مصفی۔ مسوی۔ فیوض الحرمین۔ فی مشاہد الحرمین۔ انسان العین۔ فوز الکبیر فی اصول
التفسیر۔ قول الجمیل۔ ہمعات۔ سطعات۔ الطاف القدس۔ تاویل الاحادیث۔ مقالہ وضیۂ النصیحۃ والوصیہ۔ عقد الجید۔ انصاف فی سبب الاختلاف۔ فتح الرحمن
ترجمہ قرآن شریف وغیرہ ہیں۔ عربی۔ فارسی شعر بھی گاہے نظم فرماتے تھے۔ آپکے فارسی اشعار میں سے یہ شعر بھی ہیں

عَنْ دَرَجَةِ التَّوَاتُرِ لٰكِنْ حَفَّتْ قَرِيْنَةٌ صَارَ بِهَا يُفِيْدُ الْعِلْمَ فَاِنَّهٗ
يُقَدَّمُ عَلَى الْحَدِيْثِ الَّذِيْ يُخَرِّجُهُ الْبُخَارِيُّ اِذَا كَانَ فَرْدًا مُطْلَقًا۔
وَكَمَا لَوْ كَانَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ لَمْ يُخَرِّجَاهُ مِنْ تَرْجَمَةٍ وُصِفَتْ
بِكَوْنِهَا اَصَحَّ الْاَسَانِيْدِ كَمَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَاِنَّهٗ يُقَدَّمُ عَلٰى مَا
انْفَرَدَ بِهٖ اَحَدُهُمَا مَثَلًا لَا سِيَّمَا اِذَا كَانَ فِيْ اِسْنَادِهٖ مَنْ فِيْهِ مَقَالٌ۔

اور یہ تفاوت جو صحت کے درجوں میں بیان ہوئی ہے۔ یہ بنظر حیثیت مذکورہ کے ہے۔ لیکن اگر کوئی قسم انہیں سے مافوق درجہ پر سوائے حیثیت مذکورہ کے باقی امور ترجیح کے اقتضا کرنے والوں سے مرجح ہو جائے جیسے شہرت وغیرہ ہے تو وہ قسم ان امور مرجحہ کی وجہ سے اپنے مافوق درجہ پر مقدم کیا جائیگا۔ اسواسطے کہ نیچے کے درجہ کو گاہے گاہے ایسے انواع ترجیح دینے والے حاصل ہو جاتے ہیں جو اسکو درجہ سافلہ سے درجہ عالیہ میں پہونچا دیتے ہیں مثال اُس کی جیسے کہ مسلم کے نزدیک ایک حدیث تواتر کے درجہ سے کم مشہور کے درجہ میں ہے۔ لیکن قرائن ترجیح سے مقرون ہو جائے۔ اور ان قرائن کی وجہ سے علم یقینی کا افادہ بخشے تو وہ حدیث بخاری کی اُس حدیث سے مقدم ہوگی جس کو بخاری مسلم سے منفرد ہو کر روایت کرتے ہیں۔ (اس عبارت کا یہ منشا ہے کہ بخاری کے فرد مطلق سے مسلم کی وہ مشہور حدیث مقدم ہوگی (فرد مطلق کی قید اسواسطے لگائی گئی ہے کہ فرد نسبی خبر مشہور محتف بالقرائن میں بھی متحقق ہو سکتا ہے تو بخاری کے عام فرد پر مقدم نہ ہوگی بلکہ خاص اُسی فرد پر مقدم ہوگی جو فرد مطلق ہے) اور یہی حالت ہے اُس حدیث کی جسکو اصح الاسانید سے جیسے مالک عن نافع عن ابن عمر ہے شیخین نے روایت نہیں کیا اور باقی ائمہ حدیث نے وہ حدیث ان کی رہی ہوئی کو اصح الاسانید سے روایت کی ہے تو وہ حدیث احدہما کے انفراد پر عند التعارض مقدم ہوگی خصوصاً جبکہ شیخین کے انفراد میں مقال ہو تو پھر تو یہ اصح الاسانید والی حدیث مرویہ بقیہ ائمہ کی حدیث ضرور ہی اُس پر مقدم ہوگی (فاضل ابو الحسن بہجۃ النظر میں فرماتے ہیں مقدم کیا اسکا مناسب ہی [illegible]

صَحِیْحٌ بِاعْتِبَارِ وَصْفِهٖ عِنْدَ قَوْمٍ وَغَایَةُ مَافِیْهِ اَنَّهٗ حَذَفَ مِنْهُ حَرْفَ التَّرَدُّدِ وَهِیَ کَلِمَةُ اَوْ لِاَنَّ حَقَّهٗ اَنْ یَّقُوْلَ حَسَنٌ اَوْ صَحِیْحٌ۔ وَهٰذَا کَمَا حَذَفَ حَرْفَ الْعَطْفِ مِنَ الَّذِیْ بَعْدَ۔ وَعَلٰی هٰذَا فَمَا قِیْلَ فِیْهِ حَسَنٌ صَحِیْحٌ دُوْنَ مَا قِیْلَ فِیْهِ صَحِیْحٌ لِاَنَّ الْجَزْمَ اَقْوٰی مِنَ التَّرَدُّدِ وَهٰذَا حَیْثُ التَّفَرُّدُ (وَاِلَّا) اَیْ اِذَا لَمْ یَحْصُلِ التَّفَرُّدُ فَاِطْلَاقُ الْوَصْفَیْنِ مَعًا عَلَی الْحَدِیْثِ یَکُوْنُ (بِاعْتِبَارِ الْاِسْنَادَیْنِ) اَحَدُهُمَا صَحِیْحٌ وَالْاٰخَرُ حَسَنٌ۔ وَعَلٰی هٰذَا فَمَا قِیْلَ فِیْهِ حَسَنٌ صَحِیْحٌ فَوْقَ مَا قِیْلَ فِیْهِ صَحِیْحٌ فَقَطْ اِذَا کَانَ فَرْدًا لِاَنَّ کَثْرَةَ الطُّرُقِ تَقْوٰی

حدیثِ حسن کی تعریف

اگر راوی حدیث کا قسمِ صحیح کے راویوں سے حفظ میں کم ہو۔ اور باقی شروط مذکورہ صحیح کی تعریف کے اُس میں موجود ہوں۔ تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے اور یہ کسی خارجی اور بیرونی اعتقاد و قوت کی وجہ سے حسن نہیں ہوئی۔ کیونکہ جو خارجی سے حسن کہلاتی ہے وہ حسن بغیرہ ہوتی ہے جیسے مستور الحال راوی کی حدیث جب اس کی متعدد سندیں ہو جاویں تو حسن لغیرہ ہوتی ہے اور خفیف الضبط کا معنے قلیل

ف حسن کی تعریف میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے جب قلۃ الضبط منضبط نہیں تو تمیز کس طرح ہو جواب اس کا یہ ہے کہ جب مقابل کا ضبط معلوم ہوا تو اس سے اسکا انداز بھی ہو سکتا ہے۔ اور امام سیوطی ابن حجر اور زرکشی سے حسن کے راویوں کی ضبط کا ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ حسن وہ حدیث ہے جس کا صحیح و ضعیف کے درمیان ایک درجہ ہے۔ اور حسن راویوں میں سے کوئی ایک راوی مختلف فیہ ہو۔ آئمہ جرح و تعدیل کی ایک گروہ نے اسے ثقہ ٹھہرایا ہو اور ایک گروہ نے ضعیف لیکن مضعف کی تضعیف مفسر نہ ہو سوائے اسکے کہ جرح مفسر موثقین کی توثیق پر مقدم ہو کر اس حدیث کو ضعیف کر دیگا۔ یہ قاعدہ زرکشی کا ہے۔ اور ابن حجر لکھتے ہیں حسن وہ ہے جسکے راوی میں مقال ہو لیکن وہ مقال رد کا اقتضا ظاہر نہ کرے جس سے اُس پر ضعف کا حکم کیا جاوے اور طعن سے بھی بالکل سالم نہ ہو کہ صحت کا حکم اُس پر کیا جاوے۔ ہذا خلاصتہ ما فی بہجۃ النظر ۱۲ منہ) ف متعدد سندیں و طرق کثیرہ اگر بعض کو تقویت دیں جب انکے سبب سے مستور الحال کی حسن لغیرہ ہو جائیگی۔ اور اگر طرق کثیرہ بعض بعض کو قوت نہ دے سکیں یعنی متہم ہوں یا کذاب ہوں یا مجہول ہوں تو پھر ایسی کثرت سے حدیث حسن لغیرہ نہیں ہو سکتی اس کی تفاصیل ابن حجر نے تاگے ذکر مستور اور سیء الحفظ کی روایتوں کے اخذ کرنے میں بیان کئے ہیں فرماتے ہیں فاذا جاءت من المعتبرین روایۃ موافقۃ لاحدہم رجح احد الجانبین من الاحتمالین المذکورین ودل ذلک المجیء علی ان الحدیث محفوظ الخ ۱۲ منہ

الضبط ہے چنانچہ یہ کلام کسی قوم کے کم ہونے پر کہا جاتا ہے حفف القوم حففوفاً قلو اور
حسن لذاتہ کی تعریف میں جو ہمنے یہ قید لگائی ہے کہ سوائے کمی حفظ کے باقی صحت کے
سب شروط اس میں موجود ہوں تو اُس سے ضعیف حدیث علیحدہ ہوگئی - اور یہ
حسن لذاتہ کا قسم حجت پکڑنے اور استدلال کرنے میں - اور منقسم ہونے میں بجانب
مراتب اپنے کے جو بعض بعض پر فوقیت رکھتے ہیں - صحیح حدیث کے مشارک و مشابہ ہے
(گو مقابلہ میں اُس سے کم ہے) اور اگر حسن لذاتہ کی سندیں زیادہ ہوجائیں تو اسکو صحیح
لغیرہ بھی کہا جاتا ہے - متعدد سندوں کی وجہ سے اسواسطے اُسپر صحت کا حکم کیا
جاتا ہے کہ صورت مجموعہ کو ایک ایسی قوت حاصل ہے کہ جس راوی کے ضبط کا قصور
جو صحیح کی نسبت اُس میں لاحق ہوا تھا اُس کا جبیرہ کردیتی ہے - اور اسی گذشتہ
قاعدہ کے مطابق حسن لذاتہ کی منفرد اسناد پر بھی جبکہ اُس کی اور متعدد سندیں مؤید
ہوجاویں تو صحت کا اطلاق کیا جاتا ہے - صحیح لغیرہ اسکو کہا جاتا ہے - لیکن یہ حکم
صفت کے منفرد ہونے کی حالت میں ہے - اور اگر صحیح اور حسن دونوں صفتیں ایک
حدیث میں جمع کئے جاویں جیسے ترمذی آپنے صحیح میں - اور سوائے ترمذی کے
امام بخاری بھی بغیر صحیح کے باقی کتابوں میں فرماتے ہیں هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ
تو یہ جمع کرنا دونوں صفتوں کا مجتہد حدیث کو راوی حدیث میں تردد و شک
حاصل ہونے کی وجہ سے ہوا ہے کہ آیا راوی میں صحت کی شرطیں جمع ہیں یا اُسسے
قاصر ہے لیکن یہ توجیہ اُسی موقعہ پر ٹھیک آتی ہے جہاں روایت ایک ہی راوی سے
مروی ہو یعنے حدیث کی ایک ہی سند ہو دو سندیں نہو ویں اس توجیہ سے اُس
معترض کو جواب بھی ملگیا جو ایک حدیث میں دو وصفوں کا جمع ہونا مشکل جانتا ہے
اور کہتا ہے کہ حسن صحیح سے قاصر ہے چنانچہ ان کی تعریف سے ظاہر ہوتا ہے - پس دو وصفوں
جمع کرنے میں اُس قصور کا اثبات اور نفی لازم آتی ہے جو محال ہے اور خلاصہ جواب کا
یہ ہے کہ راویوں کے احوال کے بارہ میں آئمہ حدیث کا تردد جو بعض اونکو تام الضبط
کہتے ہیں اور بعض ناقص الضبط مجتہد کو بعد بحث شدید کے اقتضا کرتا ہے کہ اُس راوی کو

ایک ہی وصف سے موصوف نہ کرے۔ اسواسطے محدث باعتبار پائے جانے
وصف حسن کے ایک فریق کے نزدیک اس کو حسن کہدیتاہے اور باعتبار پائے
جانے وصف صحیح کے دوسرے فریق کے نزدیک اسکو صحیح کہدیتاہے (گویا
محدث بقول خود اس حدیث میں دونوں مذہب دکھا دیتاہے) اور زیادہ تحقیق
اس میں یہ ہے کہ محدث نے اس جگہ سے تردد کا حرف جو او کا کلمہ ہے حذف
کردیاہے۔ مناسب تو اس طرح تہا کہ حَسَنٌ اَوْ صَحِیْحٌ کہتا اور اُس نے اس طرح نہ کہا
اور اِس حذف کرنے کی نظیر ایسی ہے جیسے کہ مقرر کلام میں حرف عاطفہ حذف
کیا جاتاہے (جیسے کہا جاتاہے دار غلام جاریۃ ثوب بساط وغیر ذلک۔ اور علاوہ
اس قول کے صحیح مسلم کی حدیث فانی مسلم آذبتہ او شتمتہ۔ لعنتہ۔ جلدتہ۔ میں اور
دوسری حدیث تصدق رجل من دینارہ۔ من درہمہ۔ من صاع برہ۔
من صاع تمرہ میں بھی حرف او محذوف ہواہے۔ الغرض فصیح کلام میں بھی حرف
او کا محذوف ہونا ثابت ہے) تقریر مذکورہ سے یہ ظاہر ہوتاہے کہ جس
حدیث میں حَسَنٌ صَحِیْحٌ کہا جاتاہے وہ اُس حدیث سے کم درجہ رکھتی ہے
جس میں فقط صَحِیْحٌ کہا جاوے اسواسطے کہ (صورت اولی میں تردد ہے
صورت ثانیہ میں جزم۔ اور) جزم تردد سے زیادہ قوت رکھتاہے۔ مگر یہ توجیہ
اُسی حدیث میں ہے جہاں تفرد ہو یعنی حدیث کی۔ ایک ہی سند ہو۔
اور جسجگہ سند کا تفرد نہو (متعدد سندوں سے حدیث مروی ہو) تو اسجگہ
دو وصفوں کا معًا اطلاق کرنا ایک حدیث پر باعتبار دو سندوں کے
ہوگا جو انمیں سے ایک صحیح ہوگی اور ایک حسن۔ تو اس صورت میں جس
حدیث کے حق میں یہ دو وصفیں حَسَنٌ صَحِیْحٌ مستعمل ہوں وہ اس حدیث
سے فائق ہوگی کہ جس کے حق میں فقط صَحِیْحٌ کہا جاوے جبکہ سند اُس کی
متفرد ہو۔ دلیل فوقیت کی یہ ہے کہ مؤخر الذکر میں سندیں زیادہ ہیں۔ اور
زیادہ ہونا سندوں کا حدیث کو قوی کردیتاہے (صحیح سے اصح کے درجہ تک

پہونچا دیتا ہے)

في حسن الترمذي

فإن قيل قد صرح الترمذي بأن شرط الحسن أن يروى من غير وجه فكيف
يقول في بعض الأحاديث حسن غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه
فالجواب أن الترمذي لم يعرّف الحسن مطلقا إنما عرّف بنوع خاص
منه وقع في كتابه وهو ما يقول فيه حسن من غير صفة أخرى و
ذلك أنه يقول في بعض الأحاديث حسن وفي بعضها صحيح وفي بعضها
غريب وفي بعضها حسن غريب وفي بعضها صحيح غريب وفي بعضها حسن صحيح
غريب وتعريفه إنما وقع على الأول فقط وعبارته ترشد إلى ذلك حيث
قال في أواخر كتابه وما قلنا في كتابنا حديث حسن فإنما أردنا به
حسن إسناده عندنا فكل حديث يروى ولا يكون شاذا فهو
عندنا حديث حسن فعرف بهذا أنه إنما عرف الذي يقول فيه

ل۱ امام حافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ السلمی البوغی الترمذی حفاظ مشہورین میں سے ہیں امام بخاری کے شاگرد ہیں اور بخاری کے بعض شیوخ کے جیسے کہ قتیبہ بن سعید۔ علی بن حجر۔ ابن بشار وغیرہ میں شارک ہیں تقویٰ و پرہیزگاری کی بیان
اس حد تک ہے کہ اس سے زائد متصور نہیں ہو سکتی۔ خدا کے خوف سے سالہا سال روتے رہے نابینا ہوگئے۔ بصرہ۔ کوفہ۔ واسط۔ ری
خراسان۔ حجاز میں سالہا سال محنت شاقہ اٹھا کر علم حدیث حاصل کیا۔ آپکا حافظہ یہانتک تھا کہ مکہ جاتے ہوئے راستہ میں شیوخ [illegible]
میں ایک شیخ کیساتھ ملاقات کی اور اس ملاقات سے پہلے اس شیخ سے کیوقت دو جزو حدیث لکھ لی تھی اور لکھنے کے بعد
اس شیخ پر عرض نہ کر سکے تھے اسوقت شیخ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ یہ حدیثیں جو میں نے آپ سے لکھیں ہیں
مجھے پڑھکر سنائیں شیخ نے قبول فرماکر اجزا مکتوبہ کو زیر نظر رکھنے کا حکم کیا کہ جو غلطی ہو امام ترمذی اسکی اصلاح کر لیویں۔
اتفاقاً وہ جزئیں کھوئی گئیں تھیں بسبب کمال شوق کے تلامذہ کے دستور کے موافق مؤدب ہو کر بیٹھ گئے۔ شیخ حدیث پڑھنے
لگے ناگاہ شیخ نے دیکھا کہ آپکے ہاتھ میں خالی سفید کاغذ ہیں شیخ بہت خفا ہوا اور فرمایا مجھ سے تم مسخری کرتے ہو۔ آپ نے عرض کیا
مجھ سے وہ اجزاء ضائع ہوگئے ہیں انکی احادیث کو یاد رکھتا ہوں شیخ نے حکم دیا اچھا پڑھو جب آپ نے سب سنادیں تو شیخ کو تعجب
زائد ہوا اور فرمایا کہ مجھے یقین نہیں آتا کہ تم ایکبار کی سننے سے یاد کر لو شاید تمکو پہلے سے یہ حدیثیں کسی اور شیخ سے پہونچیں ہوں تم نے یاد
کر لی ہوں امام ترمذی نے عرض کیا کہ آپ امتحان کر لیجئے شیخ نے فی الحال اور چالیس حدیثیں جو اس شیخ کے سوائے اور کسی کے پاس نہ تھیں
پڑھیں۔ امام ترمذی نے فی الفور مع الاسناد شیخ کو سنا دیں اور کچھ ذرا بھر بھی خطا واقع نہ ہوئی امام ترمذی [illegible] کی بابت
فرماتے ہیں علماء عراق و حجاز و خراسان پر میں نے یہ کتاب پیش کی سب نے پسند کیا علماء نے اسکی خوبی میں فرمایا ہے مجتہد کو یہ کتاب [illegible]
ہے اور مقلد کو بھی استغنا بخشنے والی ہے۔ اس کتاب پر بہت شروح ہیں جنکا ذکر انشاء اللہ [illegible] ولادت امام ترمذی [illegible]
میں ہے اور وفات [illegible] ترمذ [illegible]

حَسَنٌ فَقَطْ۔ اِمَّا مَا يَقُوْلُ فِيْهِ حَسَنٌ صَحِيْحٌ اَوْ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اَوْ حَسَنٌ
صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ فَلَمْ يُعَرِّجْ عَلٰى تَعْرِيْفِهٖ كَمَا لَمْ يُعَرِّجْ عَلٰى تَعْرِيْفِ مَا يَقُوْلُ فِيْهِ
صَحِيْحٌ فَقَطْ اَوْ غَرِيْبٌ فَقَطْ فَكَاَنَّهٗ تَرَكَ ذٰلِكَ اسْتِغْنَاءً لِشُهْرَتِهٖ عِنْدَ اَهْلِ
الْفَنِّ۔ وَاقْتَصَرَ عَلٰى تَعْرِيْفِ مَا يَقُوْلُ فِيْهِ فِيْ كِتَابِهٖ حَسَنٌ فَقَطْ اِمَّا لِغُمُوْضِهٖ وَ
اِمَّا لِاَنَّهٗ اِصْطِلَاحٌ جَدِيْدٌ وَلِذٰلِكَ قَيَّدَهٗ بِقَوْلِهٖ عِنْدَنَا وَلَمْ يَنْسُبْهُ اِلٰى
اَهْلِ الْحَدِيْثِ كَمَا فَعَلَ الْخَطَّابِيُّ وَبِهٰذَا التَّقْرِيْرِ يَنْدَفِعُ كَثِيْرٌ مِّنَ الْاِيْرَادَاتِ
الَّتِيْ طَالَ الْبَحْثُ فِيْهَا وَلَمْ يَسْفِرْ وَجْهُ تَوْجِيْهِهَا فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَلْهَمَ
وَعَلَّمَ۔

امام ترمذی کی حدیث حسن کا بیان

اگر کہا جاوے کہ امام ترمذی نے تصریح کی ہے کہ حسن کی تعریف انکے نزدیک متعدد
سندوں سے روایت کرنا ہے۔ پھر کس طرح بعض حدیثوں میں کہدیتے ہیں کہ حَسَنٌ
غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اس سند کے
سوائے ہم دوسری سند سے اسکو نہیں جانتے۔ (یہاں بجائے متعدد سندوں کے
ایک سند سے اُس کا بیان کرنا ظاہر کرتے ہیں) اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی نے
مطلق حسن کی تعریف نہیں کی۔ بلکہ خاص اُسی نوع کی تعریف کی ہے جو اُن کی کتاب
صحیح ترمذی میں آیا ہے۔ جہاں بغیر ملانے دوسری صفت کے حَسَنٌ کہدیتے ہیں
اور توضیح اس امر کی اس طرح ہے کہ بعض حدیثوں میں فقط هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ
کہدیتے ہیں۔ اور بعض میں فقط صحیح کہتے ہیں اور بعض میں فقط غریب کہتے ہیں
.... اور بعض میں حَسَنٌ صَحِيْحٌ اور بعض میں حَسَنٌ
غَرِيْبٌ ایک ایک صفت سے موصوف کرکے اور بعض میں حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ
دو دو صفتیں ملا کر کہتے ہیں لیکن تعریف اُن کی پہلی ہی قسم پر واقعہ ہوتی ہے جس میں
کہ بغیر ملانے دوسری صفت کے حسن کہدیتے ہیں اور اُسی سے مقصد کی طرف آپکی عبارت

بھی ارشاد کرتی ہے جو کہ آپنے صحیح ترمذی کے اواخر میں فرمایا ہے کہ جو ہم اپنی اس کتاب میں حدیث حسن کہتے ہیں تو اس کہنے سے ہمارا یہ ارادہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کی اسناد ہمارے نزدیک حسن ہے۔ پس جو حدیث کہ ہم اس کتاب میں بیان کریں اور اس کا راوی متہم بالکذب نہو گو مستور الحال وسوار الحفظ ہو اور دوسری سند سے بھی وہ حدیث اسی صفت سے موصوف ہو کہ مروی ہو کہ راوی اس کا کذب سے متہم نہو۔ اور سند اس کی شاذ بھی نہو تو وہ حدیث ہمارے نزدیک حسن ہے۔ پس امام ترمذی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ آپنے خاص اُسی قسم کی تعریف کی ہے جس کے حق میں بغیر ملانے صفت دوسری کے فقط حسن کہدیتے ہیں۔ لیکن جس حدیث کے حق میں حسن صحیح یا حسن غریب یا حسن غریب صحیح کہتے ہیں تو اس قسم کی تعریف پر آپنے توجہ نہیں فرمائی گویا محدثین کے نزدیک اس قسم کے مشہور ہونے کی وجہ سے استغنا اسکو ترک کر دیا ہے۔ اور فقط اسی قسم کی تعریف کی جس کو اپنی کتاب میں ہذا حدیث حسن کہتے ہیں۔ اور یہ اس قسم کی تعریف بسبب اخفا[۱] اس کی کے کر دی۔ اور یا اس لئے اسکی تعریف کی کہ امام ترمذی کی یہ جدید اصطلاح ہے۔ اسی واسطے مقید کیا اسکو اپنی طرف کہ ہمارے نزدیک وہ حسن ہے اور باقی اہلحدیث کیطرف منسوب نکیے جیسا کہ ابو سلیمان احمد بن محمد خطابی[۲] کر کے کہتے ہیں حسن وہ حدیث ہے جس کا مخرج معلوم ہو اور راوی اُسکے مشہور ہوں اور اسی پر ہے مدار اکثر الحدیث کا امام ترمذی نے نہ کیا۔

---

[۱] اخفا اور پوشیدہ ہونا اس کا اس طرح ہے کہ امام ترمذی کلہے حدیث کو ذکر کر کے بعض راویوں کا ضعف بیان کرتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں حدیث حسن ہے اس سے خطرہ گذرتا تھا کہ ناظر باوجود ضعف کے اس کا حسن ہونا مشکل خیال کریگا۔ تو آپنے یہ کہا دیا کہ اسکا حسن ہونا دوسری سند سے ہے ۱۲ منہ

[۲] ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم ابن الخطاب الخطابی البستی بڑے فقیہ۔ محدث ادیب ہیں۔ عراق میں آپنے ابو علی صفار اور ابو جعفر رزاز سے اور مکہ معظمہ میں ابن الاعرابی سے اور بغداد میں ابو اسمعیل بن محمد صفار وغیرہم اور بصرہ میں ابو بکر بن داسہ سے اور نیشاپور میں ابو العباس اصم سے علم پڑہا اور حاکم نیشاپوری عبد الغفار فارسی۔ ابو القاسم عبد الوہاب بن ابو سہل خطابی۔ ابو احمد اسفراینی کرابیسی۔ ابو نصر محمد بن احمد بلخی وغیرہم نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا بُست شہر کے رہنے والے ہیں جو کہ بلاد کابل میں سے غزنی اور ہرات کے درمیان میں بہت بارونق آباد اور بہروں کے دریا آباد ہے تحصیل علم کے بعد شہر نیشاپور میں بہت مدت تک قیام کیا اور اسیجگہ تصنیف کرنے میں مشغول ہوئے۔ آپکی تصانیف میں سے غریب الحدیث معالم السنن شرح ابو داؤد۔ اعلام السنن شرح صحیح البخاری۔ کتاب الشجاج۔ کتاب شان الدعا کتاب اصلاح غلط المحدثین کتاب الغرجہ کتاب الغنیہ عن الکلام واہلہ شرح رسالہ الغنیہ وغیر ذالک ہیں آپنے علم لغت ابو عمرو زاہد سے اور فقہ شافعی ابو علی بن ابو ہریرہ اور قفال سے اخذ کیا ۳۸۸ھ میں بست شہر میں آپکا انتقال ہوا۔ ۱۲ منہ

اور اس تقریر میری سے کہ ذکر کرنا دو وصفوں کا اگر حدیث فرد ہو تو تردد کی وجہ سے ہے - اور اگر
فرد نہو تو دو سندوں کی وجہ سے ہے رفع ہو جاتے ہیں وہ بہت سے اعتراضات جنہیں
بحث نے طول کھینچا تھا اور کسی کو انکی وجہ ظاہر نہ ہوئی تھی - اور میں اسکے حل کرنے میں الہام
الہی و تعلیم خدائی کا شکر ادا کرتا ہوں -

زِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُولَةٌ

(وَزِيَادَةُ رَاوِيهِمَا) أَيِ الْحَسَنِ وَالصَّحِيحِ (مَقْبُولَةٌ مَا لَمْ تَقَعْ
مُنَافِيَةً لِرِوَايَةِ مَنْ هُوَ أَوْثَقُ) مِمَّنْ لَمْ يَذْكُرْ تِلْكَ الزِّيَادَةَ -
لِأَنَّ الزِّيَادَةَ إِمَّا أَنْ تَكُونَ لَا تَنَافِيَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ رِوَايَةِ مَنْ
لَمْ يَذْكُرْهَا فَهٰذِهِ الزِّيَادَةُ تُقْبَلُ مُطْلَقًا لِأَنَّهَا فِي حُكْمِ الْحَدِيثِ
الْمُسْتَقِلِّ الَّذِي يَتَفَرَّدُ بِهِ الثِّقَةُ وَلَا يَرْوِيهِ عَنْ شَيْخِهِ غَيْرُهُ - وَإِمَّا أَنْ
تَكُونَ مُنَافِيَةً بِحَيْثُ يَلْزَمُ مِنْ قَبُولِهَا رَدُّ الرِّوَايَةِ الْأُخْرَى فَهٰذِهِ
هِيَ الَّتِي يَقَعُ التَّرْجِيحُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مُعَارِضِهَا فَيُقْبَلُ الرَّاجِحُ وَيُرَدُّ
الْمَرْجُوحُ - وَاشْتَهَرَ عَنْ جَمْعٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْقَوْلُ بِقَبُولِ الزِّيَادَةِ مُطْلَقًا
مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلٍ - وَلَا يَتَأَتَّى ذٰلِكَ عَلَى طَرِيقِ الْمُحَدِّثِينَ الَّذِينَ يَشْتَرِطُونَ
فِي الصَّحِيحِ أَنْ لَا يَكُونَ شَاذًّا ثُمَّ يُفَسِّرُونَ الشُّذُوذَ بِمُخَالَفَةِ الثِّقَةِ

ف٥ شیخ ابن الصلاح نے زیادت ثقہ کی تین قسم ٹھہرائے ہیں - ایک قسم وہ ہے کہ باقی سب ثقات کے مخالف و منافی ہو اسکا حکم رد کرنا ہے - دوسرا قسم یہ ہے کہ جس میں بالکل مخالفت نہو یہ مطلقاً قبول ہے - تیسرا قسم وہ ہے کہ ان مرتبوں کے درمیان واقعہ ہو - اور وہ زائد کرنا لفظ حدیث کا ہے جسکو باقی ثقات نے ذکر نہیں کیا اس اخیری قسم کی نسبت ابن الصلاح کچھ حکم نہیں لگاتے مگر امام نووی فرماتے ہیں صحیح مذہب میں یہ بھی مقبول ہے - انتہٰی اور یہ زیادت ثقہ کی معرفت ایک فن لطیف ہے اس سے بہت احکام اور ایضاح معانی و تقیید اطلاق وغیرہ حاصل ہوتے ہیں - اسی واسطے جمہور فقہا و اصحاب حدیث نے اسکو مطلقاً قبول کر لیا ہے کما حکاہ عنہم الخطیب خواہ اسکے ساتھ کوئی شرعی حکم تعلق رکھے یا نہ رکھے - اور ثابت شدہ حکم متغیر کرے یا نہ کرے - خواہ ان راویوں سے ہو جنھوں نے اس حدیث کو ایکدفعہ ناقص کرکے بیان کیا ہو - یا غیر سے ۱۲ منہ -

تفصیل کے مطلقاً قبول کر لینا زیادت ثقہ کا اُن محدثین کے طریق پر ٹھیک نہیں آتا
جو حدیث کی صحت کے واسطے شذوذ کا نہونا شرط رکھتے ہیں۔ اور پھر شذوذ کی یوں
تعریف کرتے ہیں کہ ثقہ اپنے سے اوثق راوی سے مخالفت کرے۔ اور تعجب ہے اُن سے
جو باوجود اقرار کرنے اشتراط انتفاء شذوذ کے صحیح اور حسن کی تعریف میں۔ ثقہ کی زیادت
کی تفصیل کرنے سے غافل ہے (اور مقید نہ کیا اونھوں نے اس زیادت کے قبول کرنیکو
بعدم منافات اوثق کے)

والمنقول عن ائمۃ الحدیث المتقدمین کعبد الرحمن بن مهدی
ویحیی القطان واحمد بن حنبل ویحیی بن معین وعلی بن المدینی
والبخاری وابو زرعۃ الرازی وابی حاتم والنسائی والدارقطنی
وغیرهم اعتبار الترجیح فیما یتعلق بالزیادۃ وغیرها ولا یعرف
عن احد منهم اطلاق قبول الزیادۃ مطلقاً واعجب من ذلک اطلاق
کثیر من الشافعیۃ القول بقبول زیادۃ الثقۃ مع ان نص الشافعی یدل
علی غیر ذلک فانه قال فی اثناء کلامه علی ما یعتبر به حال الراوی
فی الضبط ما نصه ویکون اذا اشرک احداً من الحفاظ لم یخالفه فان خالفه
فوجد حدیثه انقص کان فی ذلک دلیل علی صحۃ مخرج حدیثه
ومتی خالف ما وصف اضر ذلک بحدیثه انتهی کلامه ومقتضاه
انه اذا خالف فوجد حدیثه ازید اضر ذلک بحدیثه فدل علی ان
زیادۃ العدل عنده لا یلزم قبولها مطلقاً وانما تقبل من الحفاظ فانه
اعتبر ان یکون حدیث هذا المخالف انقص من حدیث من خالفه

سلہ توضیح اس کی اس طرح ہے کہ جہاں دو حدیثیں ایک ہی واقعہ و ایک ہی مطلب کی اس طور پر ہوں کہ ایک مطول ہو اور ایک اس سے
مختصر تو منہیں دو طرح کے احتمال گنجایش رکھتے ہیں ایک احتمال یہ ہے کہ اختصار کرکے بیان کرنیوالے راویوں کی حدیث صحیح ہو۔ اور زیادہ
بڑھا کر بیان کرنیوالوں کی حدیث وہم سے زیادہ ہوگئی ہو۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ زیادہ کرنے والوں کی حدیث صحیح ہو
اور کم کرکے بیان کرنے والوں کی حدیث بسبب نہ ضبط کرنے اُس زیادتی کے صحیح نہو تو اُس کی بابت امام شافعی رحمۃ اللہ
تعالے عنہ نے یہ فیصلہ دیا کہ حافظ راوی زیادتی بیان کرے اس کی حدیث صحیح ہے ۱۲ منہ

مِنَ الْحُفَّاظِ وَجَعَلَ نُقْصَانَ هٰذَا الرَّاوِيْ مِنَ الْحَدِيْثِ دَلِيْلًا عَلٰى صِحَّتِهٖ لِاَنَّهٗ يَدُلُّ عَلٰى تَحَرِّيْهِ وَجَعَلَ مَا عَدَا ذٰلِكَ مُضِرًّا بِحَدِيْثِهٖ فَدَخَلَ فِيْهِ الزِّيَادَةُ فَلَوْ كَانَتْ عِنْدَهٗ مَقْبُوْلَةً مُطْلَقًا لَمْ تَكُنْ مُضِرًّا بِالْحَدِيْثِ صَاحِبِهَا وَاللهُ اَعْلَمُ

اور حالانکہ ائمہ حدیث متقدمین عبد الرحمن بن مہدی اور یحیی القطان اور احمد بن حنبل اور یحیی بن معین اور علی بن المدینی اور بخاری اور ابو زرعہ رازی اور ابو حاتم اور نسائی اور دارقطنی وغیرہم نے ثقہ کی زیادت اور غیر زیادت میں ترجیح کو پسند کیا ہے۔ اور ان سب اماموں سے کسی ایک سے بھی ثقہ کی زیادت کو بغیر لحاظ ترجیح کے مطلقاً قبول کر لینا معلوم نہیں ہوتا اور اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اکثر شافعیہ ثقہ کی زیادت کو مطلقاً قبول کر لیتے ہیں باوجودیکہ امام شافعی[1] کی تصریح اسکے خلاف پر دلالت کرتی ہے چنانچہ امام موصوف راوی کے ضبط کے اعتبار میں فرماتے ہیں کہ راوی کا حال ایسا ہو کہ جب

[1] ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس ابن عثمان بن شافع بن السائب ابن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد المطلب بن عبد مناف جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔ نسب امام شافعی کا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے نسب نامہ سے ملتا ہے۔ امام شافعی کے دادا سائب صحابی ہیں بدر کے دن اسلام لائے تھے اور سائب کے بیٹے شافع نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو دیکھا تھا اور امام شافعی عسقلان یا یمن یا منیٰ میں علی اختلاف اقوال المورخین سنہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ نشو و نما مکہ میں پایا سات سال کی عمر میں قرآن شریف یاد کر لیا اور پندرہ سال کی عمر میں موطا امام مالک کی یاد کی علم فقہ مسلم بن خالد زنجی مفتی مکہ سے حاصل کیا۔ پندرہ سال کی عمر میں مسلم بن خالد مذکور نے آپکو فتوے دینے کی اجازت دی تھی۔ پھر اسکے بعد مدینہ منورہ میں امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انسے بھی حدیث تحصیل کر کے بغداد میں تشریف لائے سنہ ۱۹۵ھ میں بغداد کے علماء نے آپ سے علم حاصل کیا۔ کتاب قدیم یہاں ہی تصنیف کر کے مکہ کی طرف مراجعت فرمائی پھر بغداد میں آ کر ایک مہینہ ٹھہرے اسکے بعد مصر میں تشریف لے گئے اور کتب جدیدہ ام۔ امالی کبریٰ۔ املا صغیر مختصر بویطی مختصر مزنی مختصر ربیع و رسالہ و سنن مصر میں تصنیف کیں ابن ذولاق کہتے ہیں تصنیف امام شافعی کی اصول میں چودہ جلدیں اور فروع میں سو جلد سے متجاوز ہیں۔ آپ ہمیشہ علم دین کے پھیلانے میں رہے ہیں اور جامع عمرو میں آپکا قیام رہا ہے یہانتک کہ ایک ضرب شدیدہ آپکو پہونچی اور انتقال کر گئے۔ مناقب و مفاخر آپکے بیشمار ہیں علوم کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم و کلام و آثار صحابہ و اختلاف اقوال علماء معرفت کلام عرب لغت و عربیت و شعر جو کچھ آپکو یاد تھے اتنے کسی اور کو یاد نہ تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں میں جبتک کہ امام شافعی کے پاس نہ بیٹھا تھا حدیث کے ناسخ منسوخ خاص عام مجمل مفصل میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔ قاسم ابن سلام کہتے ہیں امام شافعی سے بڑھکر کوئی شخص کامل نہیں دیکھا سفیان بن عیینہ جب قرآن کے کسی لفظ کی تفسیر یا فتوے کی ضرورت پڑتی تھی تو امام شافعی کی طرف اشارہ کرتے تھے امام احمد فرماتے ہیں خداوند تعالی ہر صدی کے اخیر پر ایک ایسا شخص مبعوث فرماتا ہے کہ لوگوں کو حدیث پیغمبر کی سکھاتا ہے اور جو لوگ حدیث میں کذب ملاتے ہیں ان کو روکتا ہے۔ کیا کرتے ہیں پہلی دوسری صدی کے اخیر پر امام شافعی ہیں غرض آپکے مناقب میں بیشمار مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں اس لئے یہاں طول نہیں دیا جاتا حدیث الائمۃ من قریش کو بعضوں نے امام شافعی پر محمول کیا ہے چنانچہ اس معنی میں ایک اعلیٰ نظر سے گذر چکی ہے ۵ اذا ما تحذہ شافعیا تنقذ من نقد وطیش ۔ کفی قول النبی لنا دلیلا علی ان الائمۃ من قریش ۔ وفات آپ کی روز جمعہ آخر روز رجب سنہ ۲۰۴ھ میں ہوئی اور اسی روز عصر کے بعد قرافہ صغریٰ مصر میں مدفون ہوئے۔ قبر آپکی زیارتگاہ عالم ہے ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالی ولیہ۔

حفاظ میں سے کسی کے ساتھ شریک ہو تو زیادتی یا کمی میں) اُس سے مخالف ہو یعنی حافظ ہی کی طرح حدیث کو روایت کرے - اور اگر حافظ سے مخالف ہوا - اور اس کی حدیث حافظ کی حدیث سے کم نکلی تو اس صورت میں اس کی حدیث میں قدح نہیں بلکہ کم ہونا حدیث کا مخرج حدیث کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اگر مخالف ہو کر حافظ کی حدیث سے بڑھا دیا تو یہ بڑھانا اسی کی حدیث کو مضر ہوگا حافظ کی حدیث کو ضرر رساں نہیں اس واسطے کہ اس میں طعن کرنا بہ نسبت طعن کرنے حافظ کے بہتر ہے - تمام ہوا کلام امام شافعی کا - اقتضار امام شافعی کے کلام کا یہ ہے کہ کوئی راوی جب حفاظ حدیث میں سے کسی کے مخالف ہو کر زیادتی بیان کرے تو یہ زیادتی اسی زیادت کرنے والے راوی کی حدیث کو ضرر دیگی - پس دلالت کیا اس کلام نے اس امر پر کہ عادل راوی کی زیادتی مطلقاً قبول کرنی آپکے نزدیک لازم نہیں بلکہ اُس عادل کی زیادت قبول کرنی لازم ہے جو کہ حافظ ہو اسواسطے کہ پسند کیا ہے آپنے اس امر کو کہ حدیث اس مخالفت کرنے والے راوی کی اُن حفاظ کی حدیث سے جنکی مخالفت کر رہا ہے کم ہو اور حدیث میں اس راوی کی کمی کرنیکو حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ٹھرایا ہے - اسواسطے کہ راوی کا حدیث کو کم کر کے روایت کرنا راوی کے کمال احتیاط پر دلالت کرتا ہے - اور کمی کے بغیر باقی امور میں حافظ سے مخالفت کرنی اُسے مخالف کی حدیث کو ضرر رساں قرار دی ہے - پس اس اضرار میں زیادت بھی داخل ہوگی - پس اگر مطلقاً زیادتی آپکے نزدیک مقبول ہوتی تو زیادتی زیادہ کرنے والے کی حدیث کو مضر نہ ہوتی واللہ اعلم -

اَلْمَحْفُوْظُ وَالشَّاذُّ

(فَاِنْ خُوْلِفَ بِاَرْجَحَ مِنْهُ) لِمَزِيْدِ ضَبْطٍ اَوْ كَثْرَةِ عَدَدٍ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ وُجُوْهِ التَّرْجِيْحَاتِ (فَالرَّاجِحُ) يُقَالُ لَهٗ (اَلْمَحْفُوْظُ وَ

وارث ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ وارث تو کوئی نہیں مگر ایک غلام آزاد کیا ہوا
اُس کا ہے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہی غلام آزاد کردہ اس متوفی کے
مال کا وارث قرار دیا۔ یہ لفظ ابوداؤد کا ہے۔ اور ترمذی و ابن ماجہ نے اس کو مختصر
روایت کیا ہے) اس حدیث کے وصل اور رفع کرنے پر ابن عیینہ کے ساتھ ابن جریج
وغیرہ تابع ہوئے ہیں۔ اور حماد بن زید نے ان سب سے مخالف ہو کر عمرو بن دینار
سے اور اس کے آگے عوسجہ سے بغیر ذکر کرنے ابن عباس کے مرسلاً اس حدیث کو روایت کیا ہے
حافظ ابوحاتم ابن حبان فرماتے ہیں ابن عیینہ کی حدیث محفوظ ہے۔ انتہی کلامہ۔
دیکھو حماد بن زید گو عادل اور ضابط راویوں میں سے ہیں پھر بھی ابوحاتم نے دوسرے
راویوں کی روایت کو کثرتِ عدد کی وجہ سے اس کی روایت پر ترجیح دیدی ہے[1]
اس واسطے کہ ایک راوی کا خطا ہونا بہ نسبت جماعت کے زیادہ ہوتا ہے) اس تقریر
سے معلوم ہوا کہ شاذ وہ حدیث ہے جس کو ایک مقبول راوی اپنے سے اولیٰ
راوی کے برخلاف روایت کرے۔ اور اصطلاح کے رو سے بھی شاذ کی تعریف میں
یہی قول معتبر ہے (امام جلال الدین سیوطی الفیۃ الحدیث مسمیٰ بنظم الدرر فی علم الاثر
کی شرح میں ابن حجر سے نقل کرتے ہیں کہ اس موقعہ میں ایک اشکال ہے جس سے
متنبہ ہونا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ اہل حدیث نے صحیح کی تعریف میں یہ شرط رکھی

[1] اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وصل کو بسبب کثرت کے ترجیح ہے حالانکہ محققین کے نزدیک وصل مطلقاً مقدم
امام نووی صحیح مسلم کی شرح کے مقدمہ میں فرماتے ہیں جس حدیث کو بعض ثقات متصل بعض مرسل بعض موقوف روایت کریں
تو صحیح اس بارہ میں محققین محدثین کا قول ہے۔ یہ اسناد اس حدیث کو جس مرتبہ میں کھینچے وہی مرتبہ اُسکا قرار پائیگا۔ کلیہ
قاعدہ اس بارہ میں کوئی نہیں۔ اور محدثین محققین وجوہات ترجیحات کو دیکھکر جس طرف وہ قوت دیکھتے ہیں وہی مرتبہ
اُسکا مقرر کرتے ہیں چنانچہ امام بخاری کبھی وصل کو ترجیح دیدیتے ہیں (اور کبھی ارسال کو لا نکاح الا بولی میں
وصل کو ترجیح دیدے۔ اور حدیث اِنْ شِئْتَ سَبَّحْتَ لَکَ میں ارسال کو) زیادت ثقہ میں بھی طول طویل اقاویل ہیں
لیکن ابن حجر کے نزدیک راوی اگر برابر یا متقارب ہوں تو رفع اور وصل کرنے والے راویوں کی روایت مقدم
ہے یہاں یہ بھی جاننا چاہئے کہ اختلاف اکثروں کا در بارہ تقدیم وصل و رفع کے اسی امر پر مبنی ہے کہ یہ زیادت وصل
و رفع کی ارسال و وقف کو منافی ہے یا نہیں جو لوگ منافی نہیں دیکھتے دونو قبول کر لیتے ہیں اور جو منافی دیکھتے ہیں وہ کہتے ہیں تقدیم کا
حکم واسطے اکثر اور احفظ کے ہے۔ اور جو علماء زیادت کو شبیہ بالمنافات یا شبیہ بغیر منافات جانتے ہیں وہ
دونوں تشبیہوں کی رعایت اختیار کر لیتے ہیں مساوی اور متقارب سے قبول کر لیتے ہیں اور اُنکے
غیر سے قبول نہیں کرتے ۱۲۰ بہجۃ النظر ۱۲ منہ

کہ شاذ نہ ہووے اور شذوذ کی تعریف اس طرح کی ہے کہ وہ مخالفت کرنی ہے ثقہ
کی اوثق سے - اور پھر انہوں نے یہ بھی حکم لگایا ہے کہ زیادت ثقہ کی مقبول ہے
اور اسی بنا پر انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وصل اور رفع کرنے والے راوی کے پاس
زیادتی علم کی ہے - اسواسطے اس کا رفع و وصل قبول کیا جاوے - اب یہ معلوم کرنا
ہے کہ اسکو شاذ بھی کہتے ہیں یا نہ - یا تو اسمیں فرق دکھانا چاہئے یا تناقض کا اعتراف
کرنا چاہئے - سو حق اس امر میں یہ ہے کہ ثقہ کی زیادت ہمیشہ قبول نہیں کی جاتی -
جو شخص اس کو علی العموم ہر جگہ قبول کر لیتا ہے وہ حق پر نہیں اسواسطے کہ یہ زیادت
اسی وقت قبول کی جاتی ہے جبکہ وصف میں برابر ہو اور جس راوی نے کم بیان کیا ہے
اسکے نفی کے واسطے وہ زیادت کا راوی لفظاً و معناً معترض نہ ہوا ہو -

اَلْمَعْرُوْفُ وَالْمُنْكَرُ

وَاِنْ وَقَعَتِ الْمُخَالَفَةُ (مَعَ) ذِیِ (الضُّعْفِ فَالرَّاجِحُ) يُقَالُ لَهُ
(الْمَعْرُوْفُ وَمُقَابِلُهُ) يُقَالُ لَهُ (الْمُنْكَرُ) مِثَالُهُ مَا رَوَاهُ
ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ مِنْ طَرِيْقِ حُبَيْبِ بْنِ حَبِيْبٍ وَهُوَ اَخُوْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ
الْمُقْرِيْ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَقَامَ الصَّلٰوةَ
وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَحَجَّ الْبَيْتَ وَصَامَ وَقَرَى الضَّيْفَ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ

(۱) عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن المنذر بن داؤد بن مہران ابو محمد بن ابو حاتم التمیمی الحنظلی امام ابن امام اور حافظ ابن حافظ
ہیں حدیث کی سماعت اپنے والد اور دیگر محدثین سے رکھتے ہیں - آپکی مسند کی نسبت ابن مندہ کہتے ہیں کہ ہزار جزو میں ہے اور سوا
مسند کے کتاب الزہد - کتاب الکنیٰ - الفوائد الکبیر - فوائد الرازیین - مقدمۃ الجرح والتعدیل علاوہ ازیں تصانیف فقہ و اختلاف
صحابہ و تابعین اور علماء امصار میں ہیں - آپ کی تصانیف سے کتاب الرد علی الجہمیہ اور تفسیر قرآن آپ کی دو بڑی کتابیں
ہیں - اور آثار مسندہ چار جلدوں میں ہے اور جرح و تعدیل بھی آپکی کتاب چند جلدوں میں ہے
جو آپکے وسیع حفظ اور امانت پر دلالت کرتی ہے - ابو علی خلیلی کہتے ہیں کہ ابن ابو حاتم ابدال میں
شمار کئے جاتے ہیں ۳۲۷ھ میں آپکا انتقال ہوا - ۱۲ منہ -

پس جس نے ان دونوں کو ایک ہی قسم گردانا ہے۔ وہ تحقیق کرنے سے غافل رہا ہے۔
(شارح نخبۃ لکھتے ہیں ابن حجر کا یہ کلام ابن الصلاح کی طرف ہے کہ اُنہوں نے
ان دونوں میں تمیز نہیں کی)

اَلْمُتَابِعُ وَالشَّاهِدُ

(وَ) مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ مِنَ (الْفَرْدِ النِّسْبِيِّ إِنْ وُجِدَ بَعْدَ
ظَنِّ كَوْنِهٖ فَرْدًا قَدْ (وَافَقَهُ غَيْرُهُ فَهُوَ الْمُتَابِعُ) بِكَسْرِ
الْمُوَحَّدَةِ۔ وَالْمُتَابَعَةُ عَلٰى مَرَاتِبَ إِنْ حَصَلَتْ لِلرَّاوِيْ نَفْسِهٖ
فَهِيَ التَّامَّةُ۔ وَإِنْ حَصَلَتْ لِشَيْخِهٖ فَمَنْ فَوْقَهٗ۔ فَهِيَ الْقَاصِرَةُ
وَيُسْتَفَادُ مِنْهُ التَّقْوِيَةُ۔ مِثَالُ الْمُتَابَعَةِ التَّامَّةِ مَا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ
فِي الْأُمِّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ فَلَا
تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ
عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلٰثِيْنَ۔ فَهٰذَا الْحَدِيْثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ
ظَنَّ قَوْمٌ أَنَّ الشَّافِعِيَّ تَفَرَّدَ بِهٖ عَنْ مَالِكٍ فَعَدُّوْهُ فِيْ غَرَائِبِهٖ
لِأَنَّ أَصْحَابَ مَالِكٍ رَوَوْهُ عَنْهُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ بِلَفْظِ فَإِنْ غُمَّ
عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ۔ لٰكِنْ وَجَدْنَا لِلشَّافِعِيِّ مُتَابِعًا وَهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ
بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ كَذٰلِكَ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ عَنْهُ عَنْ مَالِكٍ
وَهٰذِهٖ مُتَابَعَةٌ تَامَّةٌ۔ وَوَجَدْنَا لَهٗ مُتَابَعَةً قَاصِرَةً فِيْ صَحِيْحِ
ابْنِ خُزَيْمَةَ مِنْ رِوَايَةِ عَاصِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ مُحَمَّدِ بْنِ
زَيْدٍ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِلَفْظِ فَكَمِّلُوْا ثَلٰثِيْنَ وَفِيْ
صَحِيْحِ مُسْلِمٍ مِنْ رِوَايَةِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

بِلَفظِ نَاقِلُہٗ وَاتَّقِنِيْنَ -

متابع اور شاہد کا بیان

اور فرد نسبی جس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے - بعد ظن انفراد راوی کے اس فرد نسبی کا اگر کوئی راوی اُسی صحابی سے روایت کرنے میں موافق نکل آوے تو یہ پچھلا راوی متابِع بکسر حرفِ باء تابعداری کرنے والا اول کا ہے چنانچہ محدثین کہتے ہیں تَابَعَہٗ فُلَانٌ فلاں راوی کے ساتھ فلاں راوی حدیث روایت کرنے میں تابع ہوا ہے اور متابعت کے کئی مراتب ہیں - ایک مرتبہ اس کا یہ ہے کہ اُس راوی حدیث کو جس کا استاذ سے روایت کرتے وقت اکیلا ہونے کا ظن ہوا تھا اگر کوئی دوسرا راوی اُس کے اُستاذ سے وہی حدیث روایت کرنے میں مشارک ملجائے تو یہ متابعت تامہ ہے اور اگر راوی کے شیخ کو یا اُوپر کے طبقہ کے مشائخ میں سے کسی شیخ کو حاصل ہو تو یہ متابعت قاصرہ ہے - اور فائدہ متابعت سے یہ ہے کہ حدیث کو تقویت حاصل ہو جاتی ہے - متابعت تامہ کی مثال وہ حدیث ہے جو امام شافعی نے اپنی کتاب اُمّ میں امام مالک سے روایت کی ہے - وہ عبد اللہ بن دینار سے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرمایا مہینہ کا ہے انتیس کا بھی ہوتا ہے پس اجتک ہلال رمضان کو دیکھ نہ لیا کرو روزہ نہ رکھا کرو - اور جبتک عید فطر کا چاند نہ دیکھو روزہ نہ چھوڑا کرو - اور اگر ابر وغیرہ چیز وتمیں تم سے چاند پوشیدہ ہو جاوے تو تم شعبان کے تیس دن پورے کر لیا کرو - پس یہ حدیث کو ان لفظوں کے ساتھ مروی ہونے کو محدثین ایک گروہ نے جن میں امام بیہقی بھی داخل ہیں یہ گمان کیا ہے کہ امام مالک سے اکیلے امام شافعی نے روایت کیا ہے اسی گمان پر اس حدیث کو امام شافعی کے غرائب میں انہوں نے شمار کیا

---

(۱) متابع کو بقیہ میں کے اگر تابع کہدیتے تو زیادہ [illegible] متابعت میں یہ شرط نہیں کہ وہ روایت متابعت [illegible] [illegible] ہو [illegible] بلکہ اُس سے [illegible] جب [illegible] کے [illegible] [illegible] اور [illegible] [illegible]

(۲) غریب وہ حدیث ہے جس کو [illegible] ایک ہی راوی [illegible] روایت کرے - وہ [illegible] اسکے ساتھ شریک ہو [illegible] غریب [illegible] جس میں ایک راوی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

اس واسطے کہ امام مالک کے باقی تلامذہ نے امام مالک سے اسی اسناد کے ساتھ اس حدیث
کو اس لفظ سے روایت کیا ہے فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ چاند تم سے
اگر چھپ جاوے (کسی حائل کی وجہ سے دکھائی نہ دے) تو تم دخول رمضان کے
واسطے شعبان کے برابر تیس۳۰ دن اندازہ اور شمار کر لیا کرو اور پھر رمضان کے روزے
رکھو گو ہلال نہ بھی دیکھو۔ اس واسطے کہ مقصود رویت سے علم یقینی ہے۔ اور وہ
مہینہ کی کمی میں رویت ہلال سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یا مہینہ کے کمال سے حاصل
ہوتا ہے۔ حاصل معنے اس حدیث کا یہ ہے کہ شعبان کے مہینہ کے تیس۳۰ دن کامل
کر لیا کرو۔ اس معنے سے یہ حدیث پہلی حدیث فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ کے
معناً موافق ہے (محدثین کے ایک گروہ نے تو امام شافعی کی روایت کو غرائب میں
شمار کیا تھا۔ لیکن ہمنے امام شافعی کے واسطے اس حدیث کے روایت کرنے میں
صحیح بخاری میں ایک متابع پایا ہے۔ اور وہ متابع عبداللہ بن مسلمہ قعنبی سے
ہے۔ اس عبداللہ نے بھی امام شافعی ہی کیطرح امام مالک سے اس حدیث کو روایت کیا ہے
یہاں یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ امام مالک نے ابن دینار سے دو وجہوں پر سنا ہو۔ اور ہر
دو کے راوی کو دوسری وجہ پر) علاوہ اس متابعت تامہ کے امام شافعی کیواسطے
متابعت قاصرہ بھی ہمنے صحیح ابن خزیمہ میں پائی ہے جس کو ابن خزیمہ عاصم
ابن محمد سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے باپ محمد بن زید سے اور وہ اپنے
دادا عبداللہ ابن عمر سے بلفظ فَكَمِّلُوْا ثَلَاثِيْنَ کے روایت کرتے ہیں۔
اور صحیح مسلم میں بھی امام شافعی کے واسطے متابعت قاصرہ پائی گئی ہے جس کو
امام مسلم عبیداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں وہ نافع سے وہ ابن عمر سے
بلفظ فَاقْدِرُوْا ثَلَاثِيْنَ کے ۔

وَلَا اِنْحِصَارَ فِيْ هٰذِهِ الْمُتَابَعَةِ سَوَاءٌ كَانَتْ تَامَّةً اَوْ قَاصِرَةً
عَلَى اللَّفْظِ بَلْ لَوْ جَاءَتْ بِالْمَعْنٰى كَفٰى لٰكِنَّهَا مُخْتَصَّةٌ بِكَوْنِهَا
مِنْ رِوَايَةِ ذٰلِكَ الصَّحَابِيِّ

اور چونکہ ابن خزیمہ اور صحیح مسلم کی روایتوں کے لفظوں میں کسیقدر فرق تھا
ایک میں فکملوا دوم میں فاقدروا تھا۔ اس واسطے ابن حجر کہتے ہیں کہ متابعت
تامہ اور قاصرہ میں لفظ پر اقتصار نہیں کہ لفظ اسکے بھی ہو بہو ویسے ہی ہوویں
بلکہ معناہی یہ متابعات ملجائیں تو تقویت حدیث میں کافی ہیں لیکن یہ امر انمیں
ضروری مدنظر ہے کہ اُسے صحابی کی روایت سے ہوویں۔

(وَاِنْ وُجِدَ مَتْنٌ) يُرْوٰى مِنْ حَدِيْثِ صَحَابِيٍّ اٰخَرَ (يُشْبِهُهٗ) فِي اللَّفْظِ اَوْ فِي الْمَعْنٰى فَقَطْ (فَهُوَ الشَّاهِدُ) وَمِثَالُهٗ فِي الْحَدِيْثِ الَّذِيْ قَدَّمْنَاهُ مَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ سَوَاءً فَهٰذَا بِاللَّفْظِ وَاَمَّا بِالْمَعْنٰى فَهُوَ مَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِلَفْظِ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِيْنَ۔ وَخَصَّ قَوْمٌ الْمُتَابَعَةَ بِمَا حَصَلَ بِاللَّفْظِ سَوَاءٌ كَانَ مِنْ رِوَايَةِ ذٰلِكَ الصَّحَابِيِّ اَمْ لَا وَالشَّاهِدَ بِمَا حَصَلَ بِالْمَعْنٰى كَذٰلِكَ وَقَدْ يُطْلَقُ الْمُتَابَعَةُ عَلَى الشَّاهِدِ وَبِالْعَكْسِ وَالْاَمْرُ فِيْهِ سَهْلٌ۔)

(حاشیہ: من الشافعی وغیرہ عن ابن عمر ١٢)

اور اگر حدیث کا ایسا متن پایا جاوے کہ دوسرے صحابی کی ایسی حدیث سے
روایت کیا جاتا ہے جو وہ حدیث اس حدیث کے لفظ اور معنے دونوں میں مشابہ ہے
یا لفظ میں نہیں فقط معنی ہی میں ملتی ہے۔ تو اس متن کے مشابہ دوسری حدیث
شاہد ہے۔ اور مثال اُس کی اس حدیث میں ہے جس کو ہم ابھی بیان کر چکے
ہیں امام شافعی وغیرہ سے اس حدیث کو امام نسائی نے بھی محمد بن حنین کی روایت
سے بیان کیا ہے وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور ابن عباس نبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے یہانتک امام نسائی نے سند پہونچا کر آگے متن حدیث کا

هُمَا وَلَيْسَ كَذَالِكَ بَلْ هُوَ هَيْئَةُ التَّوَصُّلِ اِلَيْهِمَا۔ وَجَمِيْعُ مَا
تَقَدَّمَ مِنْ اَقْسَامِ الْمَقْبُوْلِ تَحْصُلُ فَائِدَةُ تَقْسِيْمِهٖ بِاِعْتِبَارِ مَرَاتِبِهٖ
عِنْدَ الْمُعَارَضَةِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اعتبار کا بیان

اور جان لے تو اس امر کو کہ جس حدیث کے فرد ہونیکا ظن کیا جاتا ہے اُسکے
واسطے کتب احادیث کی قسم جوامع[1] اور مسانید اور اجزا سے
باقی راویوں کی سندیں جمع کر کے اُسے معلوم کرنا کہ آیا اس فرد کا
کوئی تابع بھی ہے یا نہ۔ یہ تتبع ہی اعتبار[2] ہے شیخ ابن الصلاح فرماتے ہیں
کہ اعتبار اور متابعات اور شواہد کا دریافت کرنا گاہے یہ وہم پیدا کر دیتا ہے
کہ اعتبار بھی متابعات و شواہد کا ایک قسم ہے اور یہ وہم پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ

---

[1] جوامع حدیث کی وہ کتابیں ہیں جو فقہ کے ابواب پر مرتب ہوں جیسے صحاح ستہ۔ یا حروف ہجائیہ پر مرتب ہوں اور یہ دو طرح ہوتی ہیں ایک تو اس طرح کہ اُس جامع میں جو کتابیں آئی ہیں انکے حروف کا لحاظ کر کے تالیف کی جاویں جیسے کہ حرف الالف میں کتاب الایمان اور حرف الباء میں کتاب البر۔ آخر تک اسی طور پر کیا ہے صاحب جامع الاصول۔ دوسری طرز یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ کے اوائل میں جو حروف آتے ہیں ان پر مرتب ہو۔ جیسے کہ امام سیوطی نے جامع الصغیر میں انکو ترتیب دیا ہے۔ اور مسانید وہ ہیں جنمیں ہر ایک صحابی کی سند علیحدہ لکھی جاوے جیسی کہ امام احمد حنبلؒ کی مسند ہے۔ اور اجزا وہ کتابیں ہیں جنمیں فقط ایک ہی صحابی کی حدیثیں جمع کیجاویں۔ یا بہت صحابہ کی حدیثیں ایک مضمون پر جمع کی جاویں ۱۲ منہ

[2] حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ اعتبار یہ ہے کہ بعض راوی کی حدیث کے متعلق اور راویوں کی روایتوں کی سندیں جمع کر کے معلوم کرے کہ اس حدیث میں کوئی اور راوی بھی اُسکے شیخ سے شریک ہوا ہے یا نہیں جس شیخ سے یہ اکیلا روایت کرتا ہے اسی روایت کو اُسکے شیخ سے کوئی اور راوی بھی روایت کرتا ہے یا نہ۔ اور اگر اُسکے شیخ سے کوئی دوسرا راوی قابل اعتبار جس کی حدیث لیجاتی ہے شریک اس کی روایت میں ہوا ہے تو اس راوی کی روایت کو تابع کہتے ہیں اور اگر راوی فرد کے شیخ سے اس روایت میں کوئی راوی روایت کرنیوالا اس حدیث کا نہ ملا تو پھر اوپر کے طبقہ میں اسکے شیخ کے شیخ کو دیکھا جائیگا کہ وہاں بھی اسکے ساتھ کوئی شریک ہوا ہے یا نہ اگر اسکے شیخ کے شیخ کے موافق حدیث کرنیوالا کوئی راوی مل گیا تو اس کو بھی تابع کہتے ہیں۔ اور گاہے اوس کو شاہد بھی کہدیتے ہیں۔ اور اگر شیخ کے شیخ کا بھی تابع کوئی نہ ملا تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ اس حدیث کے ہم معنے بھی کوئی حدیث آئی ہے یا نہ۔ اگر ہم معنے بھی کوئی نہ ملی تو پھر متابعات و شواہد معدوم ہو جاتے ہیں اور حدیث اسی طرح فرد ہی رہتی ہے انتہی کلامہ ملخصاً مولانا الحافظ مولوی عبید اللہ صاحب ٹونکی دام ظلہ افادے ۱۲ منہ۔

محکم اور مختلف کا بیان

یہ مقبول حدیث دو قسم پر منقسم ہوتی ہے ایک قسم کا معمول بہ ہے دوسرا غیر معمول بہ ہے
اور مقبول کے دو قسم پر تقسیم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ خبر مقبول یا تو معارضہ سے
سالم ہوگی اسکے مقابل میں کوئی دوسری حدیث مخالف اسکے نہ ہوگی۔ پس یہ قسم تو
محکم ہے۔ اور اُس کی مثالیں کتب صحاح میں بکثرت ہیں۔ اور اگر حدیث مقبول سے
کسی دوسری حدیث نے مقابلہ معارضہ کیا۔ تو پھر اُس معارض حدیث کو دیکھا جائیگا
کہ آیا وہ معارض حدیث بھی اسی قسم کی طرح مقبول ہے۔ یا مردود ہے۔ اگر مردود نے
مقبول سے معارضہ کیا تو یہ حقیقت میں کوئی معارضہ نہیں اس واسطے کہ قوی میں
ضعیف کی مخالفت کچھ اثر نہیں کر سکتی۔ اور اگر معارضہ مقبول کا اپنے ہم مثل حدیث
سے ہوا تو یہاں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ان دونوں حدیثوں کے مدلول و معانی میں
بغیر تعسف کے تاویل صحیح قریب الفہم کے ساتھ جمع اور مطابق کرنا ممکن ہو وے گا
یا نہ ہوگا۔ اگر جمع کرنا ممکن ہوا تو یہ قسم مختلف الحدیث ہوگا۔ اس نوع
کی مثال شیخ ابن الصلاح نے لاعدویٰ اور حدیث فِرَّ مِنَ المجذُومِ سے
دی ہے کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح بخاری میں ہیں۔ صحت اور قبولیت میں دونوں
برابر ہیں۔ اور ظاہراً ان میں تعارض نظر آتا ہے۔ اس طور پر کہ پہلی حدیث کا
یہ معنے ہے کہ ایک کا مرض دوسرے کو سرایت کرکے نہیں لگتا۔ اور دوسری حدیث
کا یہ معنے ہے کہ جذامی سے تم ایسے بھاگو جیسے شیر سے جان بچانے کی خاطر بھاگتے
ہو۔ اور ان دونوں میں اس طرح مطابقت کی جاتی ہے کہ یہ امراض خود بخود بطبعہا
متعدی نہیں ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے مریض کے میل جول کو تندرست میں اس
مرض کے سرایت کرنے کا سبب بنایا ہے اور گاہے یہ تعدی اپنے سبب سے مختلف
بھی ہو جاتی ہے۔ اور کچھ اثر نہیں کرتی۔ چنانچہ اسکے سوائے بقیہ اسباب میں بھی پایا
گیا ہے کہ دوا پی اثر نہ ہوا اور زہر کھائی نہ مرا اس سے پایا جاتا ہے کہ بالطبع انمیں تعدی

و سرایت نہیں - شیخ ابن الصلاح نے باتباع غیر خود یعنے امام شافعی و امام مالک کے تابع ہوکر اسیطرح ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دی ہے -

(و الاولی فی الجمع بینہما ان نفیہ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم للعدوی باق علی عمومہ - وقد صح قولہ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و بارک وسلم - لا یعدی شیئ شیئا و قولہ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و بارک وسلم لمن عارضہ بان البعیر الاجرب یکون فی الابل الصحیحۃ فیخالطہا فتجرب حیث رد صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و بارک وسلم بقولہ فمن اعدی الاول یعنی ان اللہ تعالی ابتدأ ذلک المرض فی الثانی کما ابتدأہ فی الاول - واما الامر بالفرار من المجذوم فمن باب سد الذرائع لئلا یتفق للشخص الذی یخالطہ المجذوم شیئ من ذلک بتقدیر اللہ ابتداء لا بالعدوی المنفیۃ فیظن ان ذلک بسبب مخالطتہ فیقع فی الحرج فامر بتجنبہ حسما للمادۃ واللہ اعلم وقد صنف فی ھذا النوع الامام الشافعی کتب الاختلاف لکنہ لم یقصد استیعابہ وقد صنف فیہ بعدہ ابن قتیبۃ المتوفی [illegible] والطحاوی وغیرہما)

لیکن میرے نزدیک ان دونوں حدیثوں میں اس طرح تطبیق کرنی زیادہ مناسب ہے کہ جناب سرور کائنات علیہ افضل التحیات و السلام کے تعدی و سرایت کی نفی کو اپنے عموم ہی پر چھوڑا جاوے اسکے ظاہری معنے کی تاویل نکی جاوے اور میرے قول کی تائید میں پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و بارک وسلم کی یہ صحیح حدیث بھی موید ہے جس میں آپنے فرمایا ہے کہ کوئی بیماری کسے کی دوسرے کی طرف سرایت نہیں کرتی - علاوہ ازیں ایک اور حدیث نبی صلے اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و بارک وسلم کی ہمارے قول کی موید ہے چنانچہ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوۃ و السلام نے

پاس دو متضاد حدیثیں ہوں لاوے ہمارے پاس ہم انہیں تطبیق کر دینگے۔

النَّاسِخُ وَالْمَنْسُوْخُ

وَاِنْ لَمْ يُمْكِنِ الْجَمْعُ فَلَا يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ يُعْرَفَ التَّارِيْخُ (اَوْ لَا) فَاِنْ
عُرِفَ (وَثَبَتَ الْمُتَاَخِّرُ بِهٖ) اَوْ بِاَصْرَحَ مِنْهُ (فَهُوَ النَّاسِخُ
وَالْاٰخَرُ الْمَنْسُوْخُ) وَالنَّسْخُ رَفْعُ تَعَلُّقِ حُكْمٍ شَرْعِيٍّ بِدَلِيْلٍ
شَرْعِيٍّ مُتَاَخِّرٍ عَنْهُ۔ وَالنَّاسِخُ مَا يَدُلُّ عَلَى الرَّفْعِ الْمَذْكُوْرِ وَتَسْمِيَتُهٗ
نَاسِخًا مَجَازٌ لِاَنَّ النَّاسِخَ فِي الْحَقِيْقَةِ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ وَيُعْرَفُ النَّسْخُ بِاُمُوْرٍ
اَصْرَحُهَا مَا وَرَدَ فِي النَّصِّ كَحَدِيْثِ بُرَيْدَةَ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ كُنْتُ
نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ۔
وَمِنْهَا مَا يَجْزِمُ الصَّحَابِيُّ بِاَنَّهٗ مُتَاَخِّرٌ كَقَوْلِ جَابِرٍ كَانَ اٰخِرُ
الْاَمْرَيْنِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ
وَسَلَّمَ تَرْكَ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ رَوَاهُ اَصْحَابُ السُّنَنِ
وَمِنْهَا مَا يُعْرَفُ بِالتَّارِيْخِ وَهُوَ كَثِيْرٌ۔ وَلَيْسَ مِنْهَا مَا يَرْوِيْهِ الصَّحَابِيُّ
الْمُتَاَخِّرُ الْاِسْلَامِ مُعَارِضًا لِلْمُتَقَدِّمِ عَلَيْهِ لِاحْتِمَالِ اَنْ يَكُوْنَ سَمِعَهٗ
مِنْ صَحَابِيٍّ اٰخَرَ اَقْدَمَ مِنَ الْمُتَقَدِّمِ الْمَذْكُوْرِ فَاَرْسَلَهٗ۔ لٰكِنْ
اِنْ وَقَعَ التَّصْرِيْحُ بِسَمَاعِهٖ لَهٗ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ
وَبَارِكْ وَسَلَّمَ فَيَتَّجِهُ اَنْ يَكُوْنَ نَاسِخًا بِشَرْطِ اَنْ يَكُوْنَ الْمُتَاَخِّرُ لَمْ
يَتَحَمَّلْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلَّمَ شَيْئًا
قَبْلَ اِسْلَامِهٖ۔ وَاَمَّا الْاِجْمَاعُ فَلَيْسَ بِنَاسِخٍ بَلْ يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ وَاِنْ لَمْ
يُعْرَفِ التَّارِيْخُ فَلَا يَخْلُوْ اِمَّا اَنْ يُمْكِنَ التَّرْجِيْحُ لِاَحَدِهِمَا عَلَى الْاٰخَرِ بِوَجْهٍ
مِنْ وُجُوْهِ التَّرْجِيْحِ الْمُتَعَلِّقِ بِالْمَتْنِ اَوْ بِالْاِسْنَادِ اَوْ لَا فَاِنْ اَمْكَنَ التَّرْجِيْحُ

تعین المصیر الیه (والا فلا) فصار ما ظاهره التعارض واقعا
علی هذا الترتیب الجمع ان امكن فاعتبار الناسخ والمنسوخ (فا
لترجیح) ان تعین (ثم التوقف) والتعبیر بالتوقف اولی من
التعبیر بالتساقط لان خفاء ترجیح احدهما علی الآخر انما هو بالنسبة
للمعتبر فی الحالة الراهنة مع احتمال ان یظهر لغیره ما خفی علیه)۔

الحاضرة ۱۲

ناسخ اور منسوخ کا بیان

اور جس صورت میں کہ باہم تطبیق نہ ہوسکے تو وہ حدیث دو حالتوں سے خالی نہ ہوگی
یا تو ان دونوں کی تاریخ و زمانہ معلوم ہوئیگا یا نہ ہوگا۔ اگر تاریخ معلوم ہوگی۔
اور تاریخ سے ایک کا مؤخر ہونا ثابت ہو گیا یا سوائے تاریخ کے حدیث کے اپنے ہی الفاظ سے بہت کھلے اور صاف
طور پر حکم مؤخر ثابت ہو گیا جیسے کہ نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا میں صراحت ہے۔ تو متاخر حدیث ناسخ
ہو گا اور پہلی منسوخ۔ اور نسخ کا معنی شرعی احکام کے تعلق کو شرعی متاخر عنہ دلیل سے اٹھانا ہے۔ اور ناسخ حدیث ہے
جو رفع مذکور پر دلالت کرے حدیث کو ناسخ کہنا مجازی طور پر ہے (جیسے کسی چیز کو اس کی آلت
کی طرف منسوب کر دیتے ہیں) اور حقیقت میں ناسخ یعنی منسوخ کرنے والا خدا تعالیٰ ہی ہے
اور معلوم ہوتا ہے یہ نسخ چند امور سے۔ اصرح ان سب سے وہ ہے جو حدیث کی
عبارت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ بارک وسلم کی زبانی واقعہ ہوئے جیسے
کہ صحیح مسلم میں حضرت بریدہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم روایت کرتے
ہیں کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانہا تذکرۃ
الآخرۃ۔ ترجمہ لوگو۔ میں نے تم کو (اوائل میں) قبروں کی زیارت کرنے سے
منع کیا تھا۔ اور اب تم کو اجازت دیجاتی ہے) قبروں کی زیارت کیا کرو اسمیں فائدہ
یہ ہے کہ قبروں کا دیکھنا قیامت کو یاد دلاتا ہے۔ اور بعض امور نسخ معلوم کرنے کے وہ
ہیں کہ جنکے مؤخر ہونے پر کوئی صحابی جزم کرے جیسے حضرت جابر کا قول ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دونوں فعلوں میں سے آخر فعل آگ کی پکی ہوئی

۵ ناسخ منسوخ میں بھی محدثین نے بہت کتابیں لکھی ہیں۔ جنسے اچھی طرح اس فن پر واقفیت ہوسکتی ہے [illegible]

چیز کے کہانے سے وضو کا ترک کرنا ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو اصحاب سنن سے دو شخصوں یعنی ابو داؤد اور نسائی نے اور تیسرا ذریعہ نسخ معلوم کرنے کا تاریخ ہے اور اسکی مثالیں بہت ہیں منجملہ انکے حدیث ابن عباس کی مرویہ شیخین ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صوم کی حالت میں پچھنے لگائے۔ امام شافعی رح فرماتے یہ حدیث شداد بن اوس کی حدیث کی جسکو ابو داؤد نے یوں روایت کیا ہے افطر الحاجم والمحجوم کی ناسخ ہے اس واسطے کہ شداد کی حدیث سنہ آٹھ میں فرمائی ہے۔ اور ابن عباس والی سنہ دس میں) اور متاخر الاسلام صحابی اگر متقدم الاسلام صحابی کے معارض کوئی حدیث روایت کرے تو وہ ناسخ نہیں اس واسطے کہ یہاں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ متاخر نے شاید کسی اور صحابی سے سنا ہو جو متقدم سے بھی اقدم ہو اور بیچمیں سے واسطہ نکالکر حدیث کو مرسل کر دیا ہو لیکن اگر متاخر الاسلام صحابی کی جناب نبوی سے سننے میں تصریح واقعہ ہو یوں کہدیوے سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم تو اسکی حدیث ناسخ ہونے کی ایک وجہ رکھتی ہے بایں شرط کہ اس متاخر نے مشرف باسلام ہونیسے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے کچھ اخذ نہ کیا ہو۔ اور اجماع امت کا بنفسہ خود حدیث کا ناسخ نہیں لیکن حدیث کے ناسخ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور جبکہ متعارض حدیثوں کی تاریخ معلوم نہ ہو سکے۔ تو دو صورتوں سے خالی نہ ہوگی ایک صورت تو یہ ہے کہ انمیں سے ایک کو دوسری پر وجوہات ترجیح[ل] سے جو متن اور اسناد سے تعلق رکھتی ہیں کسی وجہ ترجیح دینی ممکن ہوگی۔ یا نہ۔ اور اگر ترجیح دینی ممکن ہوئی تو اسپر عمل کیا جائے گا۔ اور جو ممکن نہ ہوئی تو غیر

[ل] وجوہات ترجیح جو متن سے تعلق رکھتے ہیں یہ ہیں ایک حرمت پر دلالت کرے اور ایک اباحت پر تو حرمت والی کو ترجیح ہوگی [۲] ایک قولی ہو ایک فعلی تو قولی کو ترجیح ہوگی [۳] ایک معمول بہ خلفاء الراشدین ہو اور دوسری پر ان کا عمل نہیں تو معمول بہ خلفاء کی مقدم ہوگی [۴] ایک مثبت ہے ایک منفی تو مثبت مقدم ہوگا [۵] اور وجوہات ترجیح اسناد کی یہ ہیں کہ متعارض حدیثوں میں سے ایک کے راوی اتقن۔ احفظ۔ متفق العدالت۔ وقت تحمل حدیث کے بالغ ہو اور دوسری کے برخلاف اسکے ہوں، تو اس اسناد والی مقدم ہوگی یا ایک راوی کا سماع اور عرض ہو اور دوسرے کا وجادہ یا کتابہ یا مناولہ تو سماع اور عرض والی اسناد کی حدیث مقدم ہوگی ۱۲۔

اس لئے کہ معضل اس تعریف سے عام ہے[۱]

(ومن صور المعلق ان يحذف جميع السند ويقال مثلاً قال رسول الله صلى الله عليه وآله وصحبه وبارك وسلم ومنها ان يحذف الا الصحابي او الا التابعي والصحابي معاً ومنها ان يحذف من حدثه ويضيفه الى من فوقه فان كان من فوقه شيخاً لذلك المصنف فقد اختلف فيه هل يسمى تعليقاً او لا والصحيح في هذا التفصيل فان عرف بالنص او الاستقراء ان فاعل ذلك مدلس قضي به والا فتعليق)

اور معلق کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ مصنف سند کے سب راویوں کو حذف کرکے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کہدیوے۔ اور دوسری صورت یہ ہے سند میں صحابی کو رہنے دیوے اور اُسکے نیچے سے سب راویوں کو ساقط کردیوے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ صحابی کے ساتھ تابعی کو بھی اُس سند میں رہنے دیوے اور باقی راویوں کو حذف کردیوے (اور اگر فقط تابعی کو رہنے دیوے تو الفیہ عراقی کے متن کا اقتضا یہ ہے کہ اسپر ایک جہت سے معلق کا اطلاق کیا جاوے اور ایک جہت سے مرسل کا) چوتھی صورت معلق کی یہ ہے کہ تعلیق کرنے والا اپنے استاذ کو حذف کرکے اس شیخ کی طرف حدیث کو منسوب کرے جو اُسکے شیخ سے اوپر ہے۔ اس صورت میں یا فوق شیخ دیکھا جائے گا۔ اگر معلق کرنے والے کا استاذ ہے تو اُس میں اختلاف ہے کہ اُس حدیث کو معلق کہا جائے یا نہ صحیح بات اس جگہ یہ ہے کہ اس کی تفصیل کی جاوے اس طور پر کہ اگر ائمہ حدیث میں سے کسی امام کی تصریح پائی جاوے یا کامل جستجو سے معلوم ہو جاوے کہ فاعل اس فعل کا مدلس ہے تو اس حدیث پر تدلیس کا حکم کیا جائیگا[۱] اور اگر اس کا مدلس ہونا معلوم نہ ہوا تو وہ حدیث معلق ہے (اس سے معلوم

[۱] یہ کلام اقتضا کرتا ہے کہ راوی کا اپنے شیخ کو جس سے اوس کی ملاقات ہوئی ہے ساقط کردینا موجب تدلیس

ہوا کہ تعلیق کی تعریف تدلیس کے بعض اجزا پر بھی صادق آتی ہے ۔

وَاِنَّمَا ذُكِرَ التَّعْلِيْقُ فِيْ قِسْمِ الْمَرْدُوْدِ لِلْجَهْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوْفِ وَقَدْ يُحْكَمُ بِصِحَّتِهِ اِنْ عُرِفَ بِاَنْ يَجِيْءَ مُسَمًّى مِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ فَاِنْ قَالَ جَمِيْعُ مَنْ اَحْذِفُهُ ثِقَاتٌ جَاءَتْ مَسْئَلَةُ التَّعْدِيْلِ عَلَى الْاِبْهَامِ ۔ وَعِنْدَ الْجُمْهُوْرِ لَا يُقْبَلُ حَتّٰى يُسَمّٰى ۔ لٰكِنْ قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ هُنَا ۔ اِنْ وَقَعَ الْحَذْفُ فِيْ كِتَابٍ الْتُزِمَتْ صِحَّتُهُ كَالْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ فَمَا اُتِيَ فِيْهِ بِالْجَزْمِ دَلَّ عَلٰى اَنَّهُ ثَبَتَ اِسْنَادُهُ عِنْدَهُ وَاِنَّمَا حُذِفَ لِغَرَضٍ مِنَ الْاَغْرَاضِ وَمَا اُتِيَ فِيْهِ بِغَيْرِ الْجَزْمِ فَفِيْهِ مَقَالٌ وَقَدْ اَوْضَحْتُ اَمْثِلَةَ ذٰلِكَ فِي النُّكَتِ عَلَى ابْنِ الصَّلَاحِ ۔

اور قسم معلق کا ذکر اقسام مردودہ میں بسبب مجہول ہونے حال راوی محذوف کے کیا گیا ہے ۔ اور گاہے معلق کو صحیح بھی کہا جاتا ہے جبکہ محذوف راوی اس کا کسی دوسری صحیح سند میں معروف ہو کر آوے ۔ اور اگر معلق کرنے والا راوی یوں کہدیوے کہ میرے محذوفین راوی سب کے سب ثقات ہیں تو یہ مسئلہ تعدیل مبہم کا ہوگا جمہور کے نزدیک توجب تک نام لے کر نہ بتائے حدیث اس کی مقبول نہ ہووے گی ۔

نہیں جبتک کہ خارجی طور سے معلوم نہ ہو کہ وہ مدلس ہے ۔ اور عنقریب ہی آتا ہے کہ تدلیس اسقاط ہے مع التلاقی مطلقاً اور وہ مقتضی اس امر کا ہے کہ مجرد اسقاط بغیر توقف علے امر آخر اسپر تدلیس کا حکم کیا جاوے ۔ اور بنا برین امام بخاری بھی اپنے شیخ کے استاذ کی روایت کرنے میں جنسے آپ کو ملاقات حاصل ہے مدلس ہوں ۔ جواب اس کا یہ ہے کہ تدلیس وہ ہے جس میں سماع کا وہم دیا جاوے اور محل سماع میں ایسے الفاظ ذکر کئے جاویں جو خاص سماع میں مستعمل ہوتے ہیں گویا مدلس نے سامع کو ان الفاظ سے سماع کا وہم دلا دیا اور اگر ایسے الفاظ ذکر کرے جو سماع اور غیر سماع دونوں میں مستعمل ہوتے ہیں ذکر کرے تو اسپر تدلیس کا حکم نہیں کیا جاتا اور تعلیقات امام بخاری کے موہوم بالسماع نہیں اسواسطے کہ امام بخاری نے قال کے لفظ سے تعلیقات ذکر کئے ہیں اور امام بخاری کی رائے اس باب میں جیسا کہ عنقریب آپ سے ذکر کیا جائے گا دریافت کیا ہے یہ تھی کہ قال کا لفظ انہیں محدثین کے سماع پر بولتے تھے ۔ جنسے یاد تھا آپ کو معلوم ہو گیا ہے کہ وہ لوگ قال کا اطلاق سماع ہی پر کرتے ہیں ۔ اور جس کی عادت سے یہ امر مذکورہ معلوم نہ ہو سکے تو اس کی روایت میں احتمال رہے ۔ تدلیس کا حکم اسپر نہ کیا جاویگا کذا ذکرہ ابو الحسن السندی فی بہجۃ النظر نقلاً عن مقدمۃ فتح الباری ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالی ابقاہ ۔

فَذَهَبَ جُمْهُوْرُ الْمُحَدِّثِيْنَ اِلَى التَّوَقُّفِ لِبَقَاءِ الْاِحْتِمَالِ وَهُوَ اَحَدُ
قَوْلَيْ اَحْمَدَ وَثَانِيْهِمَا وَهُوَ قَوْلُ الْمَالِكِيِّيْنَ وَالْكُوْفِيِّيْنَ يُقْبَلُ مُطْلَقًا
وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يُقْبَلُ اِنِ اعْتَضَدَ بِمَجِيْئِهِ مِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ يُبَايِنُ الطَّرِيْقَ
الْاُوْلٰى مُسْنَدًا كَانَ اَوْ مُرْسَلًا لِيَتَرَجَّحَ اِحْتِمَالُ كَوْنِ الْمَحْذُوْفِ ثِقَةً
فِيْ نَفْسِ الْاَمْرِ۔ وَنَقَلَ اَبُوْ بَكْرِ الرَّازِيُّ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ وَاَبُو الْوَلِيْدِ
الْبَاجِيُّ مِنَ الْمَالِكِيَّةِ اَنَّ الرَّاوِيَ اِذَا كَانَ يُرْسِلُ عَنِ الثِّقَاتِ
وَغَيْرِهِمْ لَا يُقْبَلُ مُرْسَلُهُ اِتِّفَاقًا)۔

مُرسل حدیث کا بیان

مردود کا ایک قسم معلق تو بیان ہو چکا ہے۔ اور دوسرا قسم مردود کا وہ ہے جس کا راوی آخر سند سے بعد تابعی کے ساقط ہو جاوے۔ اِس قسم کا نام مُرسل ہے اور صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی بڑی عمر کا تابعی جس نے اکثر صحابہ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو یا چھوٹی عمر کا تابعی جس نے تھوڑی ہی صحابہ کی صحبت کی یوں کہدیوے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ بارک وسلم نے یوں فرمایا ہے یا یوں کہے کہ آپنے یہ کام کیا تھا اور یا یوں کہے کہ آپکے روبرو یہ کام کیا گیا تھا۔ یا سوائے ان الفاظ

ف ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب ابن وارث التجیبی المالکی الاندلسی الباجی اندلس کے علماء حفاظ میں سے ہیں ۴۲۶؁ھ میں اندلس سے مشرق کی طرف تحصیل علم کے واسطے سفر کیا مکہ مکرمہ میں ابو ذر ہروی کے ساتھ تین سال رہے اور چار حج کئے پھر بغداد میں آکر تین سال تک فقہ پڑھائی اور حدیث پڑھی۔ اور سادات علماء کی مثل ابوالطیب طبری اور شیخ ابو اسحٰق شیرازی کی ملاقات کی۔ اور موصل میں ابو جعفر سمنانی سے ایک سال تک فقہ پڑھی اور تیرہ سال وہاں رہے۔ حافظ ابو بکر خطیب آپ سے اور آپ خطیب سے روایت کرتے ہیں بہت سی کتابیں [illegible] تصنیف فرمائی ہیں منجملہ اُنکے کتاب المنتقی کتاب احکام الفصول کتاب التعدیل والتجریح فیمن روی عنہ البخاری فی الصحیح وغیرہ [illegible]۔ آخر میں اندلس ہو کر وہاں کے قاضی ہوئے۔ کہتے ہیں حلب میں بھی اپنے قضا کی ہے واللہ اعلم ۴۰۳؁ھ میں آپ کی پیدائش تھی بطلیوس میں آپکا تولد ہے۔ اور وفات بلدہ مریہ میں ۴۷۴؁ھ میں پائی دریا کے کنارے دفن ہوئے۔ آپ سے ابن عبدالبر صاحب استیعاب نے بھی علم پڑھا ہے آپکے اور محمد بن حزم معروف بظاہری میں مجالس مناظرہ بھی ہوئے ہیں جنکی شرح طویل ہے باجی نسبت ہے طرف باجہ کے جو اندلس کے شہروں میں سے ایک شہر ہے اور افریقہ میں بھی ایک باجہ نام شہر ہے اور اصفہان میں بھی ایک باجہ نام گاؤں ہے۔ قالہ ابن خلکان ۱۲ منہ۔

کے کوئی اور لفظ اُنکے ہم معنے بولتے مرسل کو قسم مردود میں اسواسطے ذکر کیا گیا ہے کہ اسلئے
محذوف راوی کا حال معلوم نہیں مجہول الحال ہے اور راوی کے ساقط ہونے میں
کئی طرحکے احتمال پیدا ہوتے ہیں صحابی کا احتمال بھی ہو سکتا ہے۔ اور تابعی کا بھی۔
اور تابعی کے احتمال میں یہ امر بھی گنجایش رکھتا ہے کہ محذوف تابعی ضعیف ہو
اور پھر ثقہ ہونیکے بعد یہ احتمال ہے کہ اُس نے وہ حدیث صحابی سے لی ہو اور یہ احتمال
بھی ہے کہ کسی دوسری تابعی سے لی ہو اور دوسری صورت میں کہ تابعی تابعی
روایت کرے احتمال سابق راوی ساقط ہونے والیکا ضعیف اور ثقہ ہونیکا عود کرآتا
ہے اور تابعی کا دوسرے تابعی سے روایت کرنا متعدد و مسلسل ہو جاتا ہے کہ ایک تابعی
دوسرے سے روایت کرے وہ دوسرے سے تجویز عقلی کے ساتھ تو اُن کی تعداد غیر متناہی
ہو جاتی ہے۔ اور تفتیش کے روسے چھ یا سات تک تابعین کی تعداد پائی گئی ہے جو ایک
دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہ تعداد مذکورہ چھ یا سات تک تابعین کا
آپس میں ایک دوسرے سے روایت کرنا اکثر اُس قبیل سے پایا گیا ہے جو بعض تابعین
بعض سے روایت کرتے ہیں۔ اور اگر تتبع اور استقراء سے یا تابعی کے اپنے اقرار سے
اُس کی عادت معلوم ہو جاوے کہ وہ تابعی[1] ثقہ ہی کی روایت کو ارسال کرتا ہے
تو مذہب جمہور محدثین کا اس کی حدیث قبول کرنے میں توقف کی طرف ہے یعنی
قبول نہیں کرتے اس کو بسبب باقی رہتے اس احتمال کے کہ محذوف راوی شاید
غیر کے نزدیک غیر ثقہ ہو۔ اور تفسیر متقدم پر یہ حدیث مردود ہے۔ اور مرسل کو مردود کہنے
جہاں مقبول اور مردود کا ذکر ہوا ہے ۱۲ منہ
امام احمدرح کے دونوں قولوں میں سے ایک قول جمہور سے ملتا ہے۔ اور دوسرے قول
امام احمد یا لکبول اور کوفیوں (حنفیوں) کے ساتھ ہیں کہ مرسل مطلقاً قبول کی جاوے
(خواہ دوسرے طریق سے اُسے قوت پہونچے یا نہ پہونچے یہ تو تابعی کی مرسل میں ہے لیکن
قرن ثالث کی مرسل میں بھی صاحب توضیح فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مقبول ہے۔

---

[1] اور جہاں تابعی اپنی عادت کا اظہار کرتا ہے کہ میں ثقہ ہی سے ارسال کیا کرتا ہوں۔ تو اُس میں یہ احتمال
باقی رہتا ہے کہ شاید اُس نے یہ حدیث اپنی عادت کے برخلاف غیر ثقہ سے ارسال کر دی تھی ہو ۱۲ منہ۔

اور قرن رابع کی مرسل کو بعض حنفیہ قبول کرتے ہیں بعض نہیں کرتے - امام سخاوی
کہتے ہیں مسند کو مرسل پر مقدم کرنے میں بھی اختلاف ہے امام احمد اور اکثر مالکیہ اور
محققین حنفیہ ...... جیسے کہ امام طحاوی ہیں .... کو مرسل پر مقدم جانتے ہیں اور
بزدوی کے اصول میں ہے کہ مرسل مسند پر فائق ہے - کذا فی بہجۃ النظر) اور امام شافعی
فرماتے ہیں اگر مرسل کو کسی دوسرے طریق سے خواہ وہ طریق مسند ہو یا مرسل ہو لفظاً
ہو یا معناً ہو قوت ملجاوے تو مقبول ہے اس واسطے کہ محذوف راوی کا ثقہ ہونا
فی نفس الامر مرجح الاحتمال ہوگیا ہے - اور ابو بکر رازی صاحب شرعۃ الاسلام حنفیوں
سے اور ابو الولید باجی مالکیوں میں سے نقل کرتے ہیں کہ اگر یہ پتہ لگ جائے کہ ارسال
کرنے والا ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے ارسال کر دیتا ہے تو اس کی مرسل بالاتفاق مقبول
نہ ہوگی (اور حال مخفی رہنے پر بھی غیر ہی مقبول ہوویگی -)

اَلْمُعْضَلُ وَالْمُنْقَطِعُ

(وَ الْقِسْمُ الثَّالِثُ) مِنْ اَقْسَامِ السَّقْطِ مِنَ الْاِسْنَادِ اِنْ كَانَ بِاثْنَيْنِ فَصَاعِدًا مَعَ التَّوَالِيْ فَهُوَ الْمُعْضَلُ وَاِلَّا بِاَنْ كَانَ السَّقْطُ اثْنَيْنِ غَيْرَ مُتَوَالِيَيْنِ فِيْ مَوْضِعَيْنِ مَثَلًا فَهُوَ الْمُنْقَطِعُ وَكَذَا اِنْ سَقَطَ وَاحِدٌ فَقَطْ اَوْ اَكْثَرُ مِنِ اثْنَيْنِ لٰكِنْ بِشَرْطِ عَدَمِ التَّوَالِيْ)

مُعضل اور مُنقطع کا بیان

اور مردود کا تیسرا قسم جو اسناد حدیث سے سقوط کے اقسام میں سے واقع ہوتا ہے -
یہ سقوط راوی کا اسناد حدیث میں اگر دو راویوں یا دو سے زائد کے ساتھ پے در پے
برابر ایک جگہ سے ہو تو یہ قسم مُعضَل ہے - لغت میں معضل ماندہ چیز کو کہتے ہیں
گویا راوی نے اس کو تھکا کر چھوڑ دیا ہے - اور دوسرا کوئی اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا

اور اگر راوی کا گرنا سند سے بطرز مذکور نہو - یعنی دو راوی مثلاً سند کی ایک جگہ سے نہ گرے ہوں - سند کی متفرق جگہوں سے دو راوی ساقط ہوئے ہوں تو یہ حدیث مُنقَطِع ہے - اور اسیطرح اگر صحابی سے پہلے ایک راوی گرجاوے یا دو سے زیادہ راوی بشرط عدم توالی ساقط ہوں تو بھی منقطع ہے -

اَلْمُدَلَّسُ

(ثُمَّ) اِنَّ (السَّقَطَ مِنَ الْاِسْنَادِ (قَدْ يَكُوْنُ وَاضِحًا) يَحْصُلُ الْاِشْتِرَاكُ فِيْ مَعْرِفَتِهٖ لِكَوْنِ الرَّاوِيْ مَثَلًا لَمْ يُعَاصِرْ مَنْ رَوٰى عَنْهُ (اَوْ) يَكُوْنُ (خَفِيًّا) فَلَا يُدْرِكُهٗ اِلَّا الْاَئِمَّةُ الْحُذَّاقُ الْمُطَّلِعُوْ عَلٰى طُرُقِ الْحَدِيْثِ وَعِلَلِ الْاَسَانِيْدِ (فَالْاَوَّلُ) وَهُوَ الْوَاضِحُ (يُدْرَكُ بِعَدَمِ التَّلَاقِيْ) بَيْنَ الرَّاوِيْ وَشَيْخِهٖ بِكَوْنِهٖ لَمْ يُدْرِكْ عَصْرَهٗ اَوْ اَدْرَكَهٗ لٰكِنْ لَمْ يَجْتَمِعَا وَلَيْسَتْ لَهٗ مِنْهُ اِجَازَةٌ وَلَا وِجَادَةٌ (وَمِنْ ثَمَّ اُحْتِيْجَ اِلَى التَّارِيْخِ) لِتَضَمُّنِهٖ تَحْرِيْرَ مَوَالِيْدِ الرُّوَاةِ وَوَفَيَاتِهِمْ وَاَوْقَاتِ طَلَبِهِمْ وَاَرْتِحَالِهِمْ وَقَدِ افْتَضَحَ اَقْوَامٌ اِدَّعَوْا الرِّوَايَةَ عَنْ شُيُوْخٍ ظَهَرَ بِالتَّارِيْخِ كِذْبُ دَعْوَاهُمْ -

مدلس کا بیان

اور اسناد سے راوی کا ساقط ہونا گاہے واضح و ظاہر ہوتا ہے - معرفت اس کی عام طور پر حذاق وغیرہ کو بالاشتراک ہوتی ہے مثلاً جیسے کہ ایک راوی کسی ایسے شیخ سے روایت کرے جس کا اس نے زمانہ نہ پایا ہو - اور گاہے سند سے راوی کا گرنا پوشیدہ ہوتا ہے اس کو سوائے آئمہ حذاق کے جو سند حدیث وعلل اسانید کی کامل مہارت رکھتے ہوں - غیر کوئی معلوم نہیں کر سکتا - پس پہلا

مرسل خفی کا بیان

اور مرسل خفی جو ہم عصر غیر ملاقاتی ہو جسکے ساتھ ارسال کرنے والے راوی کی ملاقات
ثابت نہیں بلکہ اسکے اور اسکے درمیان میں ایک واسطہ ہے جسکو چھوڑ کر یہ راوی
اوپر کے شیخ سے حدیث روایت کرتا ہے غیر مقبول اور مردود ہے مدلس کی طرح۔
اور مدلس و مرسل خفی کے درمیان باریک فرق ہے سوائے حاذق کے ہر ایک اس کو
سمجھ نہیں سکتا اس لئے ہم اسکو ظاہر کرتے ہیں وہ فرق یہ ہے کہ تدلیس ایسے راوی
سے مختص ہے۔ جو اپنے معروف اللقاء استاذوں سے روایت کریں۔ اور اگر راوی نے
شیخ حدیث کا زمانہ پایا ہو۔ اور ملاقات اسکی بلا واسطہ اس شیخ سے روایت کرے تو یہ
مرسل خفی ہے (یعنی مدلس میں لقا ثابت ہے اور مرسل خفی میں لقا نہیں)

(ومن ادخل في تعريف التدليس المعاصرة ولو بغير لقي لزمه دخول
المرسل الخفي في تعريفه والصواب التفرقة بينهما ويدل على ان
اعتبار اللقي في التدليس دون المعاصرة وحدها لابد منه اطباق
اهل العلم بالحديث على ان رواية المخضرمين كابي عثمان
النهدي وقيس بن ابي حازم عن النبي صلى الله عليه وآله وصحبه
وسلم من قبيل الارسال لا من قبيل التدليس ولو كان مجرد
المعاصرة يكتفي به في التدليس لكان هؤلاء مدلسين لانهم
عاصروا النبي صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم قطعا ولكن
لم يعرف هل لقوه ام لا)

اور جو عالم تدلیس کی تعریف میں بغیر ملاقات کے معاصرت کو داخل کرتا ہے (جیسے
صاحب کتاب خلاصہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی المتوفی سنہ ۷۴۳) تو اسکو مرسل خفی بھی
تدلیس کی تعریف میں داخل کرنی پڑیگی۔ اور صحیح یہ ہے کہ ان دونوں میں تفرقہ ڈالی
جاوے اس واسطے کہ ارسال خفی میں عدم ملاقات شرط ہے گو انقطاع میں تدلیس کے ساتھ

مشترک ہے (اور تدلیس میں ملاقات شرط ہے) اور محدثین کا اتفاق اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ تدلیس میں فقط ملاقات سوائے معاصرت کے ضروری ہے۔ یعنی مجرد معاصرت اس میں کافی نہیں۔ اور وہ اتفاق انکا اس امر میں یہ ہے کہ مخضرمین ابو عثمان نہدی اور قیس بن ابو حازم جیسوں کی روایتوں کو جو یہ لوگ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے کرتے ہیں محدثین نے ارسال کے قسم میں رکھا ہے اور تدلیس میں نہیں رکھا۔ اگر مجرد معاصرت تدلیس میں کافی ہوتی تو مخضرمین مدلسین ہوتے اسواسطے کہ انہوں نے زمانہ نبوی تو یقینی اور قطعی طور پر پایا ہے۔ لیکن یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ملاقات سے بھی بہرہ اندوز ہوئے ہیں یا نہ (مخضر اسم مفعول ہے مخضرمہ سے۔ لغوی معنے اس کا اونٹ کا کان کاٹنا ہے اور ان کو قطع ملاقات سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی وجہ سے مخضرمین کہا گیا ہے۔ تعداد ان کی امام مسلم مقدمہ صحیح میں بیس۲۰ تک ذکر کرتے ہیں زیادہ تفصیل ان کی آگے آئیگی)

(وَمِمَّنْ قَالَ بِاشْتِرَاطِ اللِّقَاءِ فِي التَّدْلِيسِ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ وَأَبُو بَكْرٍ الْبَزَّارُ وَكَلَامُ الْخَطِيبِ فِي الْكِفَايَةِ يَقْتَضِيهِ وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ۔ وَيُعْرَفُ عَدَمُ الْمُلَاقَاةِ بِإِخْبَارِهِ عَنْ نَفْسِهِ بِذَلِكَ أَوْ بِجَزْمِ إِمَامٍ مُطَّلِعٍ وَلَا يَكْفِي أَنْ يَقَعَ فِي بَعْضِ الطُّرُقِ زِيَادَةُ رَاوٍ أَوْ أَكْثَرَ بَيْنَهُمَا لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمَزِيدِ وَلَا يُحْكَمُ فِي هَذِهِ الصُّوَرِ بِحُكْمٍ كُلِّيٍّ لِتَعَارُضِ احْتِمَالِ الِاتِّصَالِ وَالِانْقِطَاعِ۔ وَقَدْ صَنَّفَ فِيهِ الْخَطِيبُ كِتَابَيْنِ كِتَابُ التَّفْصِيلِ لِمُبْهَمِ الْمَرَاسِيلِ وَكِتَابُ الْمَزِيدِ فِي مُتَّصِلِ الْأَسَانِيدِ۔ وَانْتَهَتْ هُنَا أَقْسَامُ حُكْمِ السَّاقِطِ مِنَ الْإِسْنَادِ)

اور جو علماء تدلیس میں لقاء کو شرط ٹہراتے ہیں انمیں سے امام شافعی اور ابو بکر بزار ہیں اور خطیب کا کلام بھی ان کی کتاب کفایہ سے اسی امر کی اقتضا کرتا ہے۔ اور معتبر بھی یہی قول ہے۔ اور عدم ملاقات دو طرح معلوم ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ مدلس راوی خود بخود اقرار کرے کہ میں نے فلاں شیخ سے نہیں سنا جیسا کہ علی بن خشرم سفیان بن عیینہ

قسموں کے احکام بھی یہاں تک ختم ہوئے۔ اب راوی کے طعن کا ذکر ہے۔

اَلطَّعْنُ فِی الرَّاوِیْ

(ثُمَّ الطَّعْنُ) یَکُوْنُ بِعَشَرَةِ اَشْیَاءَ بَعْضُهَا اَشَدُّ فِی الْقَدْحِ مِنْ بَعْضٍ خَمْسَةٌ مِنْهَا یَتَعَلَّقُ بِالْعَدَالَةِ۔ وَخَمْسَةٌ تَتَعَلَّقُ بِالضَّبْطِ وَلَمْ یَحْصُلِ الْاِعْتِنَاءُ بِتَمْیِیْزِ اَحَدِ الْقِسْمَیْنِ مِنَ الْاٰخَرِ لِمَصْلَحَةٍ اقْتَضَتْ ذٰلِكَ وَهِیَ تَرْتِیْبُهَا عَلَی الْاَشَدِّ فَالْاَشَدِّ فِیْ مُوْجَبِ الرَّدِّ عَلٰی سَبِیْلِ التَّدَلِّیْ لِاَنَّ الطَّعْنَ (اِمَّا اَنْ یَکُوْنَ لِکَذِبِ الرَّاوِیْ) فِی الْحَدِیْثِ النَّبَوِیِّ بِاَنْ یَرْوِیَ عَنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ مَا لَمْ یَقُلْهُ مُتَعَمِّدًا لِذٰلِكَ (اَوْ تُهْمَتِهٖ بِذٰلِكَ) بِاَنْ لَا یُرْوٰی ذٰلِكَ الْحَدِیْثُ اِلَّا مِنْ جِهَتِهٖ وَیَکُوْنُ مُخَالِفًا لِلْقَوَاعِدِ الْمَعْلُوْمَةِ وَکَذَا مَنْ عُرِفَ بِالْکَذِبِ فِیْ کَلَامِهٖ وَاِنْ لَمْ یَظْهَرْ مِنْهُ وُقُوْعُ ذٰلِكَ فِی الْحَدِیْثِ النَّبَوِیِّ وَهٰذَا دُوْنَ الْاَوَّلِ)

راوی کے مطعون ہونے کے اسباب

راوی میں طعن دس وجہوں سے ہوتا ہے۔ انہیں سے بعض وجوہات قبح میں زیادہ سخت ہیں بعض سے۔ پانچ اسباب تو ان میں سے راوی کی عدالت سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ راوی کے حفظ اور ضبط کے متعلق ہیں۔ اور با قتضاء مصلحت یہ

سلہ ایک ان وجوہات خمسہ سے راوی کا نبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم پر جھوٹ بولنا ہے عمداً دوم متہم بکذب ہوتا سیوم راوی کا فاسق ہونا چہارم راوی کا مجہول الحال ہونا پنجم راوی کا بدعتی ہونا اور وجوہ اسباب پانچ جو ضبط سے تعلق رکھتے ہیں یہ کہ اول ان سے راوی کی فاحش غلطی ہے۔ دوم راوی کی حدیث کے لیتے وقت غفلت کرنی سیوم راوی کو وہم ہو جاتا۔ چہارم ثقہ راویوں کے برخلاف روایت کرنا پنجم راوی کا سوء الحفظ ہونا

سرا منہ سلمہ اللہ تعالے

دونوں قسم ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہو سکے (مناسب تو یہ تھا کہ پہلے پانچ اول ذکر
ہوتے اور خمسہ اخیرہ اسکے بعد لیکن ایک مصلحت کی اقتضا سے سب باہم ملا کر ذکر کیے
گئے ہیں اور وہ مصلحت یہ ہے کہ ان دونوں قسموں میں بعض اقسام بعض اقسام پر
موجب رد میں زیادہ سخت ہیں۔ اور وجوہِ طعن کا دس اسباب میں حصر اسواسطے
کیا جاتا ہے کہ۔ راوی میں طعن یا تو حدیث نبوی میں جھوٹ کہنے کی وجہ سے ہوگا
یعنی جو بات آپنے نہیں فرمائی وہ اپنی طرف سے جوڑ کر متعمداً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر
لگا دیوے۔ اور آپ کی طرف اس کو منسوب کرے دوسری وجہ راوی کے مطعون ہونے
کی یہ ہے کہ جھوٹی حدیث بیان کرنے کی راوی کو تہمت لگی ہو اس طور پر کہ نہ بیان
کی جاوے وہ حدیث مگر اسی کے ذریعہ سے۔ اور اس سند میں سوائے اسکے باقی سب
راوی کذب سے متہم ہونے کے لائق نہوں اور وہ حدیث مرویہ اس کی قواعد معلومہ
اسلام یعنی نص قرآن کریم و اخبار متواترہ اور اجماع قطعی کے برخلاف ہو۔ پہلا قسم انواع
طعن سے بہت ہی سخت ہے ابو محمد جوینی اس فعل کے مرتکب کو کافر بتلاتے ہیں
اور جس راوی کی بول چال میں جھوٹ معروف ہو جاوے کہ بہت جھوٹی باتیں کرتا ہے
گو حدیث نبوی میں اس کا جھوٹ کہنا ظاہر نہ ہوا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔
لیکن پہلے قسم سے یہ طعن کم درجہ میں ہے۔

(أَوْ فُحْشِ غَلَطِهِ) أَيْ كَثْرَتِهِ (أَوْ غَفْلَتِهِ) عَنِ الْإِتْقَانِ (أَوْ
فِسْقِهِ) بِالْفِعْلِ أَوِ الْقَوْلِ مَا لَمْ يَبْلُغِ الْكُفْرَ وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَوَّلِ
عُمُومٌ وَإِنَّمَا أُفْرِدَ الْأَوَّلُ لِكَوْنِ الْقَدْحِ بِهِ أَشَدَّ فِي هٰذَا الْفَنِّ وَأَمَّا
الْفِسْقُ بِالْمُعْتَقَدِ فَسَيَأْتِي بَيَانُهُ (أَوْ وَهْمِهِ) بِأَنْ يَرْوِيَ عَلَى سَبِيلِ
التَّوَهُّمِ (أَوْ مُخَالَفَتِهِ) أَيْ لِلثِّقَاتِ (أَوْ جَهَالَتِهِ) بِأَنْ لَا يُعْرَفَ
فِيهِ تَعْدِيلٌ وَلَا تَجْرِيحٌ مُعَيَّنٌ (أَوْ بِدْعَتِهِ) وَهِيَ اعْتِقَادُ مَا
أُحْدِثَ عَلَى خِلَافِ الْمَعْرُوفِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ
وَسَلَّمَ لَا بِمُعَانَدَةٍ بَلْ بِنَوْعِ شُبْهَةٍ (أَوْ سُوءِ حِفْظِهِ) وَهِيَ عِبَارَةٌ

أي الفسق — أي الكذب المعتمد ۱۲

اَلْمَوْضُوْعُ

(فا) اَلْقِسْمُ الْاَوَّلُ وَهُوَ الطَّعْنُ بِكَذِبِ الرَّاوِيْ فِي الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ هُوَ (الْمَوْضُوْعُ) وَالْحُكْمُ عَلَيْهِ بِالْوَضْعِ اِنَّمَا هُوَ بِطَرِيْقِ الظَّنِّ الْغَالِبِ لَا بِالْقَطْعِ اِذْ قَدْ يَصْدُقُ الْكَذُوْبُ لٰكِنْ لِاَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيْثِ مَلَكَةٌ قَوِيَّةٌ يُمَيِّزُوْنَ بِهَا ذٰلِكَ وَاِنَّمَا يَقُوْمُ بِذٰلِكَ مِنْهُمْ مَنْ يَكُوْنُ اطِّلَاعُهُ تَامًّا وَذِهْنُهُ ثَاقِبًا وَفَهْمُهُ قَوِيًّا وَمَعْرِفَتُهُ بِالْقَرَائِنِ الدَّالَّةِ عَلٰى ذٰلِكَ مُتَمَكِّنَةً۔ وَقَدْ يُعْرَفُ الْوَضْعُ بِاِقْرَارِ وَاضِعِهٖ۔ قَالَ ابْنُ دَقِيْقِ الْعِيْدِ لٰكِنْ لَا يُقْطَعُ بِذٰلِكَ لِاحْتِمَالِ اَنْ يَّكُوْنَ كَذَبَ فِيْ ذٰلِكَ الْاِقْرَارِ اِنْتَهٰى وَفَهِمَ مِنْهُ بَعْضُهُمْ اَنَّهُ لَا يُعْمَلُ بِذٰلِكَ الْاِقْرَارِ اَصْلًا لِكَوْنِهٖ كَاذِبًا۔ وَلَيْسَ ذٰلِكَ مُرَادَهٗ وَاِنَّمَا نَفَى الْقَطْعَ بِذٰلِكَ وَلَا يَلْزَمُ مِنْ نَفْيِ الْقَطْعِ نَفْيُ الْحُكْمِ لِاَنَّ الْحُكْمَ يَقَعُ بِالظَّنِّ الْغَالِبِ وَهُوَ هٰهُنَا كَذٰلِكَ وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَمَا سَاغَ قَتْلُ الْمُقِرِّ بِالْقَتْلِ وَلَا رَجْمُ الْمُعْتَرِفِ بِالزِّنَا لِاحْتِمَالِ اَنْ يَّكُوْنَا كَاذِبَيْنِ فِيْمَا اعْتَرَفَا بِهٖ۔

موضوع حدیث کا بیان

پس قسم اول یعنی جس میں راوی کو حدیث نبوی میں جھوٹ بولنے کے سبب طعن کیا گیا ہے وہ قسم موضوع ہے اور اس حدیث کو وضعی کہنا غالب ظن کے رو سے ہے قطعی طور پر اس کو وضعی نہیں کہا جاتا اسواسطے کہ جھوٹا آدمی بھی کبھی سچ کہہ دیا کرتا ہے۔ لیکن اہل حدیث کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسا ملکہ قویہ اپنے دین کی حفاظت کے واسطے عطا کیا ہے کہ اسکے ذریعہ سے جھوٹ کو تمیز کر لیتے ہیں مگر اس مشکل کام کو وہی

میں جھوٹے ہوں۔

(وَمِنَ الْقَرَائِنِ الَّتِی یُدْرَكُ بِهَا الْوَضْعُ مَا یُوْجَدُ مِنْ حَالِ الرَّاوِیْ كَمَا وَقَعَ لِمَامُوْنَ بْنِ اَحْمَدَ اَنَّهٗ ذُكِرَ بِحَضْرَتِهِ الْخِلَافُ فِیْ كَوْنِ الْحَسَنِ سَمِعَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَمْ لَا فَسَاقَ فِی الْحَالِ اِسْنَادًا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعَ الْحَسَنُ مِنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَكَمَا وَقَعَ لِغِیَاثِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ حَیْثُ دَخَلَ عَلَی الْمَهْدِیِّ فَوَجَدَهٗ یَلْعَبُ بِالْحَمَامِ فَسَاقَ فِی الْحَالِ اِسْنَادًا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا سَبَقَ اِلَّا فِیْ خُفٍّ اَوْ نَصْلٍ اَوْ حَافِرٍ اَوْ جَنَاحٍ فَعَرَفَ الْمَهْدِیُّ اَنَّهٗ كَذَبَ لِاَجْلِهٖ فَاَمَرَ بِذَبْحِ الْحَمَامِ۔

اور سوائے اقرار راوی کے وہ قراین جنسے حدیث کا وضع ہونا معلوم ہوتا ہے انہیں سے ایک قرینہ راوی کی حالت ہے ۔ مثلاً امیروں کی صحبت میں رہتا ہو اور انکی خواہشوں کے موافق حدیثیں گھڑتا ہو) جیسا کہ مامون بن احمد کے روبرو حسن بصری کے سماع میں بحث ہوئی کہ انکا حضرت ابوہریرہ سے سماع ثابت ہے یا نہ تو مامون نے فی الحال ایک متصل سند نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم تک گھڑ کر اسکے اخیر میں کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ حسن بصری نے ابوہریرہ سے سُنا ہے اور علماء کہتے ہیں لوگوں نے امام شافعی رح کے مذہب کا خراسان میں پھیلنا مامون کے آگے ذکر کیا تو اُس کمبخت نے جھٹ ایک اسناد مرفوع بناکر یکون فی امتی رجل یقال لہ محمد بن ادریس فتنۃ اضر من ابلیس امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مذمت میں بنا سنائی اور امام اعظم رح کی تعریف میں ویکون رجل یقال لہ ابوحنیفۃ ہو سراج امتی یہ بھی اسے ماموں نے بنائی ہے ذکرہ اللقانی ۔ ۔ اور قرینہ اولیٰ کی دوسری نظیر یہ ہے جو غیاث بن ابراہیم کی حالت سے معلوم ہوتی ہے خلیفہ محمد بن المنصور عبد اللہ العباسی المہدی خلیفہ

سلہ قولہ لا سبق قال الدمیری فی حیوۃ الحیوان فالسبق بفتح الباء ما یجعل للسابق علی سبقہ من جُعل وجمعہ اسباق وبالسکون مصدر والروایۃ الصحیحۃ فی ہذا الحدیث لا سبق بفتح الباء واراد ان الجعل والعطاء لا یستحق الا فی سباق الخیل والابل والنصال لان ہذہ الامور عدۃ فی قتال العدو وفی بذل الجعل علیہا ترغیب فی الجہاد انتہی ۱۲ منہ

ہارون رشید کے پاس جب غیاث بن ابراہیم گیا اور مہدی اسوقت کبوتروں سے
کھیل رہا تھا پس غیاث بن ابراہیم نے مہدی کے خوش کرنے کے واسطے جھٹ ایک
متصل سند نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک گھڑ کر کہا کہ آپ فرماتے ہیں شرط لگانی گھوڑ دوڑ
اور تیر اندازی اور شتر دوانی اور کبوتر بازی ہی میں ہے ....
.... پس اس حدیث مرویہ ابوداؤد و ترمذی
و نسائی میں جو ابوہریرہ سے اونہوں نے نقل کی ہے اس کے اخیر میں جناح کا لفظ جسکا
معنی کبوتر بازی ہے غیاث نے اپنی طرف سے زیادہ کردیا اور مہدی نے معلوم
کیا کہ میری تفریح خاطر کے واسطے یہ کمبخت جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ
وسلم پر جھوٹ باندھتا ہے۔ ایسی خوشی کا قبح ہی بہتر ہے پس اسیوقت کبوتر ذبح
کرادیا۔ کبوتر کا ذبح کرنا کیا تھا گویا اس جھوٹے غیاث کو ذبح کردیا۔

وَمِنْهَا مَا يُوجَدُ مِنْ حَالِ الْمَرْوِيِّ كَأَنْ يَكُونَ مُنَاقِضًا لِنَصِّ الْقُرْآنِ
أَوِ السُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ أَوِ الْإِجْمَاعِ الْقَطْعِيِّ أَوْ صَرِيحِ الْعَقْلِ حَيْثُ لَا يَقْبَلُ
شَيْءٌ مِنْ ذَٰلِكَ التَّأْوِيلَ۔ ثُمَّ الْمَرْوِيُّ تَارَةً يَخْتَرِعُهُ الْوَاضِعُ۔ وَتَارَةً
يَأْخُذُ مِنْ ....
كَلَامِ غَيْرِهِ كَبَعْضِ السَّلَفِ الصَّالِحِ أَوْ قُدَمَاءِ الْحُكَمَاءِ أَوِ الْإِسْرَائِيلِيَّاتِ
أَوْ يَأْخُذُ حَدِيثًا ضَعِيفَ الْإِسْنَادِ فَيُرَكِّبُ لَهُ إِسْنَادًا صَحِيحًا لِيَرُوجَ۔)

اور کبھی وضعی ہونا حدیث کا اس حدیث کی حالت سے ہی معلوم ہو جاتا ہے
اس طرح کہ وہ روایت مخالف صریح قرآن یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی کے ہوتی
ہے یا صریح عقل کے مخالف ہوتی ہے اور کسی طرح اس کا معنی درست نہیں ہو سکتا
اور بناوٹ موضوع حدیث کی کئی طرح ہوتی ہے۔ کبھی تو واضع خود گھڑ لیتا ہے
(جیسا کہ محمد بن عکاشہ نے جب لوگوں نے اسے کہا کہ لوگ نماز میں رکوع کو جاتے اور
رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہیں تو اس نے رفع یدین کے عدم جواز میں جھٹ
حدیث اس طرح گھڑ لی کہ مسیب بن واضح نے مجھسے حدیث بیان کی ہے اسکو ابن مبارک نے

اور یحییٰ بن معین کو فرمایا جانے دو اسکو اور وہ واعظ کذاب ان دونوں سے مسخری
کرتا ہوا نکل گیا۔ انتہیٰ۔

(وکل ذلک حرام باجماع من یعتد به الا ان بعض الکرامیة
وبعض المتصوفة نقل عنهما اباحة الوضع فی الترغیب والترهیب
وهو خطاء من فاعلیه نشاء عن جهل لان الترغیب والترهیب من
جملة الاحکام الشرعیة واتفقوا علی ان تعمد الکذب علی
النبی صلی الله علیه وآله وصحبه وسلم من الکبائر وبالغ
ابو محمد الجوینی فکفر من تعمد الکذب علی النبی صلی الله
علیه وآله وسلم۔ واتفقوا علی تحریم روایة الموضوع الا
مقرونا ببیانه لقوله صلی الله علیه وآله وصحبه وسلم من
حدث عنی بحدیث یری انه کذب فهو احد الکاذبین
اخرجه مسلم۔

اور شارع یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ بارک وسلم پر سب قسم کا جھوٹ کہنا خواہ وہ حلال
میں ہو یا حرام میں فضائل اعمال میں ہو یا ترہیب میں باجماع معتد بہ امت مرحومہ کے
حرام ہے۔ مگر بعض کرامیہ اور بعض صوفیوں سے ترغیب و ترہیب میں حدیثیں
وضع کرنے کی اباحت منقول ہے۔ لیکن یہ غلطی ہے اُن لوگوں کی اور باعث اس غلطی
اُن کی جہالت ہے اسواسطے کہ ترغیب و ترہیب احکام شرعیہ ہیں کہ واجب یا مندوب
پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔ اور حرام یا مکروہ پر عذاب پس حکم مرتب کرنے ثواب و عذاب کا

---

۵ ابو محمد عبد اللہ بن یوسف بن محمد الجوینی فقیہ شافعی امام الحرمین کے والد ہیں۔ آپ علم تفسیر فقہ۔ اصول میں بہت علم و امام وقت
تھے۔ آپکی تفسیر انواع علوم پر مشتمل ہے۔ علم فقہ میں تبصرہ و تذکرہ مختصر المختصر الفرق والجمع السلسلہ موقف الامام والماموم آپکی تصنیف
ہے۔ علاوہ علوم مذکورہ کے حدیث کی بھی بہت کچھ آپکو سماعت ہے ۴۳۸ھ میں یا ۴۳۴ھ میں آپکا انتقال ہوا جوین نام
ج دسکون یا نیشاپور کی اطراف میں ایک بڑا علاقہ ہے مشتمل بر دیہات کثیرہ تحفہ کے ۱۲ منہ

۵ کرامیہ ایک فرقہ ہے منسوب اپنے پیشوا ابو عبد اللہ محمد بن کرام کیطرف یہ شخص اول میں متعبد تھا پھر اس سے کفریات ظاہر ہوئے جیسے کہ اس کا قول تھا کہ ایمان
فقط تلفظ زبانی ہی ہے گو دل میں کفر مضمر ہو اور خدا تعالیٰ پر جوہر کا اطلاق کیا علاوہ ازیں اور خرابیاں بھی ان سے ظاہر ہوئیں
اسوجہ سے بیت المقدس کے جیلخانہ میں قید کیا گیا آٹھ سال تک وہاں ہی بند رہ کر ۲۵۵ھ میں اسی جیلخانہ میں مرا ۱۲ منہ

رکھتے اسکے نزدیک یہ قسم منکر ہے (اور جو علماء منکر کی تعریف میں مخالفت راوی کی ثقات سے شرط رکھتے ہیں اُن کو چاہیئے کہ اس قسم کو اور جو اسکے بعد آتا ہے معلل کہیں اسواسطے کہ اس میں علت قادحہ صحت کو موجود ہے اور ثقانی کہتے ہیں یہ علما اپنے اصول کے موافق متروک بھی اسکو کہہ سکتے ہیں) اور اسیطرح اس جماعت کی رائے پر جو منکر کی تعریف میں مخالفت کی قید کو شرط نہیں رکھتے قسم ثالث کی طرح جس کی غلطیاں زائد ہیں قسم رابع جو غفلت زیادہ کرتا ہے اور قسم خامس جس کا فسق ظاہر ہوا ہے ان دو قسموں کے راویوں کی حدیث بھی منکر ہے۔

اَلْمُعَلَّلُ

(ثُمَّ الْوَهْمُ) وَهُوَ الْقِسْمُ السَّادِسُ - وَاِنَّمَا اَفْصَحَ بِهٖ لِطُوْلِ الْفَصْلِ (اِنْ اُطُّلِعَ عَلَيْهِ) اَيْ عَلَى الْوَهْمِ (بِالْقَرَائِنِ) الدَّالَّةِ عَلٰى وَهْمِ رَاوِيْهِ مِنْ وَصْلِ مُرْسَلٍ اَوْ مُنْقَطِعٍ اَوْ اِدْخَالِ حَدِيْثٍ فِيْ حَدِيْثٍ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ مِنَ الْاَشْيَاءِ الْقَادِحَةِ وَ تَحْصُلُ مَعْرِفَةُ ذٰلِكَ بِكَثْرَةِ التَّتَبُّعِ (وَجَمْعِ الطُّرُقِ) فَهٰذَا هُوَ (الْمُعَلَّلُ) وَهُوَ مِنْ اَغْمَضِ اَنْوَاعِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ وَاَدَقِّهَا - وَلَا يَقُوْمُ بِهٖ اِلَّا مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَهْمًا ثَاقِبًا وَحِفْظًا وَاسِعًا وَمَعْرِفَةً تَامَّةً بِمَرَاتِبِ الرُّوَاةِ وَمَلَكَةً قَوِيَّةً بِالْاَسَانِيْدِ وَالْمُتُوْنِ وَلِهٰذَا لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيْهِ اِلَّا قَلِيْلٌ مِنْ اَهْلِ هٰذَا الشَّانِ كَعَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ وَاَحْمَدَ ابْنِ حَنْبَلٍ وَالْبُخَارِيِّ وَيَعْقُوْبَ ابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبِيْ حَاتِمٍ وَاَبِيْ زُرْعَةَ وَالدَّارَقُطْنِيِّ - وَقَدْ يَقْصُرُ عِبَارَةُ الْمُعَلِّلِ عَنْ اِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلٰى دَعْوَاهُ كَالصَّيْرَفِيِّ فِيْ نَقْدِ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ)

قسم معلل کا بیان

ان پانچ قسموں کے بعد راوی کا وہم ہے یعنی روایت کو وہم کے طور پر بیان کرنا اور یہ وہم اقسام مردودہ میں سے چھٹا قسم ہے - چونکہ یہ وہم بہ نسبت اقسام سابقہ کے دور کے فیصلہ پر مذکور ہوا ہے - اس لئے اس کا صاف نام لے لیا ہے - اگر قرائن والہ سے راوی کے وہم پر اطلاع ہو جاوے کہ وہ اپنے وہم سے مرسل کو موصول یا منقطع کو موصول کر دیتا ہے - یا ایک حدیث کو دوسری میں ملا دیتا ہے یا اس کی مثل اور کسی طرح کا وہم کرتا ہے - جیسے موقوف کو مرفوع کر دیتا یا ضعیف راوی کی جگہ وہم سے ثقہ راوی سند میں رکھ دینا - ایسے علل قادحہ صحت کا مرتکب ہوا ہے تو اُس کی روایت مردود ہے - یہ وہم راوی کو دو طرح واقع ہوتا ہے ایک تو سند میں اور یہ اکثر ہے - دوسرا متن میں کہ ایک حدیث کو دوسری میں ملا دیوے اور یہ بہ نسبت اول کے کم ہے - اور پتہ اس وہم کا تتبع اور بہت سی سندوں کو جمع کرکے اُنمیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اور اس وہمی راوی کی روایت کو معلل کہتے ہیں -

دریافت کرنا اس قسم کا علوم حدیث کے سب انواع سے بہت زیادہ دقیق اور پوشیدہ ہے اور اسے دقت کی وجہ سے اس فن کو علماء میں سے کسی نے نہیں لیا - مگر خاص انھیں متبحرین نے جن کو اللہ تعالےٰ نے نورانی فکر اور حفظ واسع اور معرفت کامل بمراتب راویوں کی عنایت کی ہے - اور ملکہ قویہ سندوں اور متنوں کے سمجھنے کا عطا کیا ہے اور اسے وقت ہی کی وجہ سے اس فن میں محدثین میں سے جماعت قلیلہ ہی نے جیسے کہ علی بن المدینی اور احمد حنبل امام بخاری - یعقوب بن ابی شیبہ - ابو حاتم - ابو زرعہ - دارقطنی نے کلام کیا ہے - اور گاہے معلل کی عبارت اپنے دعوے پر حجت قایم کرنے سے قاصر ہوتی ہے کیونکہ کہتا ہے کہ حدیث میں علل ہے اور اُس علل کو بیان نہیں کرسکتا جیسا کہ صراف دینار اور درہم میں مخصوص کھوٹ ظاہر کرنے سے قاصر ہوتا ہے - ابن مہدی فرماتے ہیں یہ الہام ربانی ہے اور حافظ ابو زرعہ سے ایک شخص نے اس کی کیفیت دریافت کی تو آپنے اُسے فرمایا اس فن کے متعدد استاذوں سے علیحدہ علیحدہ دریافت کر پھر اُن سب

ساتذہ کے اقوال آپس میں مطابق کر تجھے خود معلوم ہو جائے گا چنانچہ اس سائل نے ایسا ہی کیا اور سب سے ایک ہی جواب پایا۔ ابو ذرعہ نے اُسے فرمایا تم اب جان لو کہ یہ علم الہام ہے۔)

مُدْرَجُ الْاِسْنَادِ

(ثُمَّ الْمُخَالَفَةُ) وَهُوَ الْقِسْمُ السَّابِعُ (اِنْ كَانَتْ) وَاقِعَةً بِسَبَبِ (تَغْيِيْرِ السِّيَاقِ) اَیْ سِيَاقِ الْاِسْنَادِ فَالْوَاقِعُ فِيْهِ ذٰلِكَ التَّغْيِيْرُ (مُدْرَجُ الْاِسْنَادِ) وَهُوَ اَقْسَامٌ اربعۃ الاول اَلْاَوَّلُ اَنْ يَّرْوِیَ جَمَاعَةٌ الْحَدِيْثَ بِاَسَانِيْدَ مُخْتَلِفَةٍ فَيَرْوِيْهِ عَنْهُمْ رَاوٍ فَيَجْمَعُ الْكُلَّ عَلٰى اِسْنَادٍ وَاحِدٍ مِنْ تِلْكَ الْاَسَانِيْدِ وَلَا يُبَيِّنُ الْاِخْتِلَافَ)

مُدْرَجُ الْاِسْنَادْ کا بیان

چھٹی قسم کے بعد مخالفت راوی کی ہے ثقات سے اور یہ طعن کا ساتواں قسم ہے یہ مخالفت اگر بسبب تغیر سیاق اسناد کے واقع ہو تو اس تغیر میں آنے والی حدیث کو مُدْرَجُ الْاِسْنَاد کہتے ہیں۔ اور یہ چار قسم ہے پہلا قسم اس سے یہ ہے کہ ایک جماعت راویوں کی ایک حدیث کو مختلف سندوں سے روایت کرے۔ پھر اس جماعت سے ایک راوی اس حدیث کو اس طرح روایت کرے کہ اُن سب اسانید مختلفہ ملا کر ایک ہی سند بنا دیوے۔ اور اختلاف اس جماعت راویوں کا جو اس حدیث کے روایت کرنے میں ہے اس کو ذکر نہ کرے (اگر بیان کر دیوے کہ یہ سند فلاں کی اور یہ فلاں کی .... تو اس صورت میں مدرج الاسناد نہ ہوگی۔ مثال اس کی ترمذی کی یہ روایت ہے۔ عن بندار عن عبد الرحمن بن مهدی عن سفیان الثوری عن واصل ومنصور والاعمش عن ابی وائل عن عمرو بن شرحبیل عن

عبد اللہ قال قلت یا رسول اللہ ای الذنب اعظم الحدیث اس حدیث میں منصور اور اعمش کی روایت پر واصل کی روایت مدرج ہے۔ اسلئے کہ واصل نے اس سند میں عمرو کا ذکر نہیں کیا بلکہ ابو وائل عن عبد اللہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ امام بخاری نے کتاب المحاربین میں ان دونوں سندوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرکے دکھایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں عن عمرو بن علی عن یحیی عن سفیان عن منصور والاعمش کلاھما عن ابی وائل عن عمرو عن عبد اللہ وعن سفیان عن واصل عن ابی وائل عن عبد اللہ مگر اتنا فرق ہے کہ اعمش کو امام بخاری نے اسکے نام سلیمان سے اور عمرو کو اس کی کنیت میسرہ سے ذکر کیا ہے)

(اَلثَّانِیْ اَنْ یَکُوْنَ الْمَتْنُ عِنْدَ رَاوٍ اِلَّا طَرَفًا مِنْهُ فَاِنَّهٗ عِنْدَهٗ بِاِسْنَادٍ اٰخَرَ فَیَرْوِیْهِ عَنْهُ رَاوٍ تَامًّا بِالْاِسْنَادِ الْاَوَّلِ)

دوسرا قسم مدرج الاسناد کا یہ ہے کہ کسی راوی کے پاس اکثر متن ایک سند سے ہو مگر ایک حصہ اُس متن کا دوسری سند سے ہو۔ اب آگے اُس راوی سے اس کا شاگرد متن کے دونوں حصوں کو ملاکر پہلی ہی سند سے روایت کردیوے باوجودیکہ پہلی سند میں متن کا آخری حصہ نہیں مثال اوس کی وہ حدیث ہے جسکو ابو داؤد نے زائدہ اور شریک کی روایت سے اور نسائی نے ابن عیینہ کی روایت سے اور ان سب نے عاصم بن کلیب سے وہ اپنے باپ سے وہ وائل بن حجر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی نماز کی صفت میں بیان کرتا ہے اور اس کے بیان کرنے میں کہا ثم جئتھم بعد ذلک فی زمان فیہ برد شدید فرایت الناس علیھم جل الثیاب تحرک ایدیھم تحت الثیاب موسی بن ہارون کہتے ہیں ثم جئتھم کا لفظ ہمارے نزدیک وہم ہے اس اسناد سے نہیں بلکہ یہ لفظ عاصم عن

اسیواسطے ابن حجرنے وضعی حدیث کی تعریف میں کذب کو عمد سے مقید کیا ہے۔
اور اس نوع کو مدرج میں رکھا ہے نہ موضوع میں ذکرہ فی نخبۃ النظر، یہ ہیں
چار قسم مدرج الاسناد کے۔

مُدْرَجُ الْمَتْنِ

(وَ اَمَّا مُدْرَجُ الْمَتْنِ فَهُوَ اَنْ يَقَعَ فِي الْمَتْنِ كَلَامٌ لَيْسَ مِنْهُ فَتَارَةً
يَكُوْنُ فِيْ اَوَّلِهٖ - وَتَارَةً فِيْ اِسْنَادِهٖ - وَتَارَةً فِيْ اٰخِرِهٖ وَهُوَ
الْاَكْثَرُ لِاَنَّهٗ يَقَعُ بَعْدَهٗ عَطْفُ جُمْلَةٍ عَلٰى جُمْلَةٍ -

مُدْرَجُ الْمَتْنِ کا بیان

اور مدرج المتن وہ قسم ہے کہ واقعہ ہووے متن حدیث میں وہ کلام جو حقیقت میں
حدیث کے متن سے نہو اور یہ وقوع کلام غیر کا حدیث میں تین طرح ہوتا ہے
ایک صورت اس کی تو یہ ہے کہ حدیث کے ابتدا میں واقعہ ہو۔ مثال اس کی عراقی
خطیب سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ خطیب ابو قطن اور شبابہ سے روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں شعبہ
سے وہ محمد بن زیاد سے وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے کہا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا ہے اسبغوا الوضوء ویل للاعقاب
لوگو وضو اچھی طرح کیا کرو۔ ایڑیوں کو سوکھا رہنے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ اس حدیث
میں اسبغوا الوضوء کا فقرہ ابو ہریرہ کے کلام سے ہے۔ چنانچہ امام بخاری اپنی
صحیح میں اسی طرح اس کو روایت کرتے ہیں عن آدم بن ابی ایاس عن شعبۃ
عن محمد بن زیاد عن ابی هریرۃ اسبغوا الوضوء فان ابا القاسم صلی اللہ
علیہ واٰلہ وصحبہ وبارك وسلم قال ویل للاعقاب من النار خطیب کہتے
ابو قطن اور شبابہ نے وہم کرکے ابو ہریرہ کے قول کو حدیث کے ساتھ ملا دیا ہے اور

اعلم ان الشاذ المقطوع ایضاً کما یقال موقوف علی الزہری وموقوف علی مالک ۱۲ منہ

الملة

راوی خود تصریح کر دیوے۔ کہ یہ کلام نبوی ہے اور ساتھ اسکے ملا ہوا یہ کلام میرا
ہے جیسے کہ ابن مسعودؓ کی یہ حدیث ہے مَنْ جَعَلَ لِلّٰہِ نِدًّا دَخَلَ النَّار۔ واُخریٰ اقولھا
وَلَمْ اَسْمَعْھا مِنْہُ مَنْ مَاتَ لَا یَجْعَلُ لِلّٰہِ نِدًّا دَخَلَ الْجَنَّۃ۔ اس میں حضرت عبداللہ بن
مسعودؓ نے ظاہر کر دیا کہ من مات لا یجعل الخ میرا کلام ہے۔ اور تیسرا طریق ادراج معلوم
کرنے کا بعض آئمہ عارفین مطلعین کی تصریح ہے۔ کہ یہ لفظ اس حدیث میں مدرج
ہے۔ اور چوتھا طریق ادراج معلوم کرنے کا یہ ہے کہ وہ قول منسوبہ جناب نبوی کی
طرف مستحیل ومحال نظر آوے مثال اسکی وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری اپنے صحیح میں
ابو ہریرہؓ سے مرفوعًا اس طرح روایت کرتے ہیں۔ عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم للعبد المملوک اجران والذی نفسی
بیدہ لولا الجھاد فی سبیل اللہ وبر امی لاحببت ان اموت وانا مملوک۔ پس اس
حدیث میں لفظ والذی سے آخر تک مستحیل عقلی ہے۔ کہ پیغمبر مملوک ہونے کی آرزو کرے
اسواسطے کہ مملوک مالک کی خدمت کرے گا یا عہدہ رسالت کو انجام دیگا۔ دونوں
امر آپس میں منافی ہیں پس آپ الیسی کبھی آرزو نہیں کر سکتے۔ اور اس حدیث کا دوسرا
فقرہ برامی بھی مخالف عقل کے ہے کہ اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ زندہ نہیں
یہ دونوں لفظ ابو ہریرہ کے قول سے اس میں درج ہو گئے ہیں۔ ابو ہریرہ کی نسبت
اس آرزو کو عقل باور بھی کر سکتی ہے اور ابو ہریرہ کی والدہ بھی اسوقت زندہ تھی۔
نیز ثقات راویوں کی دوسری روایتوں میں جو ابو ہریرہ سے بلفظ والذی نفس ابی
ھریرۃ بیدہ آیا ہے صاف ظاہر کر دکھایا کہ یہ لفظ ابو ہریرہ کا ہے۔ یہاں یہ مسئلہ
یاد رکھنا ضروری ہے کہ متن حدیث یا اسناد حدیث میں تعمدًا ادراج کرنا سب علماؤں کے
نزدیک حرام ہے۔ اس واسطے کہ اس میں تلبیس وتدلیس ہے گو بعض اقسام مدرج
کے بعض سے اخف ہیں تاہم حرمت میں سب برابر ہیں کذا فی نخبۃ النظر۔ اور خطیب نے
قسم مدرج میں مستقل کتاب بنام الفصل للوصل المدرج فی النقل لکھی ہے۔ اور میں نے
خطیب کی کتاب مذکور کا دو بار یا زائد دو بار سے خلاصہ چھانٹ کر ایک کتاب میں

جس کا نام تقریب المنہج بترتیب المدرج ہے ابواب پر مرتب کر کے خطیب کے مسائل سے علاوہ اور مسائل زائدہ بھی اس میں بیان کئے ہیں۔ وللہ الحمد۔

اَلْمَقْلُوْبُ

(وَ) اِنْ کَانَتِ الْمُخَالَفَةُ (بِتَقْدِیْمٍ وَتَاخِیْرٍ) اَیْ فِی الْاَسْمَاءِ کَمُرَّةَ بْنِ کَعْبٍ۔ وَکَعْبِ بْنِ مُرَّةَ لِاَنَّ اِسْمَ اَحَدِھِمَا اِسْمُ اَبِ الْاٰخَرِ فَھٰذَا ھُوَ الْمَقْلُوْبُ) وَلِلْخَطِیْبِ فِیْهِ کِتَابُ رَافِعِ الْاِرْتِیَابِ)

مقلوب کا بیان

اور اگر مخالفت اسناد کے راویوں کے ناموں کے آگے پیچھے کرنے سے ہو جیسے کہ مرۃ بن کعب۔ اور کعب بن مرہ ہے۔ انہیں سے ایک کا نام دوسرے کے باپ کا نام ہے (کسی سند میں دونوں میں سے ایک کوئی آجاوے اور راوی غلطی کہا ایک کی جگہ دوسرے کا نام لیلیوے تو یہ قسم **مقلوب** ہے (عراقی کہتے ہیں مقلوب دو قسم ہے ایک قسم یہ ہے کہ حدیث ایک راوی سے مشہور ہو۔ اور اس کی جگہ کوئی اور راوی رکھا جاوے تاکہ مرغوب ہو جاوے۔ اور دوسرا قسم یہ ہے کہ ایک متن کی اسناد دوسرے متن پر رکھ دیوے اور اس کی کسے اور ہیا خطیب کی اس فن میں بھی ایک علیحدہ کتاب ہے بنام رافع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء والانساب) (وَقَدْ یَقَعُ الْقَلْبُ فِی الْمَتْنِ اَیْضًا کَحَدِیْثِ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ عِنْدَ مُسْلِمٍ فِی السَّبْعَةِ الَّذِیْنَ یُظِلُّھُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ ظِلِّ عَرْشِهٖ فَفِیْهِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ اَخْفَاھَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ یَمِیْنُهٗ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهٗ فَھٰذَا مِمَّا انْقَلَبَ عَلٰی اَحَدِ الرُّوَاةِ وَاِنَّمَا ھُوَ لَا تَعْلَمُ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ کَمَا فِی الصَّحِیْحَیْنِ۔)

اور گاہے قلب متن میں بھی واقعہ ہو جاتا ہے جیسے کہ مسلم کے نزدیک ابوہریرہ
کی اس حدیث میں ہے جو سات شخصوں کے حق میں ہے جنکو قیامت کے روز
اللہ تعالے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دیگا اس حدیث میں اُن سات شخصوں
میں سے ایک وہ شخص بھی شمار کیا گیا ہے ورجل تصدق بصدقۃ اخفاھا
حتی لا تعلم یمینہ ما تنفق شمالہ اور جیسے کہ ایسا چھپا کر صدقہ دیا کہ اُسکے داہنے
ہاتھ کو بھی پتہ نہ لگا کہ بایاں ہاتھ کیا کچھ خیرات کر رہا ہے - پس یہ لفظ حتی لا تعلم
یمینہ ما تنفق شمالہ راویوں میں سے کسی ایک پر منقلب ہو گیا ہے اصل میں لفظ
اس طرح تھا حتی لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ یعنی اُس نے ایسا مخفی صدقہ دیا
کہ اُسکے سیدھے ہاتھ کی فیاضی کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہوئی اور صحیحین میں بھی سوائے
روایت مذکورہ مسلم کے اسیطرح ہے حتی لا تعلم شمالہ الخ)

اَلْمَزِیْدُ فِیْ مُتَّصِلِ الْاَسَانِیْدِ

(وَاِنْ کَانَتِ الْمُخَالَفَۃُ بِزِیَادَۃِ رَاوٍ فِیْ اَثْنَاءِ الْاَسْنَادِ وَمَنْ
لَمْ یَزِدْھَا اَتْقَنُ مِمَّنْ زَادَھَا فَھٰذَا ھُوَ الْمَزِیْدُ فِیْ مُتَّصِلِ الْاَسَانِیْدِ
وَشَرْطُہٗ اَنْ یَقَعَ التَّصْرِیْحُ بِالسَّمَاعِ فِیْ مَوْضِعِ الزِّیَادَۃِ - وَاِلَّا فَمَتٰی
کَانَ مُعَنْعَنًا مَثَلًا تُرَجَّحَتِ الزِّیَادَۃُ)

مزید فی متصل الاسانید کا بیان

اور اگر مخالفت اثناء اسناد میں کسی راوی کے بڑھا دینے کے سبب ہو جاوے -
یعنی سند میں وہم کرکے راوی ایک زیادہ راوی کو بڑھا دیوے - اور جو راوی زیادت
کا ذکر نہیں کرتا - اُس سند میں - زیادت بیان کرنے والے راوی سے اتقن (زیادہ
ضابط) ہو تو یہ قسم مزید فی متصل الاسانید ہے - اور اسکو مزید بنانے کی شرط

یہ ہے کہ موضع زیادت میں سماع کی تصریح واقعہ ہووے۔ بالفاظ سماع جیسے سمعت منہ۔ یا حدثنا یا اخبرنا۔ یا قال لی ہووے۔ مثال اس نوع کی مسلم وترمذی کی یہ حدیث ہے ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيَّ قَالَ سَمِعْتُ وَاثِلَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا مَرْثَدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا پس ابو ادریس خولانی کا ذکر کرنا اس حدیث میں ابن مبارک کا وہم ہے اسواسطے کہ ثقے راویوں کی ایک جماعت جابر سے۔ بسر سے۔ واثلہ سے بلفظ اتصال بغیر ذکر ابو ادریس کے اس کو روایت کرتی ہے۔ اور پھر مسلم نے بھی اور ترمذی ونسائی نے اس حدیث کو علی بن حجر سے ولید بن مسلم سے۔ جابر سے باسقاط ابو ادریس ذکر کیا ہے۔ امام بخاری ودارقطنی ودیگر محققین نے حکم کیا ہے کہ ابن مبارک کو ابو ادریس کے ایزاد کرنے میں وہم ہو گیا ہے ذکرہ فی بھجۃ النظر۔ اور اگر تصریح سماع مذکور کے ساتھ واقعہ نہو اور سند معنعن مثلاً فلان عن فلان بلفظ عن مروی ہو تو اس جگہ زیادت والی سند ناقص سند سے مرجح ہو گی۔

اَلْمُضْطَرِبُ

(وَ) اِنْ كَانَتِ الْمُخَالَفَةُ (بِاِبْدَالِهٖ) اَلرَّاوِيْ (وَلَا مُرَجِّحَ) لِاَحَدِ الرِّوَايَتَيْنِ عَلَى الْاُخْرٰى فَهٰذَا هُوَ (الْمُضْطَرِبُ) وَهُوَ يَقَعُ فِي الْاِسْنَادِ غَالِبًا وَقَدْ يَقَعُ فِي الْمَتْنِ لٰكِنْ قَلَّ اَنْ يَحْكُمَ الْمُحَدِّثُ عَلَى الْحَدِيْثِ بِالْاِضْطِرَابِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْاِخْتِلَافِ فِي الْمَتْنِ دُوْنَ الْاِسْنَادِ (وَقَدْ يَقَعُ الْاِبْدَالُ عَمْدًا) لِمَنْ يُرَادُ اخْتِبَارُ حِفْظِهٖ (اِمْتِحَانًا) مِنْ فَاعِلِهٖ كَمَا وَقَعَ لِلْبُخَارِيِّ وَالْعُقَيْلِيِّ وَغَيْرِهِمَا وَشَرْطُهٗ اَنْ لَا يَسْتَمِرَّ عَلَيْهِ بَلْ يَنْتَهِيْ بِانْتِهَاءِ الْحَاجَةِ۔ فَلَوْ وَقَعَ الْاِبْدَالُ عَمْدًا لَا لِمَصْلَحَةٍ بَلْ لِلْاِغْرَابِ مَثَلًا فَهُوَ

مِنْ اَقْسَامِ الْمَوْضُوعِ وَلَوْ وَقَعَ غَلَطًا فَهُوَ مِنَ الْمَقْلُوْبِ وَالْمُعَلَّلِ)

مضطرب کا بیان

اور اگر مخالفت راوی کے ابدال میں ہو جاوے (ایک راوی کے بدل دوسرا راوی رکھا جاوے) اور ان دونوں میں سے ایک روایت کو دوسری پر ترجیح دینے کی صورت ہو سکے تو یہ قسم **مضطرب** ہے۔ اور اگر ترجیح دینے کی صورت نکل آئی تو پھر مضطرب نہ ہوگی حکم راجح کے واسطے ہو ویگا۔ اور مضطرب کی مثال حدیث مرویہ ترمذی شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَاَخَوٰتُهَا ہے۔ حافظ دارقطنی کہتے ہیں یہ مضطرب ہے اسواسطے کہ ابو اسحٰق سبیعی سے مروی ہے۔ اور ابو اسحٰق پر اس حدیث کے روایت کرنے میں دس وجہوں سے اختلاف ہوا ہے بعض راویوں نے کہا ہے عنہ عن عکرمۃ عن ابی بکر۔ اور بعضوں نے ان دونوں کے درمیان ابن عباس کو زیادہ کیا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے عنہ عن ابی جحیفۃ عن ابی بکر اور بعض نے کہا عنہ عن البراء عن ابی بکر۔ بعض نے کہا ہے عنہ عن میسرۃ عن ابی بکر بعض نے کہا ہے عنہ عن مسروق عن عائشۃ عن ابی بکر۔ اور بعض نے بغیر ذکر حضرت عائشہ کے اس کو اس سے روایت کیا ہے۔ راوی سب اس حدیث کے ثقے ہیں اور جمع بھی متعذر ہے) یہ اضطراب اکثر اسناد میں ہی واقعہ ہوا کرتا ہے (جیسا کہ مذکور ہوا ہے) اور گاہے متن میں[1] بھی واقعہ ہو جاتا ہے لیکن متن والے اضطراب پر محدث اضطراب کا حکم کم ہی کرتا ہے بہ نسبت اضطراب سند کے (حدیث مضطرب المتن کو غالباً معلل کے نام سے پکارا جاتا ہے) اور بدلاتا راوی کسی محدث کے حفظ کا امتحان لینے کی غرض سے گاہے عمداً

[1] جیسے کہ آپنے نفس کو ہبہ کرنے والی عورت کی حدیث ہے اوس کو بعض راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں روایت کرتے ہیں زوجتکہا اور بعض بلفظ زوجنا کہا اور بعض املکنا کہا اور بعض ملکتہا کے لفظ سے اور بعض انکے سوا سے اور بعض لفظوں سے بھی روایت کرتے ہیں پس ان سب لفظوں میں سے کسی کے ساتھ احتجاج ممکن نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ جو لفظ کہا گیا ہے وہ مشکوک ہے اور واقعہ ایک ہی ہے کذا ذکرہ البقاعی النکتہ عن المصنف ۱۲ منہ

بھی واقعہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری اور عقیلی کے واسطے یہ معاملہ درپیش آیا تھا۔ امام بخاری کا قصہ اسطرح ہے کہ جب آپ تحصیل حدیث سے فراغت پاکر دار الخلافہ بغداد میں تشریف لائے تو اُس جگہ کے محدثین نے جمع ہو کر ایک سو احادیث کی سندوں کو اُلٹ پلٹ کر کے دس شخصوں کو اُن میں سے دس دس حدیثیں دیں اور اُنکو سمجھا یا کہ جب مجلس خوب گرم ہو جاوے تو اُسوقت تم دس آدمیوں نے نوبت بنوبت یکے بعد دیگرے آگے بڑھکر امام بخاری سے ان احادیث کو دریافت کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب امام بخاری کی مجلس اہل بغداد و غرباء اہل خراسان وغیرہ سے جمی تو اُسوقت اُن دس آدمیوں میں سے ایک شخص نے آگے بڑھکر اپنے دس حدیثیں سلسلہ وار امام بخاری پر پیش کر کے اُن کی کیفیت دریافت کی امام بخاری اُن پیش کردہ دس حدیثوں میں سے ہر ایک کی نسبت یہی کہتے ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ جب ایک آدمی اپنی احادیث پیش کر کے فارغ ہوا تو دوسرا اُن دس شخصوں میں سے اُٹھا اور اُس نے بھی پہلے ہی کی طرح سوال کئے امام بخاری نے اسکو بھی وہی جواب دیا جو اول کو دیا تھا۔ الغرض اسیطرح وہ دس آدمی جب ایک سو احادیث ختم کر چکے تو پھر آپ سائل اول کی طرف متوجہ ہوئے اور اُسے فرمایا تمہاری پہلی حدیث اس طرح ہے۔ اور تم نے یوں بیان کی ہے اسیطرح اس کو دسوں حدیثوں کی اصلی کیفیت دکھا کر باقی نو سائلوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن کو بھی سب احادیث کی اصلیت دکھادی۔ ہر ایک متن پر اس کی اصلی سند جمادی اُسوقت علماء امام بخاری کی فضیلت تبحر وسعت حفظ کے قائل ہوئے کذا فی فتح الباری۔ اور عقیلی کا قصہ اسطرح ہے کہ آپ حدیث پڑھاتے وقت اصل کتاب کو جس سے حفظ کیا ہوا تھا آپنے سامنے رکھے بغیر یوں ہی حفظ سے طالب العلموں کو پڑھا دیا کرتے تھے۔ طالب العلموں کو فرماتے تھے کہ تم پڑھو میں سنتا ہوں۔ شاگردوں نے کہا بغیر معائنہ کتاب کے استاد کا سنتا ہمیں عجیب معلوم ہوا۔ ہمنے کہا یا تو ہمارے استاد سب جہان سے زیادہ حفظ رکھتے ہیں۔ اور یا سب لوگوں سے زیادہ جھوٹے ہیں پھر ہمنے اُنکو اس طرح پر پرکھا کہ کچھ حدیثوں کے الفاظ بدلا کر اور کچھ

الفاظ اپنی طرف سے حدیثوں میں زیادہ کرکے اور کچھ الفاظ اصلی ہی حالت پر چھوڑ کر
اُنکے پاس لیگئے اور عرض کیا کہ ہم آپکی مرویہ احادیث پڑھتے ہیں آپ سنتے جائیے
آپنے فرمایا پڑھو۔ ہم پڑھتے پڑھتے جب کم و بیش پر پہونچے تو ہم سے کتاب لیکر زیادتی
کاٹ ڈالی اور کمی پوری کردی اور جیسے کہ وہ حدیثیں پہلے تہیں ویسا ہی انکو کردیا
اُس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ آپکا حفظ اور لوگوں سے زیادہ ہے ذکرہ السخاوی۔
اور سوائے بخاری و عقیلی کے ابان بن عیاش پر بھی شعبہ نے کچھ حدیثیں منقلب
کیئں تہیں یحییٰ بن سعید القطان اس عمدی ابدال کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور ابن
حجر نے کو ایک مصلحت کے واسطے جائز رکہا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ قید لگادی ہے
کہ شرط امتحانی ابدال کی یہ ہے کہ ہمیشہ اُسکو اُسی حالت پر نہ چھوڑے بلکہ حاجت
پوری ہونے کے ساتھ ہی . . . .
. . . . اس فعل سے ہٹ
جائے منقلب احادیثوں کو اصلی حالت پر کردیوے۔ اور اگر سوائے مصلحت مذکورہ
کے ابدال حدیثوں میں واسطے اظہار اغراب کے کیا جاوے تو وہ اقسام موضوع سے
ہوگا۔ اور اگر غلطی سے ابدال واقع ہو جاوے تو وہ قسم مقلوب سے ہے یا قسم معلل سے۔

اَلْمُصَحَّفُ وَالْمُحَرَّفُ

(اَوْ) اِنْ کَانَتِ الْمُخَالَفَةُ (بِتَغْیِیْرِ حَرْفٍ اَوْ حُرُوْفٍ
مَعَ بَقَاءِ) صُوْرَةِ الْخَطِّ فِی (السِّیَاقِ) فَاِنْ کَانَ ذٰلِکَ بِالنِّسْبَةِ
اِلَی النُّقَطِ (فَالْمُصَحَّفُ) وَاِنْ کَانَ بِالنِّسْبَةِ اِلَی الشَّکْلِ (فَالْمُحَرَّفُ)
وَمَعْرِفَةُ هٰذَا النَّوْعِ مُهِمَّةٌ وَقَدْ صَنَّفَ فِیْهِ الْعَسْکَرِیُّ
وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَغَیْرُهُمَا وَاَکْثَرُ مَا یَقَعُ فِی الْاَسْمَاءِ الَّتِیْ فِی
الْاَسَانِیْدِ (وَلَا یَجُوْزُ تَعَمُّدُ تَغْیِیْرِ صُوْرَةِ الْمَتْنِ)

اور حضرت جابر کے والد عبداللہ بن عمرو بن حرام جنگ احزاب سے پہلے دو سال احد میں فائز بشہادت ہو چکے تھے اور یہاں مراد ہو نہیں سکتے - اور اس قسم کی ایک اور نظیر بُنَیّہ و بُشَیْر ہے کہ ایک ان میں مکبر ہے دوم مصغر - اور تصحیف گاہے سننے میں ہوتی ہے جیسے کہ عاصم احول کو واصل احدب کر کے پڑھا جائے اور زجاجہ کو دجاجہ کرے اور گاہے فہم میں ہوتی ہے جیسے کہ خطابی آپنے بعض شیوخ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حدیث نہی عن التحلیق یوم الجمعہ قبل الصلوۃ بیان ہوئی - تو اُس شیخ نے کہا میننے عرصہ چالیس سال سے نماز جمعہ سے پہلے سر منڈا ترک کیا ہوا ہے - یہ شیخ تحلیق سے سر منڈانا سمجھے حالانکہ معنے تحلیق کا حلقہ حلقہ ہو کر بیٹھنا ہے - ادرہ [illegible] العراقی فی شرح الالفیۃ - اور معرفت اس نوع کی ضروری ہے - اور اسکے سمجھانے کے لئے علماء محدثین اپنی عمر کا گراں مایہ حصہ خرچ کرکے سامان تیار کر گئے ہیں - اُنہیں سے ابو احمد عسکری اور حافظ دارقطنی اور اُنکے سوائے باقی علما جیسے کہ خطابی اور جزری ہیں انکے اُس فن میں مستقل کتابیں ہیں - و قوع تصحیف کا متن میں زیادہ ہوتا ہے اور گاہے اسماء اسناد میں بھی ہو جاتا ہے مثالیں سب کی ذکر ہو چکی ہیں - اور جان بوجھکر متن حدیث کی صورت کا متغیر کرنا تصحیف - تحریف - قلب - ادراج سے بالکل ناجائز ہے سب کیلئے خواہ عالم ہو یا جاہل - اور متن حدیث کو کم کر لینا - اور ایک لفظ کی جگہہ دوسرا لفظ ہم معنی اُس کا بدلا کر رکھنا - بھی ناجائز ہے - مگر اُس عالم کے واسطے جو مدلولات الفاظ کو اچھی طرح جانتا ہو - اور معانی بگاڑنے والے کلمات کو خوب طرح پہچانتا ہو - یہاں مراد عالم سے وہ عالم ہے جو کامل علم کے ساتھ معروف ہو - اور کسی قسم کی تہمت اسکو نہ لگی ہو - عراقی کہتے ہیں متہم راوی کو حذف کرنا بعض حدیث کا جائز نہیں اسواسطے کہ دوبارہ جب اُس روایت کو کامل کرکے اور تمام بیان کرے گا تو متہم ہو جائیگا - تمام بیان کرنے میں نسیان سے متہم ہوگا - اور اختصار میں زیادہ کرنے کی تہمت اس کو لگے گی - بنا بر مذہب صحیح اختصار و ابدال بالفاظ مترادفہ فقط عالم موصوف کو جائز ہے - اختصار حدیث کے مسئلہ میں تو اکثر علما جواز پر ہیں بایں شرط کہ

اختصار کرنے والا عالم ہووے۔ اسواسطے کہ عالم حدیث کے اُسی حصہ کو کم کرے گا
جس کو باقیماندہ سے تعلق نہ ہوگا۔ اور عالم کا حذف کرنا اس طرح ہوتا ہے کہ اُس کے
حذف سے اختلاف دلالت اور بدلنا کسی حکم کا نہیں ہوتا جس کے سبب سے حصہ مذکور
و حصہ محذوف بمنزلہ دو حدیثوں کے ہو جاوے۔ عالم غیر متعلق حصہ کو حذف کریگا
اور یا اس طور پر حذف کریگا کہ باقیماندہ حصہ مذکور پر دلالت کریگا۔ برخلاف جاہل کے
کہ وہ گاہے ایسے حصہ کو بھی حذف کر دیتا ہے جسکو باقیماندہ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے
اور حصہ مذکور متروک پر دلالت نہیں کر سکتا۔ جیسے کہ حدیث لا یباع الذہب بالذہب
الا سواء بسواء سے حرف استثنا چھوڑ دینا۔ اور حدیث لا تباع الثمرة حتی تزہی سے
حرفِ غایت ترک کر دینا۔ (وَاَمَّا الرِّوَایَةُ بِالْمَعْنٰی فَالْخِلَافُ فِیْہِ شَہِیْرٌ وَالْاَکْثَرُ
عَلَی الْجَوَازِ اَیْضًا وَمِنْ اَقْوٰی حُجَجِہِمُ الْاِجْمَاعُ عَلٰی جَوَازِ شَرْحِ الشَّرِیْعَةِ لِلْعَجَمِ
بِلِسَانِہِمْ لِلْعَارِفِ۔ فَاِذَا جَازَ الْاِبْدَالُ بِلُغَةٍ اُخْرٰی فَجَوَازُہٗ بِاللُّغَةِ الْعَرَبِیَّةِ
اَوْلٰی۔ وَقِیْلَ یَجُوْزُ فِی الْمُفْرَدَاتِ دُوْنَ الْمُرَکَّبَاتِ۔ وَقِیْلَ اِنَّمَا یَجُوْزُ لِمَنْ
یَسْتَحْضِرُ اللَّفْظَ لِیَتَمَکَّنَ مِنَ التَّصَرُّفِ فِیْہِ۔ وَقِیْلَ اِنَّمَا یَجُوْزُ لِمَنْ کَانَ یَحْفَظُ
الْحَدِیْثَ فَنَسِیَ لَفْظَہٗ وَبَقِیَ مَعْنَاہُ مُرْتَسِمًا فِیْ ذِہْنِہٖ فَلَہٗ اَنْ یَرْوِیَ
بِالْمَعْنٰی لِمَصْلَحَةِ تَحْصِیْلِ الْحُکْمِ مِنْہُ بِخِلَافِ مَنْ کَانَ مُسْتَحْضِرًا لِلَفْظِہٖ
وَجَمِیْعُ مَا تَقَدَّمَ یَتَعَلَّقُ بِالْجَوَازِ وَعَدَمِہٖ وَلَا شَکَّ اَنَّ الْاَوْلٰی اِیْرَادُ الْحَدِیْثِ
بِاَلْفَاظِہٖ دُوْنَ التَّصَرُّفِ فِیْہِ۔ قَالَ الْقَاضِیْ عِیَاضٌ یَنْبَغِیْ سَدُّ بَابِ
الرِّوَایَةِ بِالْمَعْنٰی لِئَلَّا یَتَسَلَّطَ مَنْ لَا یُحْسِنُ مِمَّنْ یَظُنُّ اَنَّہٗ یُحْسِنُ کَمَا
وَقَعَ لِکَثِیْرٍ مِنَ الرُّوَاةِ قَدِیْمًا وَحَدِیْثًا وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ) اور روایت بالمعنے
یعنی ایک لفظ کے بدل دوسرا ہم معنے لفظ اُس کی جگہ رکھنے) میں اختلاف علماء کا
مشہور ہے (بعض مطلقاً منع کرتے ہیں) اور اکثر جواز پر ہیں (جیسے کہ اختصار کے جواز
پر تھے) مجوزین کی سب حجتوں (دلیلوں) سے زیادہ قوی حجت (دلیل) جواز کی یہ ہے
کہ امت محمدیہ نے اجماع کیا ہے کہ عجمیوں کے واسطے عارف شریعت کو اُن کی زبان میں

شرم کرنی جائز ہے۔پس جب غیر زبان میں تبادلہ جائز ہوا تو عربی لغت میں تبادلہ کرنا
بطریق اولیٰ جائز ہوا۔عراقی کہتے ہیں روایت بالمعنیٰ کے جواز میں صحابہ ومن بعدہم
کا ایک ہی واقعہ کو متعدد الفاظ سے بیان کرنا دلالت کرتا ہے۔اور بعض نے یہ بھی
کہا ہے کہ روایت بالمعنیٰ کے جواز میں عبداللہ بن سلیمان لیثی سے جو حدیث مروی
ہوئی ہے وہ بھی دلالت کرتی ہے وہ حدیث یہ ہے قال قلت یارسول اللہ انی اسمع
منک الحدیث لا استطیع ان اودیہ کما اسمع منک ازید حرفا او انقص
حرفا فقال اذا لم تحلوا حراما ولم تحرموا حلالا واصبتم المعنیٰ فلا باس۔
یعنی حضرت عبداللہ بن سلیمان لیثی کہتے ہیں میں نے جناب نبوی کی خدمت اقدس میں
عرض کی یارسول اللہ جیسی کہ میں آپ سے حدیث سنتا ہوں اسکو ہو بہو ویسی ہی
روایت نہیں کرسکتا ہوں۔بوقت روایت مجھ سے کوئی حرف کم و بیش ہو جاتا ہے
تو آپ نے فرمایا جب تم حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہ کرو اور معنیٰ حدیث کا صحیح
طور پر ادا کردو تو کوئی خوف نہیں) اور اس روایت بالمعنیٰ میں بعض نے کہا ہے کہ
الفاظ مفردات میں تبادلہ کرنا جائز ہے جیسے کہ کیث کو اسد سے بدلا دیوے
اور مرکبات میں تبادلہ الفاظ کا جائز نہیں۔اور بعض کہتے ہیں جس راوی کو الفاظ
حدیث کے یاد ہوں اسکو روایت بالمعنیٰ کرنی جائز ہے تاکہ انہیں اچھی طرح تصرف
کرسکے۔اور بعض کہتے ہیں اُس راوی کو جائز ہے جس کو حدیث یاد تھی۔الفاظ اسکے
بھول گیا۔اور معنیٰ ذہن میں جما ہوا ہے تو وہ اسواسطے مصلحت حصول حکم کے روایت
بالمعنیٰ کرسکتا ہے۔برخلاف اُس شخص کے کہ جسکو الفاظ حدیث کے یاد ہوں وہ روایت
بالمعنیٰ نہ کرے۔یہ اقوال جس قدر مذکور ہوئے ہیں روایت بالمعنیٰ کے جواز اور عدم
جواز سے تعلق رکھتے ہیں۔لیکن اس امر میں کوئی شک نہیں کہ حدیث کو اصلی الفاظ
میں بغیر تصرف کے ادا کرنا اولیٰ و افضل ہے۔اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وصحبہ وبارک وسلم نے بھی اسی شخص کے حق میں دعا فرمائی ہے جو آپ کی حدیث کو ہو بہو
اصلی الفاظ میں پہونچا دے چنانچہ آپ فرماتے ہیں نضر اللہ امرأً سمع مقالتی فوعاها

واداھا کما سمع رواہ الترمذی عن ابن مسعودؓ۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں روایت بالمعنیٰ کا دروازہ بھی بند کر دینا مناسب ہے تاکہ جو لوگ روایت بالمعنیٰ کے حقوق اچھی طرح ادا کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے اور اپنے آپ کو لائق اس امر کے سمجھتے ہیں وہ اس کام پر نہ لگ جائیں جیسا کہ واقعہ ہوا ہے راویوں کو یہ معاملہ قدیماً وحدیثاً سخاوی کہتے ہیں جواز روایت بالمعنیٰ اجماع کے قریب تک آپہونچا ہے۔ لیکن عالم کے واسطے۔ اور غیر عالم کو خود بخود لایق اس امر کا سمجھکر یہ کام کرنا جائز نہیں جبتک کہ ایک مدت تک محدثین کی خدمت میں رہکر امتحان نہ دیوے۔

شَرحُ الغَرِیب

(فَاِنْ خَفِیَ المَعْنیٰ بِاَنْ کَانَ اللَّفْظُ مُسْتَعمَلاً بِقِلَّۃٍ اُحْتِیجَ اِلَی) الکُتُبِ المُصَنَّفَۃِ فِی (شَرحِ الغَرِیبِ) کَکِتَابِ اَبِی عُبَیدٍ القَاسِمِ بْنِ سَلَّامٍ وَھُوَ غَیرُ مُرَتَّبٍ۔ وَقَدْ رَتَّبَہُ الشَّیخُ مُوَفَّقُ الدِّینِ ابْنُ قُدَامَۃَ عَلَی الحُرُوفِ۔ وَاَجْمَعُ مِنْہُ کِتَابُ اَبِی عُبَیدٍ الھَرَوِیِّ وَقَدْ اعْتَنیٰ بِہِ الحَافِظُ اَبُو مُوسیٰ المَدِینِیُّ[1] فَنَقَّبَ عَلَیہِ وَاسْتَدرَکَ وَلِلزَّمَخْشَرِیِّ کِتَابٌ اِسْمُہُ الفَائِقُ حَسَنُ التَّرتِیبِ۔ ثُمَّ جَمَعَ الجَمِیعَ ابْنُ الاَثِیرِ فِی النِّھَایَۃِ وَکِتَابُہُ اَسْھَلُ الکُتُبِ تَنَاوُلاً مَعَ اِعْوَازٍ قَلِیلٍ فِیہِ)

الاصفہانیؒ ۱۲

قسم غریب کی شرح کے بیان میں

زیادہ ایک لفظ مع مجرد

علامہ خفاجی المتوفی ۱۰۶۹ھ قاضی عیاض کی شفا کی شرح میں فرماتے ہیں حدیث میں

[1] ابو سعد سمعانی کتاب الانساب میں فرماتے ہیں نسبت مدینی چند مداین کی طرف ہوتی ہے اول اُنسے مدینہ نبویہ ہے صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ دوم مدینہ مرو۔ سیوم مدینہ نیشاپور۔ چہارم مدینہ اصفہان پنجم مدینہ ابن مبارک بقزوین ششم مدینہ بخارا۔ ہفتم مدینہ سمرقند ہشتم مدینہ نسف ان سب کی طرف نسبت مدینی ہوتی ہے مگر مدینہ نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف اکثر مدنی بغیر حرف ی کے نسبت ہوتی ہے۔ ۱۲ منہ۔

وہ لفظ غریب ہے جس کا استعمال عرب میں مشہور نہ ہوا ہو۔ اور عرب العرباء کے سوا
غیر پر مخفی رہا ہو۔ اسکے متعلق ابن حجر فرماتے ہیں اور اگر قلیل الاستعمال ہونے کی وجہ سے حدیث
کے کسی لفظ کا معنے مخفی ہو تو جو کتابیں الفاظ غرائب کی شرح میں لکھی گئی ہیں اُن کی
طرف ضرورت پڑتی ہے یہ مطلب وہاں سے حل ہوتا ہے۔ وہ کتابیں یہ ہیں۔ ابو عبید
قاسم بن سلام المتوفی ۲۲۳ھ کی کتاب جس کو چالیس سال کی عرق ریزی میں آپنے تیار
کیا تھا۔ اور اول تصنیف ہونے کی وجہ سے ترتیب الفاظ اُس کی باقاعدہ نہ ہوسکی تھی
مگر شیخ موفق الدین بن قدامہ المتوفی ۶۲۰ھ نے اُس کو حروف پر مرتب کر دیا اور اس کتاب
سے زیادہ جمعیت والی کتاب ابو عبید ہروی المتوفی سنہ کی ہے اُس نے غرائب
قرآن وحدیث دونوں اس میں جمع کر دی ہیں۔ اور پھر اس کتاب کی حافظ ابو موسیٰ
مدینی المتوفی ۵۸۱ھ نے تحقیق وتفتیش کر کے جو الفاظ اس کتاب سے رہ گئے تھے اُنکو
بھی جمع کر کے ابو عبید اللہ کی کتاب کے ساتھ ملا دیا اور علامہ زمخشری صاحب کشاف
کی بھی اس باب میں ایک عمدہ ترتیب والی کتاب مسمے بہ الفائق ہے۔ پھر ان سب
کتابوں کا خلاصہ ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ نے اپنی کتاب نہایہ میں کیا ہے
سب کتابوں سے یہ کتاب استخراج معانی میں زیادہ آسان ہے لیکن اسکے بعض مواضع یاد
کے محتاج ہیں۔ پھر سیوطی نے نہایہ کو ملخص کر کے اور کچھ الفاظ زیادہ بھی ملا کر الدر النثیر
فی تلخیص نہایۃ ابن الاثیر نام رکھا۔ یہ بھی عمدہ کتاب ہے اسکے بعد شیخ محمد طاہر پٹنی
ہندی المتوفی ۹۸۶ھ نے غرائب قرآن وحدیث میں ایک کتاب مسمی مجمع بحار الانوار فی غرائب
التنزیل ولطائف الاخبار لکھی یہ کتاب نہایت عمدہ اور جامع ہے اس کی موجودگی میں
اور کتابوں کی ضرورت نہیں اور یہ کتاب مطبع لکھنؤ نولکشور میں طبع ہو کر فروخت ہو رہی ہے۔

بیان المشکل

وَ اِنْ کَانَ اللَّفْظُ مُسْتَعْمَلًا بِکَثْرَۃٍ لٰکِنْ فِیْ مَدْلُوْلِہٖ دِقَّۃٌ اُحْتِیْجَ اِلَی الْکُتُبِ

الْمُصَنَّفَةِ فِي شَرْحِ مَعَانِي الْأَخْبَارِ وَبَيَانِ الْمُشْكِلِ) مِنْهَا وَقَدْ أَكْثَرَ الْأَئِمَّةُ مِنَ التَّصَانِيفِ فِي ذٰلِكَ كَالطَّحَاوِيِّ وَالْخَطَّابِيِّ وَابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ وَغَيْرِهِمْ)

المتوفی سنہ ۳۲۱ھ

قلیل الاستعمال الفاظ کے معانی دریافت کرنے کا طریق تو معلوم ہو چکا ہے مگر جو لفظ حدیث کثیر الاستعمال ہو لیکن بوقت ترکیب اسکے مدلول میں دقت ہو آسانی سے مطلب اس کا حل نہ ہو سکے تو اُسکے حل کرنے کے واسطے اُن کتابوں کی ضرورت پڑتی ہے جو معانی اخبار کی شرح اور مشکل احادیث کے بیان میں لکھی گئی ہیں۔ آئمہ حدیث اعلی اللہ مراتبہم نے اس فن میں بھی بہت سی کتابیں لکھی ہیں منجملہ اُن مصنفین سے حافظ طحاوی، حافظ ابن عبد البر وغیرہم ہیں ان کی تصانیف اس بارہ میں دیکھنی چاہیئے۔ حافظ طحاوی کی کتاب کا نام معانی الآثار ہے۔

مَنْ ذُكِرَ بِنُعُوتٍ مُتَعَدِّدَةٍ

(ثُمَّ الْجَهَالَةُ) بِالرَّاوِي وَهِيَ السَّبَبُ الثَّامِنُ فِي الطَّعْنِ (وَسَبَبُهَا) أَمْرَانِ أَحَدُهُمَا أَنَّ الرَّاوِيَ (قَدْ تَكْثُرُ نُعُوتُهُ) مِنِ اسْمٍ أَوْ كُنْيَةٍ أَوْ لَقَبٍ أَوْ صِفَةٍ أَوْ حِرْفَةٍ أَوْ نِسْبَةٍ فَيَشْتَهِرُ بِشَيْءٍ مِنْهَا (فَيُذْكَرُ بِغَيْرِ مَا اشْتُهِرَ بِهِ لِغَرَضٍ) مِنَ الْأَغْرَاضِ فَيُظَنُّ أَنَّهُ آخَرُ فَيَحْصُلُ الْجَهْلُ بِحَالِهِ (وَصَنَّفُوا فِيهِ) أَيْ فِي هٰذَا النَّوْعِ (الْمُوضِحَ) لِأَوْهَامِ الْجَمْعِ وَالتَّفْرِيقِ۔ أَجَادَ فِيهِ الْخَطِيبُ وَسَبَقَهُ إِلَيْهِ عَبْدُ الْغَنِيِّ ثُمَّ الصُّورِيُّ وَمِنْ أَمْثِلَتِهِ مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ بْنِ بِشْرٍ الْكَلْبِيُّ نَسَبَهُ بَعْضُهُمْ إِلَى جَدِّهِ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَسَمَّاهُ بَعْضُهُمْ حَمَّادَ بْنَ السَّائِبِ وَكَنَّاهُ بَعْضُهُمْ أَبَا النَّضْرِ وَبَعْضُهُمْ أَبَا سَعِيدٍ وَبَعْضُهُمْ أَبَا هِشَامٍ فَصَارَ يُظَنُّ أَنَّهُ جَمَاعَةٌ وَهُوَ وَاحِدٌ وَمَنْ لَا يَعْرِفُ حَقِيقَةَ الْأَمْرِ فِيهِ لَا يَعْرِفُ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ۔

جو راوی متعدد نعتوں سے ذکر کیا جاوے اُس کا جاننا

اس کے بعد راوی کی جہالت کا بیان ہے اور یہ آٹھواں سبب ہے طعن میں راوی
کے مجہول ہونے کے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ راوی کی نعوت اسم۔ کنیت۔ لقب۔
یا کوئی صفت جیسے اعرج۔ احول۔ اصم ہے یا کوئی پیشہ یا نسبت کثرت سے ہوں
اور اُنمیں سے وہ راوی ایک ہی کے ساتھ مشہور ہو۔ اور اُس کو روایت لینے
وقت غیر مشہور لغت کے ساتھ کسی غرض کے واسطے ذکر کیا جاوے۔ اور اِس نعت
کے بدلنے سے وہ ایک اور شخص گمان کیا جاوے اور اس طرح وہ مجہول الحال ہو جاوے
محدثین نے اس نوع میں بھی (یعنی ایک راوی) میں اوہام کے جمع ہونے اور علیحدہ
ہونے کے حال کے واضح کرنے والی کتابیں لکھی ہیں خطیب کی کتاب مسمی بالموضح
لاوہام الجمع والتفریق اس باب میں بہت اچھی ہے اور خطیب سے پہلے عبد الغنی
بن سعید المصری الازدی نے بھی ایک کتاب بنام ایضاح الاشکال لکھی ہے اور شیخ
صوری نے بھی جو عبد الغنی کے تلمیذ اور خطیب کے اُستاد ہیں ایک کتاب لکھی ہے
اور اِس قسم کی مثالوں میں سے مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ بْنِ بِشْرٍ الْكَلْبِيُّ ہے کہ بعض
نے اُس کو دادا کی طرف منسوب کر کے محمد بن بشر پڑھا ہے۔ اور بعض نے اس کو حماد
بن السائب کر کے پڑھا ہے۔ اور بعض نے اس کو ابو نصر سے مکنی کیا ہے۔ اور بعض نے
ابو سعید اور بعض نے ابو ہشام کی کنیت سے اس کو پڑھا ہے۔ پس اتنی نعتوں کے
سبب یہ شخص ایک جماعت تصور ہونے لگا حالانکہ فی نفس الامر وہ ایک ہی شخص ہے
پس جو شخص حقیقت اس قسم کی نہ جانے وہ اسباب جہالت سے کچھ بھی نہیں جانتا۔

مَنْ لَمْ يَرْوِ عَنْهُ اِلَّا وَاحِدٌ

(وَ) الْأَمْرُ الثَّانِي أَنَّ الرَّاوِيَ قَدْ يَكُونُ مُقِلًّا) مِنَ الْحَدِيثِ

(فلا یکثر الاخذ عنه وقد صنفوا فیه الوحدان وهو من لا یروعنه الا واحد ولو سمی و ممن جمعه مسلم والحسن بن سفیان وغیرهما)

اُس راوی کا بیان جس سے فقط ایک ہی شخص روایت کرے

دوسرا سبب راوی کی جہالت کا یہ ہے کہ راوی حدیث میں کا ہے قلیل الروایت ہوتا ہے اس وجہ سے اُس سے بہت روایت نہیں کی جاتی (اور وہ مجہول الذات ہو کر رہجاتا ہے) محدثین نے اس قسم میں بہی کتابیں بنام وُحدان لکھی ہیں۔ وحدان جمع ہے واحد کی جیسے کہ رکبان ہے جمع راکب کی اور مراد وُحدان سے وہ کتابیں ہیں جو خاص اُن شخصوں کی کیفیت میں لکھی گئی ہیں جنسے فقط ایک ہی شخص روایت کرتا ہو۔ اب اُس (راوی) کا جس سے ایک ہی راوی روایت کرتا ہے اگر نام بھی لیا جاوے تو بھی مجہول ہی رہیگا جن عالی ہمتوں نے اس فن میں کتابیں لکھی ہیں اُنسے ایک تو امام مسلم ہیں اُنہوں نے اپنی کتاب المنفردات والوحدان میں اُنکو جمع کیا ہے اور دوم حسن بن سفیان ہیں۔ اور سوا ان دو بزرگوں کے اور علماء نے بھی اس باب میں تصنیف کی ہے۔ امام بخاری کی بھی ایک کتاب اس نوع میں ہے۔

المُبهَمَات

(او لا یسمی) الراوی (اختصارًا) من الراوی عنه کقوله

ف قوله او لا یسمی الراوی کا لفظ ظاہر مجرد متن سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا متعلق یکثر پر عطف ہے۔ اس ترکیب پر ابہام سے ریکہا تک تقسیم ثلاثی ہوئی۔ اور شرح کی ترکیب کا خیال کرنے اور تقسیم ثنائی کو ملحوظ رکھنے سے او لا یسمی الراوی۔ لا یکثر الاخذ پر عطف ہوگا اور ولو سمی کا لفظ لم یرو عنه الا واحد کا قید متعلق ہوگا۔ اس ترکیب پر یہ معنی پیدا ہوگا کہ کم روایت کرنیوالا راوی یا تو کثرت سے اخذ نہ ہوگا۔ اور یا اُس ناقل کا نام نہ لیا جائے گا۔ اور جس ناقل سے اخذ کم ہو وہ ہے جس سے ایک ہی شخص روایت کرے۔ گو اسکا نام بھی لیا جاوے اور جس ناقل کا نام نہ لیا جاوے۔ وہ ہے جس سے ایک سے زیادہ اخذ کرنے والے ہوں اور کثرت کی حد و مرتبہ تک نہ پہونچے ہوں ۱۲ منہ۔

أَخْبَرَنِي فُلَانٌ أَوْ شَيْخٌ أَوْ رَجُلٌ أَوْ بَعْضُهُمْ أَوْ ابْنُ فُلَانٍ - وَيُسْتَدَلُّ عَلَى
مَعْرِفَةِ اسْمِ الْمُبْهَمِ بِوُرُودِهِ مِنْ طَرِيقٍ أُخْرَى مُسَمًّى (وَ) صَنَّفُوا
فِيهِ الْمُبْهَمَاتِ وَلَا يُقْبَلُ حَدِيثُ (الْمُبْهَمِ) مَا لَمْ يُسَمَّ لِأَنَّ
شَرْطَ قَبُولِ الْخَبَرِ عَدَالَةُ رُوَاتِهِ وَمَنْ أُبْهِمَ اسْمُهُ لَا تُعْرَفُ عَيْنُهُ
فَكَيْفَ عَدَالَتُهُ (وَ) كَذَا لَا يُقْبَلُ خَبَرُهُ (لَوْ أُبْهِمَ بِلَفْظِ التَّعْدِيلِ)
كَأَنْ يَقُولَ الرَّاوِي عَنْهُ أَخْبَرَنِي الثِّقَةُ لِأَنَّهُ قَدْ يَكُونُ ثِقَةً عِنْدَهُ
مَجْرُوحًا عِنْدَ غَيْرِهِ (وَهَذَا عَلَى الْأَصَحِّ) فِي الْمَسْأَلَةِ وَلِهَذِهِ النُّكْتَةِ
لَمْ يُقْبَلِ الْمُرْسَلُ وَلَوْ أَرْسَلَهُ الْعَدْلُ جَازِمًا بِهِ لِهَذَا الِاحْتِمَالِ بِعَيْنِهِ
وَقِيلَ يُقْبَلُ تَمَسُّكًا بِالظَّاهِرِ إِذِ الْجَرْحُ عَلَى خِلَافِ الْأَصْلِ - وَقِيلَ إِنْ
كَانَ الْقَائِلُ عَالِمًا أَجْزَأَ ذَلِكَ فِي حَقِّ مَنْ يُوَافِقُ مَذْهَبَهُ وَهَذَا
لَيْسَ مِنْ مَبَاحِثِ عُلُومِ الْحَدِيثِ وَاللَّهُ الْمُوَفِّقُ)

مبہمات کا بیان

راوی کے مجہول ہونے کا ایک یہ بھی سبب ہے کہ اس کا شاگرد اختصار کیواسطے
اُستاذ کا نام لینا چھوڑ دیوے۔ اور بجائے نام اُس کے یوں کہے اَخْبَرَنِی فُلَانٌ۔ فلاں نے
مجھے حدیث سُنائی ہے یا اس طرح کہے اَخْبَرَنِی شَیْخٌ ایک شیخ نے مجھے حدیث کہی ہے۔ یا یوں
کہے اَخْبَرَنِی رَجُلٌ ایک شخص نے میرے آگے حدیث بیان کی ہے۔ یا یوں کہے بعض
نے مجھے حدیث سنائی ہے۔ یا یوں کہے فلاں کے بیٹے نے مجھے حدیث سنائی ہے۔
ان الفاظ کے ساتھ حدیث بیان کرنے کو ابہام کہتے ہیں) اور مبہم راوی کے نام
کی معرفت پر اُس دوسری سند سے استدلال کیا جاتا ہے جس میں اُس کا نام صاف طور پر
ہو کر بیان ہوا ہو۔ علماء حدیث نے اس نوع میں بھی مبہم راویوں کی تعیین کر کے کئی
کتابیں لکھی ہیں منجملہ اُن مصنفین میں سے حافظ محمد عبد الغنی بن سعید المصری
المتوفی ۴۰۹ھ۔ و خطیب بغدادی و ابو القاسم ابن بشکوال۔ و ابو عبد اللہ بن طاہر مقدسی

وامام نووی وشیخ ابوذر احمد بن ابراہیم الحلبی الشافعی المتوفی ۸۸۴ھ وقسطلانی و ولی الدین احمد بن عبدالرحیم العراقی المتوفی ۸۲۶ھ میں - اور مبہم راوی کی حدیث کا یہ حکم ہے کہ جبتک اُس کا نام کسی دوسری سند سے ظاہر نہو قبول نہ کی جاوے اس واسطے کہ حدیث کو قبول کرنے کی شرط راویوں کی عدالت ہے - اور جس کا نام چھپا گیا اوس کی اصلیت ہی معلوم نہیں ہوسکتی پھر عدالت کس طرح معلوم ہو - اور اسیطرح اُس شخص کی حدیث بھی قبول نہیں کی جاتی جو تعدیل کے لفظ سے راوی کو مبہم کرتا ہو جیسے کہدیوے اخبرنی الثقة مجھے ایک ثقہ راوی نے حدیث سنائی ہے - اور یہ عدم قبولیت اس کی روایت کی اس واسطے ہے کہ ممکن ہے کہ اُسکے نزدیک ثقہ ہو اور غیر کے نزدیک مجروح ہو (اس کا کیقدر ذکر مرسل میں گذر چکا ہے) اس مسئلہ میں اصح قول یہی ہے کہ جس راوی کی عدالت مبہم لفظ سے بیان ہو اُس کی حدیث غیر مقبول ہے - اور اسی وجہ یعنی راوی کی جہالت سے ہی مرسل حدیث قبول نہیں کی جاتی گو اس کو عادل ہی راوی جزماً ارسال کرے اسواسطے کہ ساقط راوی میں بعینہ جرح کا احتمال باقی ہے - اور بعض نے مسلمان کے ظاہری حال پر تمسک کرکے کہا ہے کہ جو حدیث کہ تعدیل کی لفظ سے مبہم کی جاتی ہے وہ قبول کی جاوے - راوی کی نسبت مجروح ہونے کا خیال دل میں نہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ جرح مسلمان میں خلاف اصل کے ہے - اور بعض نے کہا ہے اگر قائل یعنی لفظ تعدیل سے مبہم کرنے والا عالم مجتہد ہو تو اُسکے مذہب کے پیرو ونکو اس حدیث کا تسلیم کرنا جائز ہے لیکن یہ پچھلے قول کی توجیہہ علم حدیث سے نکلکر تقلید کی طرف جاتی ہے اس لئے اس میں بحث نہیں کیجاتی

(فَإِنْ سُمِّيَ) الرَّاوِي (وَانْفَرَدَ) رَاوٍ (وَاحِدٌ) بِالرِّوَايَةِ (عَنْهُ) فَهُوَ (مَجْهُولُ الْعَيْنِ) كَالْمُبْهَمِ فَلَا يُقْبَلُ حَدِيثُهُ - إِلَّا أَنْ يُوَثِّقَهُ غَيْرُ مَنِ انْفَرَدَ عَنْهُ عَلَى الْأَصَحِّ - وَكَذَا مَنِ انْفَرَدَ عَنْهُ إِذَا كَانَ مُتَأَهِّلًا لِذَلِكَ - وَإِنْ رَوَى عَنْهُ اثْنَانِ فَصَاعِدًا وَلَمْ يُوَثَّقْ (فَهُوَ مَجْهُولُ الْحَالِ وَهُوَ الْمَسْتُورُ) وَقَدْ قَبِلَ رِوَايَتَهُ جَمَاعَةٌ بِغَيْرِ قَيْدٍ - وَرَدَّهَا الْجُمْهُورُ -

مُطْلَقًا وَقِيْلَ اِنْ كَانَ لَا يَعْتَقِدُ حِلَّ الْكِذْبِ لِنُصْرَةِ مَقَالَتِهٖ قُبِلَ وَالتَّحْقِيْقُ اَنَّهٗ لَا يُرَدُّ كُلُّ مُكَفَّرٍ بِبِدْعَتِهٖ لِاَنَّ كُلَّ طَائِفَةٍ تَدَّعِيْ اِنَّ مُخَالِفِيْهَا مُبْتَدِعَةٌ وَقَدْ تُبَالِغُ فَتُكَفِّرُ مُخَالِفِيْهَا فَلَوْ اُخِذَ ذٰلِكَ عَلَى الْاِطْلَاقِ لَاسْتَلْزَمَ تَكْفِيْرَ جَمِيْعِ الطَّوَائِفِ فَالْمُعْتَمَدُ اَنَّ الَّذِيْ تُرَدُّ رِوَايَتُهٗ مَنْ اَنْكَرَ اَمْرًا مُتَوَاتِرًا مِنَ الشَّرْعِ مَعْلُوْمًا مِنَ الدِّيْنِ بِالضَّرُوْرَةِ وَكَذَا مَنِ اعْتَقَدَ عَكْسَهٗ فَاَمَّا مَنْ لَمْ يَكُنْ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ وَانْضَمَّ اِلٰى ذٰلِكَ ضَبْطُهٗ لِمَا يَرْوِيْهِ مَعَ وَرَعِهٖ وَتَقْوَاهُ فَلَا مَانِعَ مِنْ قَبُوْلِهٖ۔

اہل بدعت کی روایتوں کے بیان میں

مذکورہ طعنوں کے بعد راوی میں بدعت کا طعن ہے۔ اور یہ نواں سبب اسباب طعن سے اور دو قسم پر منقسم ہے ایک قسم اس کا تو اسکے مرتکب کو کافر کرنے والا ہوگا چنانچہ ایسی چیز کا اعتقاد رکھے جو مستلزم کفر ہووے جیسے کہ ایک ضروری مجمع علیہ امر دین کا انکار کر دیوے۔ مثل انکار فرضیت نماز۔ وزکوٰۃ وحرمت زنا ونحوہ۔ اور دوسرا قسم بدعت کا اسکے مرتکب کو فاسق کرنے والا ہوگا پس قسم اول کے معتقد کی روایت کو تو جمہور علماء قبول نہیں کرتے۔ اور بعض نے کہا ہے علی الاطلاق قبول کی جاوے۔ اور بعض علما یوں فرماتے ہیں کہ اگر بدعتی راوی اپنے مذہب کی نصرت کے لئے جھوٹ کو حلال نہ سمجھتا ہو تو اُس کی روایت قبول کی جاوے لیکن تحقیق اس موقعہ پر یہ ہے کہ بدعت کے سبب جن کی تکفیر کیجاتی ہے۔ اُن سب کی روایت علی العموم رد نہ کی جاوے۔ اسواسطے کہ ہر ایک فریق اپنے مخالف کو بدعتی قرار دیتا ہے۔ اور گاہے اس زینہ سے اُوپر چڑھکر اس کی تکفیر بھی کر دیتا ہے پس موضوع اس مسئلہ کا اگر علی الاطلاق اخذ کیا جاوے کہ جن کی طرف کفر کی نسبت ہوئی ہے وہ کافر ہے تو اسلام کے سب فرقوں کی تکفیر لازم آیگی جن میں محدثین

وَمَا قَالَهُ مُتَّجِهٌ لِأَنَّ الْعِلَّةَ الَّتِي بِهَا يُرَدُّ حَدِيثُ الدَّاعِيَةِ وَارِدَةٌ فِيمَا إِذَا كَانَ ظَاهِرُ الْمَرْوِيِّ يُوَافِقُ مَذْهَبَ الْمُبْتَدِعِ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ دَاعِيَةً وَاللّٰهُ أَعْلَمُ)

اور بدعت کا دوسرا قسم جو مرتکب کو فاسق کرنے والا ہے۔ اور کسی صورت کفر کی مقتضا نہیں کرتا اس قسم کے بدعتی کی روایت کے قبول اور رد کرنے میں بھی اختلاف ہے بعض نے (جیسے کہ امام مالک اور اُنکے پیرو ہیں) کہا ہے کہ مطلقًا رد ہے۔ لیکن یہ قول انکا باتی آئمہ اہلحدیث سے بعید واقعہ ہوتا ہے (ابن الصلاح کہتے ہیں اہلحدیث کی کتابیں اُن اہل بدعت کی روایتوں سے جو غیر کو اپنی بدعت کی طرف نہیں بلاتے بھری ہوئی ہیں) اور زیادہ سے زیادہ علت فاسق کی روایت کے رد کرنے والونکے یہ بیان کی ہے کہ مبتدع کی روایت کے اخذ کرنے میں اُس کی بدعت کو مروج کرنا اور اُس کی عظمت بیان کرنی ہے اس لیئے اس کی روایت ترک کرنی اولی ہے لیکن اس تعلیل پر مناسب ہے کہ مبتدع سے شرکت کی حالت میں بھی جبکہ اُس کے ساتھ غیر مبتدع روایت میں شریک ہو جائے اور دونوں ملکر ایک حدیث کو روایت کریں وہ روایت بھی نہ لی جاوے اسواسطے کہ اُس میں بھی اس کی عظمت کے اظہار کا مفسدہ باقی ہے حالانکہ توابع وشواہد میں اُنکے نزدیک بھی مشارکت میں مقبول ہے اور یہ شرط عدم دعوت کی اسواسطے لگادی ہے کہ بدعت کی تزیین بدعتی کو روایتوں کے تحریف کرنے اور اپنے مذہب کی طرف پھیرنے میں ضرور ہی باعث ہووے گی یہ تفصیل اصح قول کی ہے۔ امام احمد بھی اسیطرف گئے ہیں اور حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں اکثر اہل علم کا بھی قول ہے اور یہی مذہب اعدل وافضل ہے۔ اس موقعہ پہ ابن حبان سے ایک غریب امر ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے بدعتی غیر داعی الی مذہبہ کی روایت کے قبول کرنے میں اتفاق علما کا ذکر کیا ہے۔ بغیر تفصیل کے اسمیں دو خطائیں آپ سے ہوئیں۔ ایک تو اتفاق کی نسبت خطا ہوئی۔ دوم عدم تفصیل کی نسبت۔ ہاں اکثر علما بدعتی کی روایت کے قبول کرنے پر ہیں۔ لیکن اس شرط سے

أو عدمها بأن كان يعتمدها فرجع إلى حفظه فساء (تهـ ١) هو المختلط
والحكم فيه أن ما حدث به قبل الاختلاط إذا تميز قُبل وإذا لم يتميز
توقف فيه وكذا من اشتبه الأمر فيه وإنما يعرف ذلك باعتبار الآخذين
عنه (ومتى توبع سيئ الحفظ بمعتبر) كأن يكون فوقه أو مثله
لا دونه (وكذا) المختلط الذي لا يتميز و(المستور و) الإسناد
(المرسل و) كذا (المدلس) إذا لم يعرف منه صار (حديثهم
حسنا لا لذاته) بل وصفه بذلك (باعتبار المجموع) من المتابِع
والمتابَع لأن كل واحد منهم باحتمال كون روايته صوابا أو غير
صواب على سواء فإذا جاءت من المعتبرين رواية موافقة لأحدهم
رجح أحد الجانبين من الاحتمالين المذكورين ودل ذلك
المجيء على أن الحديث محفوظ فارتقى من درجة التوقف إلى
درجة القبول والله أعلم ومع ارتقائه إلى درجة القبول
فهو منحط عن رتبة الحسن لذاته وربما توقف بعضهم عن
إطلاق اسم الحسن عليه وقد انقضى ما يتعلق بالمتن من حيث
القبول والرد ÷

بعض اہل حدیث کی رائے کی شاذ کا بیان

طعن بدعت کے بعد راوی کا سوء حفظ ہے اور یہ سوء حفظ اسباب طعن میں سے دسواں
سبب ہے مراد سوء حفظ سے یہ ہے کہ راوی کی اصابت اس کی خطا پر مرجح نہ ہو سکے
یعنی اصابت بہ نسبت خطا کے کم ہو یا خطا کے برابر ہو۔ اور یہ سوء حفظ دو قسم ہوگا
ایک تو یہ ہے کہ راوی کو جمیع احوال میں لازم اور غیر منفک ہو تو اس کی روایت

له قال ابن الصلاح وما كان من رواية المختلطين في الصحيحين أو في أحدهما فإنا
نعرف على الجملة أن ذلك مما تميز وكان مأخوذا عنهم قبل الاختلاط ١٢

بعض اہلحدیث کی رائے پر شاذ ہے۔ اور دوسرا قسم سوء الحفظ کا یہ ہے کہ راوی کو
سب احوال میں لازم نہیں اتفاقاً کسی سبب سے لاحق ہو گیا ہے مثل بڑھاپے یا نابینا ہو جانے یا کتابوں کے جلنے یا
جانے یا کتابوں کے معدوم ہو جانے سے جن پر اعتماد رکھتا تھا وہ ضائع ہو گئیں اور
حفظ کی طرف رجوع کیا تو یہیں یہ راوی مختلط ہے اس کی روایتوں کی بابت یہ حکم
ہے کہ جو حدیثیں حافظہ میں اختلاط آنے سے پہلے روایت کر چکا ہے اگر تاریخ کے رو سے
جو اُسکے اختلاط کا وقت بتاتی ہے تمیز ہو سکے تو وہ قبول کی جاویں۔ اور اگر تمیز نہو سکے
تو اس کی سب روایتوں میں توقف کیا جائے گا۔ اور جس راوی کا حال مشتبہ ہو
اُس کی روایتوں میں بھی یہی حکم ہے۔ اور معلوم ہو جاتا ہے زمانہ حدیث روایت
کرنے مختلط راوی کا باعتبار اُسکے شاگردوں کے فلاں فلاں شخص اس سے قبل از اختلاط
روایت کرتے ہیں۔ اور فلاں فلاں اختلاط کے بعد نظر اُس کی صحیحین کی اصحیت
اور تقدم میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اگر سوء الحفظ[1] راوی معتبر راوی سے متابعت
کیا جائے۔ اس طور پر کہ وہ متابع سوء الحفظ سے فائق ہو یا اس کی مثل ہو اور اُس سے
کم درجہ میں نہو اور اسیطرح وہ مختلط راوی جس کی حدیث کی تمیز نہو سکے کہ زمانہ اختلاط
کی ہے یا غیر کی اور اسیطرح مستور الحال راوی کی اور اسناد مرسل اور اسناد مدلس

[1] عراقی کہتے ہیں الفاظ جرح کے پانچ درجے ہیں پہلا درجہ یہ ہے کہ راوی کے حق میں کہا جاوے کذاب
یہ راوی بہت جھوٹا ہے۔ یا اس طرح کہا جاوے وضاع ہے۔ یعنی اپنی طرف سے حدیثیں بنا کر پیغمبر صلی اللہ
علیہ و آلہ وصحبہ وسلم کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ درجہ دوم یہ ہے کہ راوی کو کہا جاوے متہم بالکذب اس راوی کو کذب کی
تہمت لگی ہے۔ یا یوں کہیں متہم بالوضع۔ اس راوی کو حدیثیں وضع کرنے کی تہمت لگی ہے۔ یا یوں کہیں ہالک یا یوں کہیں
متروک یا یوں کہیں ساقط۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ راوی کو کہیں مردود الحدیث یا یہ کہیں ضعیف جدًا یا [illegible]
ان تین قسموں کی حدیث سے نہ تو احتجاج کیا جاتا ہے اور نہ ہی استشہاد و اعتبار میں ان کی حدیث بیجا دی جاتی [illegible] چوتھا
قسم یہ ہے کہ راوی کی کہا جائے ضعیف الحدیث یا یوں کہا جاوے منکر الحدیث یا اسطرح کہا جاوے مضطرب الحدیث
پانچواں قسم یہ ہے کہ راوی کو کہا جاوے فیہ ضعف یا اسطرح کہا جاوے سوء الحفظ یا یوں کہا جاوے لیس بالقوی یا یوں [illegible] لین یا [illegible]
ایسا کہیں [illegible] ان پچھلے دو درجوں کی حدیث اخذ بھی کیجاتی ہے اور اعتبار و استشہاد کیواسطے اُسمیں نظر بھی کیجاتی ہے [illegible]
ابن الہمام تحریر میں فرماتے ہیں جو حدیث راوی کے فسق کے سبب ضعیف ہو متعدد سندوں سے قابل احتجاج نہیں ہو سکتی۔ متابع راوی کو سوء الحفظ
سے فائق یا برابر ہونا اسواسطے شرط ٹھہرائی ہے کہ راویوں کے تین درجے ہیں ایک قسم وہ ہے جس کی حدیث سے احتجاج کیا جاتا ہے [illegible]
راوی میں اور دوسرا قسم وہ ہے جنکی حدیث سے احتجاج کیا جاتا ہے لیکن استشہاد اور اعتبار میں لی جاتی ہے [illegible] جنکی حدیث
ترک کیجاتی ہے اسواسطے فرمایا کہ متابع راوی سوء الحفظ سے فائق ہو یا اس درجہ میں یا مثل اُسکی ہو وہ تیسرے درجہ میں [illegible]
حدیث کا کچھ اعتبار نہیں۔ ہذا خلاصۃ ما فی بہجۃ النظر ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ

جبکہ مخذوف راوی اس کا معلوم نہ ہوسکے (مراد اسناد سے اسجگہ نفس سند ہے یعنی راوی حدیث
کرنیوالے) تو اُن کی حدیث حسن لذاتہ تو ہو نہیں سکتی لیکن حسن لغیرہ ہو جائیگی باعتبار موصوف
ہونے اس حدیث کے مجموعہ متابع سے اسواسطے کہ اُن میں سے ہرایک کی روایت صواب اور
غیر صواب کا احتمال علی السویہ رکھتی ہے۔ پس جب معتبر راویوں سے کوئی روایت انکی
روایت کے موافق آجائے تو احتمالین مذکورین کی دونوں جانبوں میں سے ایک کو
ترجیح دیدیگی۔ اور اس متابع روایت کا ورود اس امر پر دلالت کریگا کہ حدیث فی نفس
الامر محفوظ ہے۔ اور احتمال غیر صحیح ہونے حدیث کا کہ ساقط راوی شائد غیر ثقہ ہو
احتمال مرجوح ہے۔ اور توقف کی حالت سے ترقی کرکے قبولیت کے درجہ پر جا پہونچیگی
واللہ اعلم۔ لیکن باوجود اس ترقی کے جو قبولیت کے درجہ پر آپہونچی ہے۔ پھر بھی حسن
لذاتہ کے درجہ سے کم ہے۔ بلکہ اکثر اوقات بعض علماء اسپر حسن کا اطلاق کرنے سے بھی توقف
کرتے ہیں۔ یہانتک متن حدیث کے متعلق اسکے اقسام مقبولہ و مردودہ کی بحث ختم
ہوتی ہے۔ اور اس سے آگے اسناد کے متعلق بحث ہے۔

(ثُمَّ الْاِسْنَادُ) وَهُوَ الطَّرِيْقُ الْمُوْصِلَةُ اِلَى الْمَتْنِ۔ وَالْمَتْنُ هُوَ غَايَةُ
مَا يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ الْاِسْنَادُ مِنَ الْكَلَامِ وَهُوَ (اِمَّا اَنْ يَّنْتَهِيَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ) وَيَقْتَضِيْ لَفْظُهٗ (اِمَّا
تَصْرِيْحًا اَوْ حُكْمًا) اَنَّ الْمَنْقُوْلَ بِذٰلِكَ الْاِسْنَادِ (مِنْ قَوْلِهٖ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَوْ) مِنْ (فِعْلِهٖ وَ
مِنْ تَقْرِيْرِهٖ) مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْقَوْلِ تَصْرِيْحًا اَنْ يَّقُوْلَ الصَّحَابِيُّ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَذَا اَوْ حَدَّثَنَا

لہ قولہ والمتن الخ واعلم انہم قد اختلفوا فی ان متن الحدیث ہو قول الصحابی قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم او مقول النبی صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم کما ذکرہ الطیبی
فی الخلاصۃ۔ والمصنف اختیار الثانی ولذا زاد لفظ الغایۃ ویرد علیہ ان ہذا اذا کان الحدیث قولیا
واما اذا کان فعلیا ونحوہ فلا۔ فالاولی ان یجعل اضافۃ الغایۃ الی ما بیانیۃ فیطابق القول الاول والمعنے
حینئذ ہو المقصود الذی ینتہی الاسناد الیہ فلا اختلاف الذی ذکرہ الطیبی کان فی الخبر القولی
فقط۔ ہذا خلاصۃ ما فی بہجۃ النظر ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالیٰ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بِكَذَا اَوْ يَقُوْلُ هُوَ اَوْ غَيْرُهٗ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ كَذَا اَوْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ كَذَا اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ - وَمِثَالُ
الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْفِعْلِ تَصْرِيْحًا اَنْ يَقُوْلَ الصَّحَابِيُّ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَذَا اَوْ يَقُوْلُ هُوَ اَوْ غَيْرُهٗ كَانَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ كَذَا - وَمِثَالُ الْمَرْفُوْعِ
مِنَ التَّقْرِيْرِ تَصْرِيْحًا اَنْ يَقُوْلَ الصَّحَابِيُّ فَعَلْتُ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ كَذَا اَوْ يَقُوْلُ هُوَ اَوْ غَيْرُهٗ فَعَلَ فُلَانٌ
بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ
كَذَا اَوْ لَا يَذْكُرُ اِنْكَارَهٗ لِذٰلِكَ -

متن کی بحث ختم کر کے اسکے بعد اسناد کے متعلق بحث شروع ہوتی ہے۔ سو واسناد
متنِ حدیث کی طرف پہونچانے والا ایک راستہ ہے اور متن حدیث وہ ہے جس جگہ اسناد
کلام منتہی ہوتا ہے۔ یعنی اسناد کلام کے انتہا کی غایت ہے (مثال اسناد متن کی پیچھے
گذر چکی ہے) اسناد کی تین صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ و
بارک وسلم تک پہونچے۔ دوم یہ کہ صحابی تک پہونچے سیوم یہ کہ تابعی یا تبع تابعی تک
پہونچے پس پہلی صورت اسناد کی جو نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہونچتی ہے وہ
اس طرح ہوگی کہ اس اسناد کا لفظ یعنی متن حدیث صراحتہً یا حکماً اقتضا کر گیا کہ اس
اسناد کا بیان کیا ہوا نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم کا قول ہے یا فعل ہے
یا تقریر ہے۔ مثال مرفوع قولی مصرح کی یہ ہے کہ صحابی کہے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم سے اس طرح سنا ہے یا یوں کہے صحابی ہم سے پیغمبر صلی اللہ
علیہ و آلہ وصحبہ وسلم نے اس طرح حدیث فرمائی ہے۔ یا صحابی اور یا صحابی کے سوائے
تابعی ارسال کے طور پر) کہدیوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔
یا یوں کہے کہ جناب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپنے یوں فرمایا۔ یا مثل

اس کی اور الفاظ تحدیث کے بولے اور مرفوع فعلی مصرح کی مثال یہ ہے کہ صحابی کہے دیکھا میں نے جناب رسول اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو کہ آپ نے ایسا کیا تھا۔ یا صحابی اور یا صحابی کے سوائے تابعی کہدیوے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اسطرح کرتے تھے۔
اور مرفوع تقریری مصرح کی مثال یہ ہے کہ صحابی کہے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے حضور میں اس طرح کام کیا۔ یا صحابی اور یا صحابی کے سوائے تابعی کہدیوے کہ فلاں شخص نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے روبرو یہ کام کیا۔ اور آپکا انکار اس کام پر ذکر نکرے (اگر انکار ذکر کردیوے تو مرفوع قولی ہوجائیگی)

(وَمِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْقَوْلِ حُكْمًا لَا تَصْرِيْحًا مَا يَقُوْلُ الصَّحَابِيُّ الَّذِيْ لَمْ يَأْخُذْ عَنِ الْإِسْرَائِيْلِيَّاتِ مَا لَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِيْهِ وَلَا لَهٗ تَعَلُّقٌ بِبَيَانِ لُغَةٍ اَوْ شَرْحِ غَرِيْبٍ كَالْاِخْبَارِ عَنِ الْاُمُوْرِ الْمَاضِيَةِ مِنْ بَدْءِ الْخَلْقِ وَاَخْبَارِ الْاَنْبِيَاءِ اَوِ الْاٰتِيَةِ كَالْمَلَاحِمِ وَالْفِتَنِ وَاَحْوَالِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَكَذَا الْاِخْبَارُ عَمَّا يَحْصُلُ بِفِعْلِهٖ ثَوَابٌ مَخْصُوْصٌ اَوْ عِقَابٌ مَخْصُوْصٌ وَاِنَّمَا كَانَ لَهٗ حُكْمُ الْمَرْفُوْعِ لِاَنَّ اِخْبَارَهٗ بِذٰلِكَ يَقْتَضِيْ مُخْبِرًا وَمَا لَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِيْهِ يَقْتَضِيْ مُوْقِفًا لِلْقَائِلِ بِهٖ وَلَا مُوْقِفَ لِلصَّحَابَةِ اِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَوْ بَعْضُ مَنْ يُخْبِرُ عَنِ الْكُتُبِ الْقَدِيْمَةِ فَلِهٰذَا وَقَعَ الْاِحْتِرَازُ عَنِ الْقِسْمِ الثَّانِيْ وَاِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَلَهٗ حُكْمُ مَا لَوْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ فَهُوَ مَرْفُوْعٌ سَوَاءٌ كَانَ مِمَّنْ سَمِعَ مِنْهُ اَوْ عَنْهُ بِوَاسِطَةٍ)

اور مثال مرفوع قولی حکمی کی جو بغیر صراحت کے ہو اس صحابی کا قول ہے جو کہ

---

۱۵ قولہ عن الاسرائیلیات ای من کتب بنی اسرائیل او من افواہھم ممن کان منھم یاخذ عنھا کعبد اللہ بن سلام وعبد اللہ بن عمرو ولا یکون قول ھذا الصحابی الذی یاخذ عن الاسرائیلیات فی حکم المرفوع لقوۃ الاحتمال قال المحقق ابو الحسن ابن محمد صادق السندی المدنی فی بھجۃ النظر بعد ذکرہ ھذا القول لما کان بعض الصحابۃ ینظر فی الاسرائیلیات للاحتجاج علی الیھود وغیرہ من المصالح ولعلہ ان نھی عن الاخذ عنھا انما کان خوفا من دخول اللبس وتسبب الامر قبل تقریرہ وتکویدا نتھی

يَكُونُ لَهُ حُكْمُ الْمَرْفُوعِ مِنْ جِهَةِ اَنَّ الظَّاهِرَ اِطِّلَاعُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ لِتَوَفُّرِ دَوَاعِيْهِمْ عَلٰى سُؤَالِهِ عَنْ اُمُوْرِ دِيْنِهِمْ وَلِاَنَّ ذٰلِكَ زَمَانُ نُزُوْلِ الْوَحْيِ فَلَا يَقَعُ مِنَ الصَّحَابَةِ فِعْلُ شَيْءٍ وَيَسْتَمِرُّوْنَ اِلَّا وَهُوَ غَيْرُ مَمْنُوْعِ الْفِعْلِ وَقَدِ اسْتَدَلَّ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَلٰى جَوَازِ الْعَزْلِ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَفْعَلُوْنَهُ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ وَلَوْ كَانَ مِمَّا يُنْهٰى عَنْهُ لَنَهٰى عَنْهُ الْقُرْاٰنُ)

اور مثال مرفوع فعلی حکمی کی یہ ہے کہ صحابی ایسا فعل کرے جس میں اجتہاد کو دخل نہو پس حمل کیا جائے گا صحابی کا یہ فعل اس امر پر کہ صحابی کے پاس نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم سے اس کا ثبوت موجود ہے جیسا کہ امام شافعی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز کے حق میں جس میں آیا ہے کہ ہر ایک رکعت میں دو دو رکوعوں سے زیادہ رکوع بھی آئے ہیں فرماتے ہیں اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا ثبوت ہمیں پہونچ جائے تو ہم تسلیم کرینگے اور مثال مرفوع تقریری حکمی کی یہ ہے کہ کوئی صحابی یہ خبر دیوے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم میں اس طرح کرتے تھے جیسے کہ کنا ناکل لحوم الاضاحی علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم پس صحابی کی اس خبر کو مرفوع ہونے کا حکم اسواسطے دیا جاتا ہے کہ بسبب زیادہ ہونے بواعث سوالات صحابہ کے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم سے امور دین میں ظاہراً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطلاع ہوئی معلوم ہوتی ہے اور نیز وہ زمانہ نزول وحی کا زمانہ تھا پس صحابہ سے ایسا فعل کوئی صادر نہیں ہوسکتا

لہ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں صلوٰۃ کسوف کی بعض طرق میں آیا ہے کہ ہر ایک رکعت میں تین رکوع ہیں اور بعض میں آیا ہے کہ ہر ایک رکعت میں چار رکوع ہیں اور اسناد ہر ایک روایت کی علت سے خالی نہیں انتہی۔ اور شیخ ابن القیم زاد المعاد میں امام شافعی اور امام احمد اور امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ آئمہ موصوفین دو رکوع کے اوپر زیادہ رکوعوں کو راویوں کی غلطی میں شمار کرتے تھے۔ انتہی۔ اور علماء حنفیہ فرماتے ہیں اختلاف طرق مذکورہ کا رکعتوں کی تعداد میں اضطراب پیدا کرتا ہے۔ اس واسطے موعود فی الصلوٰۃ کی طرف جو ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہے اس مسئلہ کو پھیرا جاتا ہے ۱۲ امنہ سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ

جسپر کہ وہ مداومت کرتے ہوں اور منع نہ کئے جاتے ہوں مگر اسی بنا پر کہ وہ فعل استمراری انکا غیر ممنوع ہو۔ دیکھو حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالے عنہما عزل کے جواز پر صحابہ ہی کے فعل سے استدلال کرکے فرماتے ہیں کہ صحابہ عزل کیا کرتے تھے اور قرآن اترتا تھا اگر یہ فعل انکا ممنوع ہوتا تو قرآن انکو اس فعل سے روکدیتا۔

وَيَلْتَحِقُ بِقَوْلِي حُكْمًا مَا وَرَدَ بِصِيغَةِ الْكِنَايَةِ فِي مَوْضِعِ الصِّيَغِ الصَّرِيحَةِ بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ كَقَوْلِ التَّابِعِيِّ عَنِ الصَّحَابِيِّ يَرْفَعُ الْحَدِيثَ أَوْ يَرْوِيهِ[1] أَوْ يَنْمِيهِ أَوْ رِوَايَةً أَوْ يَبْلُغُ بِهِ أَوْ رَوَاهُ وَقَدْ يَقْتَصِرُونَ عَلَى الْقَوْلِ مَعَ حَذْفِ الْقَائِلِ وَيُرِيدُونَ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ كَقَوْلِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ تُقَاتِلُونَ قَوْمًا الْحَدِيثَ وَفِي كَلَامِ الْخَطِيبِ أَنَّهُ اصْطِلَاحٌ خَاصٌّ بِأَهْلِ الْبَصْرَةِ وَمِنَ الصِّيَغِ الْمُحْتَمِلَةِ قَوْلُ الصَّحَابِيِّ مِنَ السُّنَّةِ كَذَا فَالْأَكْثَرُ عَلَى أَنَّ ذٰلِكَ مَرْفُوعٌ وَنَقَلَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِيهِ الْإِتِّفَاقَ قَالَ وَإِذَا قَالَهَا غَيْرُ الصَّحَابِيِّ فَكَذٰلِكَ مَا لَمْ يُضِفْهَا إِلَى صَاحِبِهَا كَسُنَّةِ الْعُمَرَيْنِ وَفِي نَقْلِ الْإِتِّفَاقِ نَظَرٌ فَعَنِ الشَّافِعِيِّ فِي أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ قَوْلَانِ وَذَهَبَ إِلَى أَنَّهُ غَيْرُ مَرْفُوعٍ أَبُو بَكْرٍ الصَّيْرَفِيُّ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ وَأَبُو بَكْرٍ الرَّازِيُّ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ وَابْنُ حَزْمٍ مِنْ أَهْلِ الظَّاهِرِ وَاحْتَجُّوا بِأَنَّ السُّنَّةَ تَتَرَدَّدُ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ غَيْرِهِ وَأُجِيبُوا بِأَنَّ احْتِمَالَ إِرَادَةِ غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ بَعِيدٌ وَقَدْ رَوَى الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ فِي حَدِيثِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ فِي قِصَّتِهِ مَعَ الْحَجَّاجِ حِينَ قَالَ لَهُ

---

[1] قولہ یرویہ او ینمیہ کحدیث مالک عن ابی حازم عن سہل بن سعد قال کان الناس یؤمرون ان یضع الرجل یدہ الیمنی علی ذراعہ الیسری قال ابو حازم لا اعلمہ الا انہ ینمی ذلک وکحدیث سفیان عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ روایۃ الفطرۃ خمس قولہ یبلغ بہ کحدیث سفیان عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ یبلغ بہ الناس تبع لقریش قولہ او رواہ آخرہ نقلا استعمال متبعۃ المضارع والمصدر ۱۲ منہ

إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلٰوةِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَقُلْتُ لِسَالِمٍ أَفَعَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَهَلْ يَعْنُوْنَ بِذَالِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ فَنَقَلَ سَالِمٌ وَهُوَ أَحَدُ الْفُقَهَاءِ السَّبْعَةِ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَأَحَدُ الْحُفَّاظِ مِنَ التَّابِعِيْنَ عَنِ الصَّحَابَةِ أَنَّهُمْ إِذَا أَطْلَقُوا السُّنَّةَ لَا يُرِيْدُوْنَ بِذَالِكَ إِلَّا سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

اور حکمی مرفوع کے ساتھ جو تین بیں نے ذکر کیا ہے وہ حدیث بھی ملحق ہے جو بصیغہ کنایت بجائے صیغہ صریحہ کے جناب نبوی علیہ علی واصحابہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کی جاوے جیساکہ تابعی صحابی سے روایت کرتے وقت کہدے بِرَفْعِ الْحَدِیْثِ یعنی صحابی اس حدیث کو جناب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم تک پہونچاتا تھا یا تابعی اسطرح کہدیوے یَرْوِیْهِ ۔یا یوں کہے یَنْمِیْهِ ۔یا رِوَایَةً یا یَبْلُغُ بِهٖ یا رَوَاهُ کا لفظ بولے۔اور گاہے (بصرہ کے) راوی قائل کو حذف کرکے فقط اُسکے قول ہی پر اقتصار کرتے ہیں اور اُس قائل محذوف سے مطلب اُن کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہوتے ہیں جیساکہ ابن سیرین ابو ہریرہ سے نقل کرتے ہیں قال قال تقاتلون قوما صغار الاعین تسو نفهم ثلاث مرات حتی یلحقوهم بجزیرة العرب فاما فی السابقة الاولی فینجو من هرب منهم واما فی الثانیة فینجو بعض ویهلك بعض واما فی الثالثة فیصطلمون ۔خطیب فرماتے ہیں قائل کو حذف کردینا خاص اہل بصرہ ہی کی اصطلاح ہے اور احتمالی رفع کے صیغوں میں سے ایک یہ ہے کہ صحابی کہدیوے سنت طریق اس طرح ہے اس باب میں اکثر محدثین اسے ہیں کہ یہ مرفوع ہے۔اور حافظ ابن عبدالبر مالکی نے اِس مسئلہ میں محدثین کا اتفاق نقل کیا ہے۔اور فرمایا ہے۔کہ اگر صحابی کے بغیر تابعی بھی یہ لفظ بولے تو وہ بھی مرفوع ہے حتاکہ کسی دوسرے کی طرف اس سنت کو منسوب نہ کرے جیساکہ سنت العمرین ہے منسوب بطرف حضرت عمر و حضرت ابوبکر لیکن اتفاق کی نقل میں جائے نظر ہے۔سو اسطے کہ امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قدیم جس میں صحابی اور تابعی کے من السنۃ کذا کہنے کو مرفوع سمجھتے تھے پھر قول جدید

میں تابعی کی بابت آپنے رجوع کیا اسواسطے کہ تابعی کہا ہے اس لفظ سے سنت البلدان مراد رکھتے ہیں۔ اور شافعیہ سے ابو بکر صیرفی اور حنفیہ سے ابو بکر رازی اور اہل ظاہر[1] سے ابن حزم اس طرف گئے ہیں کہ یہ قسم مرفوع نہیں اور اپنے قول کی تائید میں انھوں نے یہ حجت پکڑی ہے کہ سنت کا لفظ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اور غیر کے درمیان مشترک مستعمل ہوتا ہے چنانچہ بعض اوقات سنت الخلفا اور سنت البلدان بھی اس کا اطلاق آجاتا ہے اس لئے مطلق سنت کذا کہنے کو مرفوع کا حکم نہیں دیا جاتا۔ جمہور اُن کو یہ جواب دیتے ہیں کہ صحابہ کا من السنۃ کذا کہکر سوائے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے غیر کو مراد رکھنا احتمال بعیدہ ہے۔ اور اس قول کی تائید میں صحابہ سے روایت بھی آچکی ہے۔ دیکھو امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن شہاب زہری سے روایت کی ہے وہ سالم بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ اپنے باپ عبد اللہ بن عمر سے حجاج بن یوسف ثقفی کے استفتا کے جواب میں کہ حجاج بن یوسف نے سال محاربہ ابن الزبیر کے ابن عمر سے دریافت کیا کہ موقف میں ہم نماز کس طرح ادا کریں تو اس کو سالم نے فرمایا اگر تو سنت کی اقتدا کرنی چاہتا ہے تو عرفہ کے دن سویرے ہی نماز پڑھ لے یعنی سورج ڈھلتے ہی ظہر اور عصر کو جمع کرکے پڑھ لے ابن شہاب کہتے ہیں میں نے سالم سے کہا کہ ظہر و عصر کی جمع تقدیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے بروز عرفہ موقف میں کی ہے۔ تو سالم نے فرمایا کہ صحابہ کرام تو لفظ سنت سے سنت نبوی ہی مراد کہا کرتے ہیں غیر کا سنت

---

[1] اہل ظاہر سے یہاں وہ طائفہ مراد ہے جو مطلق قیاس کو چھوڑ کر ظاہر پر جمے ہوئے ہیں۔ قیاس سے وہ اسقدر متنفر ہیں کہ علت منصوصہ وجلیہ کے متحقق ہونے پر بھی اسکے قائل نہیں ہوئے۔ ائمہ حدیث اور فقہا انکی کچھ پرواہ نہیں کرتے امام سیوطی وغیرہ فرماتے ہیں انکے خلاف سے اجماع منخرق نہیں ہوتا سکے کہ انکے بعض اقوال ہی انہیں میں شمار کیا ہے۔ اور کہا ہے اہل ظاہر کا اطلاق ائمہ حدیث پر بھی آجاتا ہے اسواسطے کہ وہ نصوص اور ظواہر پر تاویل غیر متوجہ الی العرف اعتقاد نہیں رکھتے اور استنباط کے سب وجوہ کے قائل ہیں۔ سوائے قیاس خفی کے جس کو اکثر فقہا مانتے ہیں اور یہ گروہ خیار امت محمدیہ اور بہترین فرقہ ناجیہ سے ہیں کما قیل فی حقہم اہل حدیث ہم اہل النبی وان لم یصحبوا نفسہ انفاسہ صحبوا یعنی اہل حدیث ہی اہل نبی ہیں گو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت نہیں کی لیکن آپکے انفاس مبارکہ یعنی حدیث کی صحبت تو ان کو حاصل ہے۔ علامہ ماتی تحفۃ النظر مع الزیادۃ اور طحطاوی کتاب الذبائح میں اہل حدیث کو فرقہ ناجیہ کا معیار قرار دیتے ہیں۔

تو اُن کی مراد نہیں ہوا کرتا۔ پس حضرت سالم جو منجملہ فقہا سبعہ مدینہ منورہ اور حفاظ تابعین میں سے ایک شخص ہیں نقل کرتے ہیں کہ صحابہ جب سنت کا لفظ بولیں تو اُس سے سنت نبوی ہی مراد کیا کرتے ہیں۔

(وَاَمَّا قَوْلُ بَعْضِهِمْ اِنْ كَانَ مَرْفُوْعًا فَلِمَ لَا يَقُوْلُوْنَ فِيْهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ فَجَوَابُهٗ اَنَّهُمْ تَرَكُوا الْجَزْمَ بِذٰلِكَ تَوَرُّعًا وَاحْتِيَاطًا۔ وَمِنْ هٰذَا قَوْلُ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا اَخْرَجَاهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ لَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَسًا رَفَعَهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اَيْ لَوْ قُلْتُ لَمْ اَكْذِبْ لِاَنَّ قَوْلَهٗ مِنَ السُّنَّةِ هٰذَا مَعْنَاهُ لٰكِنْ اِيْرَادُهٗ بِالصِّيْغَةِ الَّتِيْ ذَكَرَهَا الصَّحَابِيُّ اَوْلٰى۔ وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُ الصَّحَابِيِّ اُمِرْنَا كَذَا اَوْ نُهِيْنَا عَنْ كَذَا فَالْخِلَافُ فِيْهِ كَالْخِلَافِ الَّذِيْ قَبْلَهٗ لِاَنَّ مُطْلَقَ ذٰلِكَ يَنْصَرِفُ بِظَاهِرِهٖ اِلٰى مَنْ لَهُ الْاَمْرُ وَالنَّهْيُ وَهُوَ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَخَالَفَ فِيْ ذٰلِكَ طَائِفَةٌ وَتَمَسَّكُوْا بِاحْتِمَالِ اَنْ يَكُوْنَ الْمُرَادُ غَيْرَهٗ كَاَمْرِ الْقُرْاٰنِ اَوِ الْاِجْمَاعِ اَوْ بَعْضِ الْخُلَفَاءِ اَوِ الْاِسْتِنْبَاطِ وَاُجِيْبُوْا بِاَنَّ الْاَصْلَ هُوَ الْاَوَّلُ وَمَا عَدَاهُ مُحْتَمَلٌ لٰكِنَّهٗ بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِ مَرْجُوْحٌ وَاَيْضًا فَمَنْ كَانَ فِيْ طَاعَةِ رَئِيْسٍ اِذَا قَالَ اُمِرْتُ لَا يُفْهَمُ عَنْهُ اَنَّ اٰمِرَهٗ اِلَّا رَئِيْسُهٗ وَاَمَّا قَوْلُ مَنْ قَالَ يُحْتَمَلُ اَنْ يَظُنَّ مَا لَيْسَ بِاَمْرٍ اَمْرًا فَلَا اخْتِصَاصَ لَهٗ بِهٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ بَلْ هُوَ مَذْكُوْرٌ فِيْمَا لَوْ صَرَّحَ فَقَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ بِكَذَا وَهُوَ احْتِمَالٌ ضَعِيْفٌ لِاَنَّ الصَّحَابِيَّ عَدْلٌ عَارِفٌ بِاللِّسَانِ فَلَا يُطْلِقُ ذٰلِكَ اِلَّا بَعْدَ التَّحْقِيْقِ وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهٗ كُنَّا نَفْعَلُ كَذَا فَلَهٗ حُكْمُ الرَّفْعِ اَيْضًا كَمَا تَقَدَّمَ)

اور بعض لوگ جیسے کہ ابن حزم ہے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جس حدیث کی سنت سے تعبیر کی گئی ہے اگر وہ فی الواقعہ مرفوع تھی تو اس میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کیوں نہ راویوں نے کہا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ پچھلے راویوں نے تورع اور احتیاط سے جزم کا صیغہ ترک کر دیا ہے اور اسی قبیل یعنی رفع کے احتمالی صیغوں میں سے ابو قلابہ کا قول ہے حضرت انس سے جس میں ابو قلابہ کہتے ہیں من السنة اذا تزوج البکر اقام عندھا سبعًا یعنی جب کوئی باکرہ عورت بیاہ کر لاوے تو سنت یہ ہے کہ متواتر سات راتیں اسکے پاس رہا کرے۔ بخاری و مسلم نے اسکو روایت کیا ہے۔ ابو قلابہ کہتے ہیں اگر میں چاہوں تو کہدوں کہ حضرت انس نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم تک مرفوعًا روایت کیا ہے یعنی میں کہدیتا تو اس کہنے میں جھوٹا نہوتا اس واسطے کہ حضرت انس کا یہ من السنة کہنا رفع کا معنی رکھتا ہے لیکن جس لفظ سے صحابی نے اس کو بیان کیا ہے اُس لفظ سے بیان کرنا اولی ہے۔ اور رفع کے احتمالی صیغوں سے یہ بھی ہے کہ صحابی کہدے امرنا کذا ونھینا عن کذا۔ ہمیں یوں حکم ہوا۔ اور ہم فلاں کام سے روکے گئے۔ اس کیواسطے بھی حکم رفع کا ہے۔ اور خلاف اس میں ویسا ہی ہے جیسا کہ اس سے پہلے میں تھا۔ یعنی خلاف عدم رفع کا مرجوح ہے۔ اور اسکو رفع کا حکم اس واسطے دیا جاتا ہے کہ ظاہرًا مطلق امر اور نہی صاحب امر و نہی کی طرف پھرتا ہے۔ اور صحابہ کو امر کرنے والے اور منع کرنے والے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ہیں اور ایک فریق نے جن میں اسماعیلی اور ابو بکر صیرفی بھی ہیں قال العراقی اس امر میں اختلاف کیا ہے۔ اور اُنکا تمسک یہ یہ احتمال ہے کہ امر اور نہی سے سوائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے غیر بھی مراد ہو سکتا ہے جیسے کہ امر قرآن اور امر اجماع اور بعض خلفا اور استنباط یعنی اجتہاد۔ انکو یہ جواب دیا گیا ہے کہ در اصل صحابی کے کلام میں امر و ناہی نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم بھی ہیں۔ اور باقی امر گو احتمال رکھتا ہے لیکن بہ نسبت اول کے وہ مرجوح ہے ولنعم ما قیل فی الباب ؎

نقل فوادک حیث شئت من الھوی + ما الحب الا للحبیب الاول
کم منزل فی الارض یالفہ الفتی + وحنینہ ابدًا لاول منزل

امام نسائی امیہ بن عبداللہ بن خالد سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے حضرت
عبداللہ بن عمر سے کہا ہم صلوٰۃ خوف اور صلوٰۃ حضر قرآن میں پاتے ہیں اور صلوٰۃ سفر کا
ذکر قرآن میں نہیں پاتے تو ابن عمر نے ان کو فرمایا اے بھتیجے میرے اللہ تعالےٰ نے اس
حالت میں ہماری طرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو بھیجا تھا کہ جب ہم کچھ نہیں
جانتے تھے اور اب جو کچھ ہم کرتے ہیں یہ وہی ہے جیسا کہ ہمنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
دیکھا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اکثر افعال صحابہ کا ماخذ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے اقوال وافعال ہی ہیں۔ اور نیز یہ بھی ہے کہ جو شخص کسی رئیس کی اطاعت میں ہوتا ہے
جب وہ کہے کہ مجھے یوں حکم ملا ہے تو اُسکے اس قول سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ آمر اس کا
وہ رئیس ہی ہے نہ غیر۔ اب وہ احتمال بھی اُٹھ گیا۔ اور جو بعض نے کہا ہے کہ اس قول
میں احتمال ہے کہ صحابی غیر آمر کو آمر خیال کر لیوے۔ تو اُس کا جواب یہ ہے کہ اس احتمال کو
اس مسئلے سے کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یہ احتمال اُس جگہ بھی متصور ہو سکتا ہے۔ جہاں
صحابی صاف صراحت سے کہا ہووے اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ
بکذا۔ اور یہ احتمال ضعیف ہے اسواسطے کہ صحابی عادل اور عارف زبان کے ہیں وہ بغیر
تحقیق وثبوت کے اس لفظ کو استعمال نہیں کرتے۔ اور مرفوع حکمی احتمالی کے قبیل سے
ہے۔ صحابی کا بغیر مقید کرنے زمانہ نبویہ کے یہ کہنا کنا نفعل کذا کہ ہم ایسا فعل کیا
کرتے تھے۔ اس کو بھی رفع کا حکم ہے جیسا کہ گذرا ہے۔ اسواسطے کہ صحابہ وہی کام کرتے
تھے جس کی شریعت شارع صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی تقریر سے ثابت ہو۔
(وَمِنْ ذٰلِكَ اَنْ يَّحْكُمَ الصَّحَابِيُّ عَلٰى فِعْلٍ مِّنَ الْاَفْعَالِ بِاَنَّهٗ طَاعَةٌ لِلّٰهِ
اَوْ لِرَسُوْلِهٖ اَوْ مَعْصِيَةٌ كَقَوْلِ عَمَّارٍ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصٰى
اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ فَلَهٗ حُكْمُ الرَّفْعِ اَيْضًا
لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ ذٰلِكَ مِمَّا تَلَقَّاهُ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ)
اور اسے قسم مرفوع حکمی احتمالی کے قسم سے ہے صحابی کا کسی فعل پر یہ حکم لگانا کہ یہ فعل
اللہ تعالیٰ کی طاعت ہے۔ یا یوں فرمانا کہ یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

الاستطراد ذكر الشئ في غير موضعه
لا لمحل المناسبة والمعنى فصالت
ذكر الصحابي ۱۲ منه

وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ فِي الْأَصَحِّ. وَالْمُرَادُ بِاللِّقَاءِ مَا هُوَ أَعَمُّ
مِنَ الْمُجَالَسَةِ وَالْمُمَاشَاةِ وَوُصُوْلِ اَحَدِهِمَا اِلَى الْآخَرِ وَاِنْ
لَمْ يُكَالِمْهُ وَيَدْخُلُ فِيْهِ رُؤْيَةُ اَحَدِهِمَا الْآخَرَ سَوَاءٌ كَانَ
ذٰلِكَ بِنَفْسِهِ اَوْ بِغَيْرِهِ وَالتَّعْبِيْرُ بِاللُّقِيِّ اَوْلٰى مِنْ قَوْلِ بَعْضِهِمْ اَلصَّحَابِيُّ
مَنْ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ لِاَنَّهُ يُخْرِجُ
حِيْنَئِذٍ اِبْنَ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَنَحْوَهُ مِنَ الْعُمْيَانِ وَهُمْ صَحَابَةٌ
بِلَا تَرَدُّدٍ. وَاللُّقِيُّ فِيْ هٰذَا التَّعْرِيْفِ كَالْجِنْسِ. وَقَوْلِيْ
مُؤْمِنًا كَالْفَصْلِ يُخْرِجُ مَنْ حَصَلَ لَهُ اللِّقَاءُ الْمَذْكُوْرُ فِيْ
حَالِ كَوْنِهٖ كَافِرًا. وَقَوْلِيْ بِهٖ فَصْلٌ ثَانٍ يُخْرِجُ مَنْ لَقِيَهُ
مُؤْمِنًا لٰكِنْ بِغَيْرِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَلٰكِنْ هَلْ يُخْرِجُ مَنْ
لَقِيَهُ مُؤْمِنًا بِهٖ بِاَنَّهُ سَيُبْعَثُ وَلَمْ يُدْرِكِ الْبَعْثَ وَفِيْهِ
نَظَرٌ. وَقَوْلِيْ مَاتَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَصْلٌ ثَالِثٌ يُخْرِجُ مَنْ
ارْتَدَّ بَعْدَ اَنْ لَقِيَهُ مُؤْمِنًا وَمَاتَ عَلَى الرِّدَّةِ كَعُبَيْدِ اللهِ
وَابْنِ خَطَلٍ. وَقَوْلِيْ وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ اَيْ بَيْنَ لَقِيِّهٖ لَهُ مُؤْمِنًا
بِهٖ وَبَيْنَ مَوْتِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ فَاِنَّ اسْمَ الصُّحْبَةِ بَاقٍ لَهُ سَوَاءٌ رَجَعَ اِلَى
الْاِسْلَامِ فِيْ حَيٰوتِهٖ اَمْ بَعْدَهُ وَسَوَاءٌ لَقِيَهُ ثَانِيًا اَمْ لَا. وَقَوْلِيْ فِي الْاَصَحِّ
اِشَارَةٌ اِلَى الْخِلَافِ فِي الْمَسْئَلَةِ. وَيَدُلُّ عَلٰى رُجْحَانِ الْاَوَّلِ قِصَّةُ
الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ فَاِنَّهُ كَانَ مِمَّنِ ارْتَدَّ وَاُتِيَ بِهٖ اِلٰى اَبِيْ بَكْرِ
الصِّدِّيْقِ اَسِيْرًا فَعَادَ اِلَى الْاِسْلَامِ فَقَبِلَ مِنْهُ ذٰلِكَ وَزَوَّجَهُ
اُخْتَهُ وَلَمْ يَتَخَلَّفْ اَحَدٌ عَنْ ذِكْرِهٖ فِي الصَّحَابَةِ وَلَا عَنْ تَخْرِيْجِ اَحَادِيْثِهٖ
فِي الْمَسَانِيْدِ وَغَيْرِهَا.

صحابی کی تعریف

اور چونکہ یہ مختصر کتاب علوم حدیث کے سب اقسام کو شامل ہے اس واسطے میں

صحابی کے ذکر کی طرف بھی توجہ کی کہ وہ کون ہے پس کہتا ہوں میں کہ صحابی وہ شخص ہے
جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم پر ایمان لاکر آپ سے ملاقات کرے اور اسلام
ہی پر اس کا انتقال بھی ہووے گو بیچ میں ردت بھی لاحق ہوئی ہو اصح قول میں ارتداد
سے تائب ہوکر اسلام پر مرنے والا صحابی ہے اور حنفیہ اور امام مالک کے نزدیک ردت سے
صحبت باطل ہو جاتی ہے جبتک پھر مسلمان ہوکر صحبت ثانیہ حاصل نہ کرے صحابی
نہوگا۔ اور مراد لقاء وملاقات سے عام ہے خواہ مجالست سے ہو یا مماشات سے یا بوصول احدہما
کے الی الآخر۔ خواہ آپس میں فیمابین کلام نہ بھی ہوا ہو۔ اور داخل ہے اس میں دیکھنا
جانبین میں سے ایک کا دوسرے کو جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نابینا صحابہ کو دیکھنا
اور اس رویت کا اندازہ وحد نہیں خواہ ایک لمحہ ہی کی ہو اور خواہ دور سے بھی ہو۔ اور
خواہ بنفسہ ارادۃً خود دیکھا ہو یا کسی کو دیکھتے ہوئے تبعاً اس پر نظر جا پڑی ہو۔ رویت میں حد
واندازہ کی تو کوئی شرط نہیں لیکن یہ شرط ہے کہ جانبین کی حیات دنیوی ہووے۔ پس
جس نے بوقت تدفین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا وہ صحابی نہیں اور اسیطرح شب
معراج میں جن پیغمبروں کو سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے آپنے دیکھا ہے وہ بھی اس تعریف
میں نہیں آتے اور عیسیٰ علیہ السلام کو شرف صحبت حاصل ہے اس واسطے کہ آپ زندہ
زمین سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور اخیر زمانہ میں دین محمدی کے نائب ہوکر
امام مہدی کے وقت تشریف لائینگے۔ کمافی جمیع الکتب الحدیث۔ اور صحابی

[1] عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے اور امام مہدی کے وقت میں دوبارہ نزول فرمانے میں حدیثیں متواتر المعنے آئی ہیں اور صحابہ سے لیکر آجتک اہل اسلام کا اس عقیدہ پر سوائے خوارج کے اجماع واتفاق ہے۔ کچھ عرصہ سے مرزا غلام احمد قادیانی نے اس اتفاق سے انحراف کرکے خوارج کی تائید کی کہ مسیح علیہ السلام وفات پا چکے دوبارہ نزل نہیں فرمائینگے۔ وفات مسیح پر آپکے دلائل خوارج کے درجہ سے بڑھکر نہیں ہیں ہاں البتہ جدت آپنے یہ پیدا کی ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ اور مدعا مہدی بھی ہوں اور وہ اصلی مسیح آ نہیں سکتے۔ احادیث میں جس مسیح کی آمد کا وعدہ کیا گیا ہے وہ میں ہی ہوں۔ دلیل آپنے اس [illegible] ابن ماجہ کی وہ حدیث پکڑی جو از قسم منکر اور مردود ہے جسمیں آیا ہے لا المہدی الا المسیح۔ یہ حدیث اگر صحیح بھی ہو جاوے تو بھی مرزا صاحب کو فائدہ نہیں دیتی [illegible] تو یہ ہے کہ مہدی مسیح ہی ہے نہ یہ کہ مرزا مہدی اور مسیح ہے اخیر میں آخر مثیل ہونے سے بھی آپنے غرض کیا چنانچہ دافع البلا میں رسالت کا دعویٰ بھی کیا اور کہا کہ میری رسالت کے انکار سے طاعون آیا ہے۔ ابتدا میں آپ رسالت کے انکاری تھے چنانچہ آپکا کلام ہے من نیستم رسول نیاوردہ ام کتاب [illegible] انکار سے رجوع کیا اور کہا ہے [illegible] آسمان نہیں مرا رسالتی [illegible] اسکے بعد صاف کھلا کھلا دافع البلا میں رسالت کا دعویٰ کردیا۔ چونکہ قرآن کریم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا ختم ہو چکا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث میں بھی جیسا کہ بخاری میں آیا ہے لا نبی بعدی یا میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اسواسطے علماء دین نے مرزا کو کاذب قرار دیا ہے مسلمانوں کو اس کے فریب سے بچنا چاہئے [illegible]

کی تعریف میں جو بعض محدثین کہتے ہیں کہ صحابی وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو دیکھے۔ اس دیکھنے کے بدل ملاقات کا لفظ جو میں نے استعمال کیا ہے بہت ہی بہتر ہے اسواسطے
تعریف میں دیکھنے کا لفظ رکھنے سے ابن ام مکتوم و دیگر نابینا صحابہ صحابیت سے نکل جاتے
ہیں حالانکہ یہ لوگ بلاشک یقینی طور پر صحابی ہیں۔ اور صحابی کی تعریف میں لقا کا
لفظ جنس کی طرح ہے اور مومن کا لفظ فصل کی طرح ہے اس سے وہ شخص خارج ہو جاتا
ہے جس کو کفر کی حالت میں لقا حاصل ہوا ہو اسواسطے کہ اس نے کفر کے پردہ کے سبب
انوار نبوت مشاہدہ نہ کر سکے کما اخبر اللہ تعالی عن احوالھم (وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ
لَا يُبْصِرُوْنَ) اور یہ فصل ثانی ہے اس سے وہ آدمی نکلجاتا ہے جو آپ کے سوا دیگر
انبیا پر ایمان رکھکر آپ کی ملاقات کرے جیسے کہ اہل کتاب۔ لیکن اس فصل سے آیا وہ
شخص خارج ہو جاتا ہے جو آپ کی اس عقیدہ وایمان پر زمانہ نبوت سے پہلے ملاقات
کرے کہ آپ نبی آخر الزمان ہونگے (جیسے کہ بحیرا راہب) اور زمانہ نبوت کا نہ پا سکے
اس میں تردد ہے۔ جو ملاقات کو زمانہ نبوت میں مشروط کرتے ہیں اس سے وہ نکلجاتا ہے
اور جو ملاقات کو زمانہ نبوت سے مخصوص نہیں کرتے عام رکھتے ہیں انکے نزدیک وہ
صحابہ میں داخل ہے۔ اور یہ میرا کہنا کہ مات علی الاسلام حضور علیہ الصلوۃ والسلام
کی ملاقات کرنے والا شخص اسلام ہی پر مرے تو صحابی ہوگا یہ تیسرا فصل ہے اس سے وہ
شخص خارج ہو جاتا ہے جو مومن ہو کر ملاقات کرنے کے بعد مرتد ہو گیا ہو اور ارتداد ہی پر
مرا ہو نعوذ باللہ منہا (جیسے عبید اللہ بن جحش حبشہ میں اسلام کی حالت میں ہجرت
کرکے گیا تھا اور وہاں ہی نصرانی ہو کر مر گیا تھا۔ اور عبداللہ بن خطل جو کعبہ کے پردہ سے
ساتھ چمٹا ہوا فتح مکہ میں مارا گیا تھا اور ربیعہ ابن امیہ بن خلف کہ فتح مکہ میں مسلمان ہوا تھا
اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے حدیث بھی روایت کی تھی اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کی خلافت میں مرتد ہو کر کفر پر مرا۔ امام سخاوی کہتے ہیں کہ امام احمدؒ نے جو اپنی مسند میں ربیعہ
کی حدیث روایت کی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انکے ارتداد سے آپ واقف نہیں ہوئے
کذا فی نخبۃ النظر۔ اور ولو تخللت کہنا میرا یہ معنے رکھتا ہے کہ وقت ملاقات سے لیکر

اخیر اسلام مرنے تک گو بیچ میں ارتداد اسکو لاحق ہوگیا ہو تو بھی اُس کے واسطے اسم صحبت
باقی ہے - خواہ وہ اپنے ارتداد سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حیاتی میں اسلام کیطرف
رجوع کرے یا آپ کے ارتحال کے بعد اور خواہ دوبارہ آپ کی صحبت حاصل کرے یا نکرے
اور فی الاصح کہنا میرا اشارہ ہے اس طرف کہ اس مسئلہ میں خلاف ہے حنفیہ کے نزدیک
ردت محبط اعمال سابقہ کی ہے - جب اور اعمال حبط ہوئے تو صحبت سابقہ بھی حبط ہوئی
لیکن اصح قول اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اس کی صحبت باقی ہے اور اس قول اول کے مرجح
ہونے پر اشعث بن قیس کا قصہ دلالت کرتا ہے کہ وہ ارتداد کی وجہ سے قید کرکے حضرت
ابوبکر کے حضور میں پیش کیا گیا تھا اور اُس نے اسلام کی طرف رجوع کیا تو آپ نے اُس کا
اسلام قبول کرلیا بلکہ اپنی ہمشیرہ ام فروہ سے اس کی شادی کردی - اور صحابہ کرام کی
تاریخ لکھنے والے علماء بھی صحابہ میں اس کو ذکر کرنے سے نہیں رُکتے اور کتب حدیث
میں بھی جو مسانید وغیرہ ہیں اس کی حدیث لینے سے کوئی محدث نہیں رُکتا -

تنبیہان اَحَدُهُمَا الْاِخْفَاءُ فِي رُجْحَانِ رُتْبَةِ مَنْ لَازَمَهُ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ - وَقَاتَلَ مَعَهُ
اَوْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَتِهِ عَلَى مَنْ لَمْ يُلَازِمْهُ اَوْ لَمْ يَحْضُرْ مَعَهُ مَشْهَدًا
وَعَلَى مَنْ كَلَّمَهُ يَسِيرًا اَوْ مَاشَاهُ قَلِيلًا اَوْ رَاٰهُ عَلَى بُعْدٍ
اَوْ فِي حَالِ الطُّفُولِيَّةِ - وَاِنْ كَانَ شَرَفُ الصُّحْبَةِ حَاصِلًا
لِلْجَمِيعِ - وَمَنْ لَيْسَ لَهُ مِنْهُمْ سَمَاعٌ مِنْهُ فَحَدِيثُهُ مُرْسَلٌ مِنْ حَيْثُ
ای الفریق الثانی ۱۲ صلے اللہ علیہ وسلم
الرِّوَايَةِ - وَهُمْ مَعَ ذٰلِكَ مَعْدُودُونَ فِي الصَّحَابَةِ لِمَا نَالُوهُ مِنْ شَرَفِ
الرُّؤْيَةِ - ثَانِيهِمَا يُعْرَفُ كَوْنُهُ صَحَابِيًّا بِالتَّوَاتُرِ اَوِ الْاِسْتِفَاضَةِ اَوِ
الشُّهْرَةِ - اَوْ بِاِخْبَارِ بَعْضِ الصَّحَابَةِ اَوْ بَعْضِ ثِقَاتِ التَّابِعِينَ - اَوْ
بِاِخْبَارِهِ عَنْ نَفْسِهِ اِذَا كَانَ دَعْوَاهُ تَدْخُلُ تَحْتَ الْاِمْكَانِ - وَقَدِ
اسْتَشْكَلَ هٰذَا الْاَخِيرَ جَمَاعَةٌ مِنْ حَيْثُ اَنَّ دَعْوَاهُ ذٰلِكَ
نَظِيرُ دَعْوَى مَنْ قَالَ اَنَا عَدْلٌ وَيَحْتَاجُ اِلَى تَأَمُّلٍ جگہ دو اور سوچنے کے قابل

ہیں ایک تو انہیں سے یہ ہے کہ جو شخص جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم
کی خدمت وملازمت میں رہا ہو۔ اور آپ کی معیّت میں جہاد کیا ہو۔ یا آپکے علم کے نیچے نائر
شہادت ہوا ہو اُس کا مرتبہ اُس صحابی پر زیادہ ہے جس نے آپ کی ملازمت نہیں
کی یا آپکے ساتھ تھوڑا سا راستہ چلا ہو۔ یا دور سے آپ کو دیکھا ہو یا طفولیت
کے زمانہ میں آپکو دیکھا ہو۔ گو شرف صحبت سبکو حاصل ہے۔ اور جن اصحاب کی صحبت
رویت سے ہے۔ اور آپسے اُنہوں نے سنا نہیں تو اُن کی حدیث از روے روایت
مُرسَل ہے اور باوجود عدم سماع کے۔ یہ حضرات بھی صحابہ میں معدود ہیں اسواسطے
کہ اُنہوں نے آپ کی رویت کا شرف حاصل کر لیا ہے۔ اور آفتاب نبوت کے پرتو سے
منور ہو گئے ہیں۔ دوسرا امر قابل یادداشت کے یہ ہے کہ صحابی کی معرفت تواتر سے معلوم
ہوتی ہے جیسے کہ عشرہ مبشرہ ہیں۔ یا خبر مستفیض سے یا خبر مشہور سے یا کسی معروف
صحابی کی خبر دینے سے کہ فلاں شخص صحابی ہے جیسے کہ ابو موسیٰ اشعری نے حممہ بن حممہ دوسی
کے حق میں جو اصفہان میں بمرض اسہال انتقال کر گئے تھے فرمایا کہ اُن کو نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے سماع ہے۔ ذکرہ العراقی وجزم بصحبتہ ابن عبد البر فی الاستیعاب
والذہبی فی التجرید۔ یا بعض ثقہ تابعی کی خبر دینے سے یا صحابی کے آپنے کہنے سے
کہ میں صحابی ہوں بشرطیکہ دعویٰ اس کا امکان رکھتا ہو عراقی کہتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے بعد ایک سو برس پیچھے اگر کوئی شخص صحابیت کا دعوے
کرے تو غیر مقبول ہے گو اس کی عدالت بھی ثابت ہو اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے اپنی اخیر عمر میں فرمایا ہے آجکی رات میں جو آدمی زمین پر زندہ
ہیں سو سال کے بعد انمیں سے کوئی بھی زندہ نہ رہیگا رواہ البخاری فی باب السمر
مین کتاب العلم ومسلم عن ابن عمر۔ یہ چھ طریق ہیں صحابی کی معرفت کے مگر اس پچھلے طریق کو
محدثین کی ایک جماعت نے مشکل سمجھا ہے اس واسطے کہ یہ دعویٰ اس کا اُس شخص کے دعوے
کی نظیر ہے جو خود ہی اپنے آپ کو عادل قرار دیتا ہے۔ اور یہ اعتراض اچھا سوچنے کے قابل
ہے دراصل اعتراض اس مسئلہ میں اسوقت وارد ہوتا ہے کہ مدعی صحبت کا مجہول الحال ہو

لیکن جبکہ عادل اور امین ہووے تو اُس کا قول جیسا کہ روایت میں مانا جاتا ہے یہاں بھی تسلیم کیا جائے گا اور اُسکے ماننے میں کوئی اعتراض نہیں)

اَلتَّابِعِیُّ

(اَوْ) یَنْتَهِیْ غَایَةُ الْاِسْنَادِ اِلَی التَّابِعِیِّ وَهُوَ مَنْ لَقِیَ الصَّحَابِیَّ کَذٰلِکَ) وَهٰذَا مُتَعَلِّقٌ بِاللُّقِیِّ وَمَا ذُکِرَ مَعَهُ اِلَّا قَیْدُ الْاِیْمَانِ بِهٖ وَذٰلِکَ خَاصٌّ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَهٰذَا هُوَ الْمُخْتَارُ خِلَافًا لِمَنِ اشْتَرَطَ فِی التَّابِعِیِّ طُوْلَ الْمُلَازَمَةِ اَوْ صِحَّةَ السَّمَاعِ اَوِ التَّمْیِیْزَ۔

تابعی کی تعریف

اور غایت اسناد کا یا تابعی تک منتہی ہووے گا اور تابعی وہ شخص ہے جو صحابی کی ملاقات بطور مذکور کرے۔ اور یہ قول میرا پچھلے قول الصحابی من لقی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ہے یعنی جو قیود صحابی کی تعریف میں مذکور ہوئے ہیں وہ سب تابعی کی تعریف میں ملحوظ ہیں سوائے قید مومن ہونے کی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے ہی مخصوص ہے اس واسطے کہ صحابی کے ساتھ ایمان لانا کچھ معنے نہیں رکھتا۔ تابعی کی تعریف جو ذکر ہوئی ہے مختار یہی ہے بخلاف اس شخص کے جو تابعی میں طویل ملازمت یا صحت سماع یا سن تمیز کو جو جمہور کے نزدیک اقل اُس کا پانچ سال ہے اشرط رکھتا ہے۔

اَلْمُخَضْرَمِیْنَ

وَبَقِیَ بَیْنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ طَبَقَةٌ اخْتُلِفَ فِی اِلْحَاقِهِمْ بِاَیِّ

الْقِسْمَیْنِ وَهُمُ الْمُخَضْرَمُوْنَ الَّذِیْنَ اَدْرَکُوا الْجَاهِلِیَّةَ وَالْاِسْلَامَ وَلَمْ یَرَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَعَدَّهُمُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِی الصَّحَابَةِ وَادَّعٰی عِیَاضٌ وَغَیْرُهٗ اَنَّ ابْنَ عَبْدِ الْبَرِّ یَقُوْلُ اِنَّهُمْ صَحَابَةٌ وَفِیْهِ نَظَرٌ لِاَنَّهٗ اَفْصَحَ فِیْ خُطْبَةِ کِتَابِهٖ بِاَنَّهٗ اِنَّمَا اَوْرَدَهُمْ لِیَکُوْنَ کِتَابُهٗ جَامِعًا مُسْتَوْعِبًا لِاَهْلِ الْقَرْنِ الْاَوَّلِ۔ وَالصَّحِیْحُ اَنَّهُمْ مَعْدُوْدُوْنَ فِیْ کِبَارِ التَّابِعِیْنَ سَوَاءٌ عُرِفَ اَنَّ الْوَاحِدَ مِنْهُمْ کَانَ مُسْلِمًا فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کَالنَّجَاشِیِّ اَوْ لَا لٰکِنْ اِنْ ثَبَتَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَیْلَةَ الْاِسْرَاءِ کُشِفَ لَهٗ عَنْ جَمِیْعِ مَنْ فِی الْاَرْضِ فَرَاٰهُمْ فَیَنْبَغِیْ اَنْ یُّعَدَّ مَنْ کَانَ مُؤْمِنًا بِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِیْ حَیٰوتِهٖ اِذْ ذَاکَ وَاِنْ لَّمْ یُلَاقِهٖ فِی الصَّحَابَةِ لِحُصُوْلِ الرُّؤْیَةِ مِنْ جَانِبِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ

مُخَضْرَمِیْن کی تعریف

یہاں صحابہ اور تابعین کے درمیان ایک اور طبقہ باقی رہ گیا ہے جنکے الحاق کرنے میں اختلاف ہے کہ دونوں قسموں میں کس کے ساتھ الحاق کئے جائیں اور یہ لوگ مُخَضْرَمِیْن ہیں جنہوں نے قبل از بعثت جاہلیت کا زمانہ اور بوقت بعثت اسلام کا زمانہ بھی پایا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو انہوں نے نہیں دیکھا حافظ ابن عبد البر نے انکو بسبب مشارکت زمانہ صحابہ کے صحابہ ہی میں شمار کیا ہے۔ اور اسیو جسے عیاض وغیرہ کہتے ہیں کہ ابن عبد البر ان کو صحابہ تصور کرتے ہیں۔ اور اصل میں یہ بات نہیں اس واسطے کہ ابن عبد البر اپنی کتاب استیعاب کے خطبہ میں تصریح کرتے ہیں کہ مخضرمین کو میں اس لئے اپنی کتاب میں لاتا ہوں کہ میری کتاب قرن اول کے مسلمانوں کے واسطے جامع ہووے

(خواہ شرفِ رویت سے بہرہ اندوز ہوئے ہوں یا نہ۔) اور صحیح بات یہ ہے کہ مخضرمین
کبار تابعین میں شمار ہیں۔ خواہ اُن میں سے کسی ایک کا زمانہ نبویہ میں
ایمان لانا معلوم ہو جب بھی وہ تابعین ہی میں شمار ہوگا۔ اس واسطے کہ انکی
ملازمت صحابہ کے ساتھ زیادہ ہے۔ اور اگر یہ امر ثابت ہو جاوے کہ معراج کی رات
میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زمین کے سب لوگ دکھائے گئے تھے۔ اور آپ نے
اُن کو دیکھ لیا تھا تو مناسب ہے کہ اُس رات میں جو آپکے ساتھ ایمان رکھتے ہوں
وہ صحابہ میں شمار کئے جاویں گو ظاہری طور پر انہوں نے ملاقات نہ بھی کی ہو۔
اس واسطے کہ صحابیت میں اسلام اور جانبین میں سے ایک کا دوسرے کو دیکھنا شرط
ہے۔ اور یہاں دونوں چیزیں متحقق ہیں اسلام اس طرف سے اور دیکھنا نبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی طرف سے۔ اور چونکہ انکشاف مذکور میں کلام ہے اپایہ صحت کو
نہیں پہونچا اس لئے محدثین نے مخضرمین کو تابعین کے طبقہ میں رکھا ہے۔

اَلمَرفُوعُ وَالمَوقُوفُ وَالمَقطُوعُ

(فا) القِسمُ (الاَوَّلُ) مَا تَقَدَّمَ ذِكرُهُ مِنَ الاَقسَامِ الثَّلٰثَةِ وَهُوَ
مَا يَنتَهِي اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَاٰلِهٖ وَصَحبِهٖ وَسَلَّمَ غَايَةُ الاِسنَادِ
(هُوَ المَرفُوعُ) سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ الاِنتِهَاءُ بِاِسنَادٍ مُتَّصِلٍ اَم
لَا (وَالثَّانِي المَوقُوفُ) وَهُوَ مَا يَنتَهِي اِلَى الصَّحَابِيِّ (وَالثَّالِثُ
المَقطُوعُ) وَهُوَ مَا يَنتَهِي اِلَى التَّابِعِيِّ وَمَن دُونَ التَّابِعِيِّ مِن
اَتبَاعِ التَّابِعِينَ فَمَن بَعدَهُم فِيهِ اَي فِي التَّسمِيَةِ (مِثلُهُ)
اَي مِثلُ مَا يَنتَهِي فِي تَسمِيَةِ جَمِيعِ ذٰلِكَ مَقطُوعًا وَاِن شِئتَ
قُلتَ مَوقُوفًا عَلٰى فُلَانٍ فَحَصَلَتِ التَّفرِقَةُ فِي الاِصطِلَاحِ بَينَ
المَقطُوعِ وَالمُنقَطِعِ فَالمُنقَطِعُ مِن مَبَاحِثِ الاِسنَادِ كَمَا تَقَدَّمَ وَالمَقطُوعُ

من مباحث المتن كما ترى - وقد اطلق بعضهم هذا في موضع هذا
وبالعكس تجوزا عن الاصطلاح (ويقال للآخرين) اي الموقوف
والمقطوع (الاثر والمسند) في قول اهل الحديث هذا
حديث مسند (هو مرفوع صحابي بسند ظاهره
الاتصال) فقولي مرفوع كالجنس - وقولي صحابي كالفصل
يخرج ما رفعه التابعي فانه مرسل او من دونه معضل
او معلق - وقولي ظاهره الاتصال يخرج ما ظاهره الانقطاع
ويدخل ما فيه الاحتمال وما يوجد فيه حقيقة الاتصال من
باب الاولى - ويفهم من التقييد بالظهور ان انقطاع الخفي
كعنعنة المدلس والمعاصر الذي لم يثبت لقيه لا يخرج
الحديث عن كونه مسندا لاطباق الائمة الذين خرجوا
المسانيد على ذلك وهذا التعريف موافق لقول الحاكم
المسند ما رواه المحدث عن شيخ يظهر سماعه منه وكذا
شيخه عن شيخه متصلا الى صحابي الى رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم - واما الخطيب فقال المسند المتصل فعلى هذا الموقوف
اذا جاء بسند متصل يسمى عنده مسندا لكن قال ان ذلك قد
ياتي بقلة - وابعد ابن عبد البر حيث قال المسند المرفوع
ولم يتعرض للاسناد فانه يصدق على المرسل والمعضل و
المنقطع اذا كان المتن مرفوعا ولا قائل به -

مرفوع اور موقوف و مقطوع کا بیان

اسناد کے تین قسم پیچھے ذکر ہوئے ہیں ایک قسم وہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک
منتہی ہووے اور اسکے بعد متن مذکور آپکے اقوال وافعال وتقاریر ہوں اور دو

قسم وہ کہ صحابی تک اسناد منتہی ہووے اور اسکے بعد متن مذکور صحابی کے اقوال و افعال ہوں اور تیسرا
قسم وہ ہے اسناد تابعی تک منتہی ہووے اور اُسکے بعد متن مذکور تابعی کا قول یا فعل ہووے اس حساب سے متن کے
بھی تین قسم ہوے پس تدکن پہلا قسم اقسام ثلثہ میں سے جسکی اسناد نبی صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم تک پہونچتی ہے مَرْفُوْع ہے
خواہ پہونچنا اس اسناد کا بسند اتصال ہو یا بغیر اتصال اسواسطے کہ رفع وہ ہے کہ صحابی
کسی قول یا فعل یا تقریر کو۔ یا تابعی یا بسقاط صحابی ان امور کو جناب نبوی کیطرف
منسوب کرے یا تابعی کے بعد کے زمانہ کا کوئی شخص یہانتک کہ مصنفین کتب
احادیث کا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم کہنا بھی اسے رفع میں داخل ہے
(ذکرہ السخاوی) اور دوسرا قسم متن کا جو صحابی تک پہونچتا ہے مَوْقُوْف
ہے۔ اور تیسرا قسم متن کا جو تابعی تک پہونچتا ہے مَقْطُوْع ہے اور جو تبع تابع
تابعین یا ان سے بھی پچھلے لوگوں تک پہونچتا ہے وہ بھی تسمیہ میں مثل مقطوع
کی ہے اور اگر چاہے تو تو اس اخیر قسم کو بجاے مقطوع کے موقوف علی فلان
کہدیوے جیسے کہ موقوف علی الزہری اور موقوف علی مجاہد قید کے ساتھ کہا جاتا
ہے اور جس حدیث کو بلا قید مطلق موقوف کہا جاوے جیسے ھذا حدیث
موقوف تو یہ موقوف صحابہ کی ہے پس اس تقریر سے مقطوع اور منقطع کے
درمیان اصطلاحًا جدائی حاصل ہوگی اسواسطے کہ منقطع اسناد کی بحث سے ہے
جیسے کہ پیچھے گذر چکا ہے۔ اور مقطوع متن کی بحث سے ہے جیسا کہ تجھے معلوم
ہو رہا ہے اور بعض (یعنی امام شافعی) نے مقطوع کا اطلاق منقطع پر کیا ہے۔ اور
حافظ ابو بکر بردعی نے بالعکس اس کے اصطلاح سے تجاوز کرکے منقطع کو مقطوع کہا
ہے۔ اور ان پچھلے دو قسموں یعنی موقوف اور مقطوع کو اہل حدیث کے محاورہ میں آثار اور مُسند بھی کہا جاتا ہے
جیسا کہ محدثین کہتے ہیں ھذا حدیث مسند اور مسند صحابی کی مرفوع ہے ایسی سند سے جس کا ظاہر اتصال ہووے
اور مرفوع کا کہنا بمنزلہ جنس کی طرح ہے۔ اور صحابی کا لفظ بولنا فصل کی طرح ہے
اس لفظ کے کہنے سے وہ حدیث خارج ہو جاتی ہے جسکو تابعی رفع کرے اور وہ حدیث
بھی خارج ہو جاتی ہے جس کو تابعی سے نیچے کے طبقہ کا شخص رفع کرے۔ اسواسطے

کہ مرفوع تابعی کی مُرسَل ہے۔ اور نیچے کے طبقہ کے مرفوع مُعضَل اور معلق ہے
اور یہ جو مینے کہا ہے ظاہراً الاتصال ظاہر اُس سند کا اتصال ہو تو اس لفظ سے
وہ حدیث نکل جاتی ہے جس کا انقطاع ظاہر ہو (جیسے کہ مرسل جلی ہے) اور داخل ہے
مسند میں وہ حدیث بھی جس میں احتمال انقطاع کا ہووے جیسے کہ مرسل خفی
ہے۔ اور جس حدیث کی سند میں اتصال حقیقۃً پایا جاوے وہ بطریق اولی مسند
میں داخل ہے اور سند کے اتصال کے ظہور سے مفہوم ہوتا ہے کہ انقطاع خفی
جیسے کہ عَنعَنَہ مدلس کی ہے۔ اور عنعنہ اُس معاصر کی جس کا لقا ثابت نہیں ہوا
یہ انقطاع خفی حدیث کو مسند ہونے سے نہیں نکالتا۔ اسواسطے کہ آئمہ حدیث نے
بالاتفاق اسی طریق پر مسانید کو روایت کیا ہے۔ اور یہ تعریف مسند کی حاکم کے قول
کے موافق ہے جو فرماتے ہیں کہ مسند وہ ہے جس کو محدث ایسے شخص سے روایت کرے
کہ اُس سے اپنے سماع کا اظہار کرے (گو ضعیف احتمال سے بیچمیں واسطہ محتمل ہو)
اور اسیطرح اُس محدث کا شیخ اپنے شیخ سے بسند اتصال صحابی تک اور صحابی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک روایت کرے۔ اور خطیب کہتے مسند وہ ہے جو متصل ہووے
پس اُنکی تعریف پر اگر موقوف بھی متصل سند سے آوے تو اُنکے نزدیک اُس کا نام بھی
مسند رکھا جائے گا۔ لیکن خطیب کہتے ہیں موقوفِ متصل پر اطلاق مسند کا کم بھی آتا
ہے۔ اور حافظ ابن عبد البر بہت ہی دور ہو گئے ہیں اس موقعہ پہ جو کہ فرماتے ہیں کہ
مسند مرفوع ہی ہے اور اسناد کے اتصال کے اشتراط پر متوجہ ہوئے جو ضروری تھا
اس واسطے کہ یہ مرسل اور معضل اور منقطع پر بھی صادق آتی ہے جبکہ متن مرفوع
ہووے۔ اور حال آنکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔

اَلْعُلُوُّ الْمُطْلَقُ وَالنِّسْبِیُّ

(فَاِنْ قَلَّ عَدَدُہٗ) اَیْ عَدَدُ رِجَالِ السَّنَدِ (فَاِمَّا اَنْ یَّنْتَھِیَ اِلَی

النبي صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم بذلك العدد
القليل بالنسبة إلى سند آخر يرد به ذلك الحديث بعينه
بعدد كثير (أو ينتهي) إلى (إمام) من أئمة الحديث
(ذي صفة علية) كالحفظ والفقه والضبط والتصنيف
وغير ذلك من الصفات المقتضية للترجيح (كشعبة) و
مالك والثوري والشافعي والبخاري ومسلم ونحوهم (فالأول)
وهو ما ينتهي إلى النبي صلى الله عليه وآله وسلم (العلو المطلق)
فإن اتفق أن يكون سنده صحيحا كان الغاية القصوى وإلا فصورة
العلو فيه موجودة ما لم يكن موضوعا فهو كالعدم (والثاني)
(العلو النسبي) وهو ما يقل العدد فيه إلى ذلك الإمام ولو كان
العدد من ذلك الإمام إلى منتهاه كثيرا وقد عظمت رغبة
المتأخرين فيه حتى غلب ذلك على كثير منهم بحيث أهملوا
الاشتغال بما هو أهم منه۔ وإنما كان ذلك العلو مرغوبا فيه
لكونه أقرب إلى الصحة وقلة الخطأ لأنه ما من راو من رجال
الإسناد إلا والخطأ جائز عليه فكلما كثرت الوسائط وطال السند
كثرت مظان التجويز وكلما قلت قلت۔ فإن كان في النزول مزية
ليست في العلو كأن يكون رجاله أوثق منه أو أحفظ أو أفقه أو الاتصال
فيه أظهر فلا تردد في أن النزول حينئذ أولى وأما من رجح النزول
مطلقا واحتج بأن كثرة البحث تقتضي المشقة فيعظم الأجر
فذلك ترجيح بأمر أجنبي عما يتعلق بالتصحيح والتضعيف)

علو مطلق اور علو نسبی کا بیان

اور اگر سند کے راوی بہ نسبت کسی دوسری سند کے راویوں کے کم ہوں اور انہیں

ترک کر دیا- اور علو تو اس واسطے مرغوب تھا کہ یہ صحت کی طرف زیادہ قریب ہے
اور خطا اُس میں کم ہے اس لئے کہ اسناد کے راویوں
میں سے ایسا راوی کوئی نہیں مگر اُس پر خطا کا وقوع جائز ہے
پس جب وسائط زائد ہوں اور اُنکے سبب سند طویل ہو جاوے تو خطا کی تجویز
کا ظن بھی زیادہ ہو جاتا ہے- اور جب راوی سند کے کم ہوں تو تجویز خطا کی بھی کم
ہو جاتی ہے- اور اگر نازل سند میں ایسی خوبی ہو کہ جو عالی سند میں نہیں اسطرح
کہ راوی اُسکے اسکے راویوں سے زیادہ ثقہ ہوں یا زیادہ حفظ والے ہوں-
یا زیادہ فقاہت والے ہوں- یا سند نازل میں اتصال ظاہر ہو تو اسصورت
میں کوئی شک نہیں کہ سند نازل سند عالی سے بہتر ہے- اور جو بعض نے نزول کو
مطلقاً علو پر اس دلیل سے ترجیح دی ہے کہ سند نازل میں راویوں کی بابت زیادہ
بحث ہوتی ہے جو مقتضی مشقت کی ہے- اور اس مشقت سے اجر زیادہ ملتا ہے
تو یہ ترجیح امر خارجی سے ہے اس کو حدیث کی تصحیح و تضعیف سے کچھ تعلق نہیں
عراقی اس موقعہ پہ فرماتے ہیں کہ کثرت مشقت حصول ثواب کے واسطے سند نازل میں
راویوں کی تفتیش سے برداشت کرنی اُس شخص کے مثل ہے جو کہ مسجد کو جماعت کی
نماز میں شامل ہونے کے واسطے جا رہا ہو تو وہ بہت قدموں کا ثواب زیادہ سمجھکر
ایسا دور کا راستہ اختیار کرے جس سے جماعت ہی فوت ہو جاوے جو اسکا
اصلی مقصود تھا تو اب وہ زیادہ مسافت کا ثواب اُسے کیا فائدہ دیگا (بہجۃ النظر)

اَلْمُوَافَقَةُ

(وَفِيْهِ) اَیْ فِی الْعُلُوِّ النِّسْبِیِّ (الْمُوَافَقَةُ وَهِیَ الْوُصُوْلُ
اِلٰی شَیْخِ اَحَدِ الْمُصَنِّفِیْنَ مِنْ غَیْرِ طَرِیْقِهٖ) اَیْ بِطَرِیْقٍ
الَّتِیْ تَصِلُ اِلٰی ذٰلِكَ الْمُصَنِّفِ الْمُعَیَّنِ مِثَالُهٗ رَوَی الْبُخَارِیُّ عَنْ

قُتَیبَۃَ عَنْ مَالِكٍ حَدَّثَنَا فَلَوْ رَوَیْنَاہُ مِنْ طَرِیْقِہٖ کَانَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ
قُتَیبَۃَ ثَمَانِیَۃٌ وَلَوْ رَوَیْنَا ذٰلِكَ الْحَدِیْثَ بِعَیْنِہٖ مِنْ طَرِیْقِ اِلٰی
الْعَبَّاسِ السَّرَّاجِ عَنْ قُتَیْبَۃَ مَثَلًا کَانَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قُتَیْبَۃَ فِیْہِ
سَبْعَۃٌ فَقَدْ حَصَلَتِ الْمُوَافَقَۃُ مَعَ الْبُخَارِیِّ فِیْ شَیْخِہٖ بِعَیْنِہٖ
مَعَ عُلُوِّ الْاِسْنَادِ عَلَی الْاِسْنَادِ اِلَیْہِ۔
الٰی کا مرجع البخاری الیہ ای الشیخ البخاری ۱۲ منہ

موافقت کا بیان

اور اس علو نسبی میں موافقت ہے مطلق وہ موافقت نہیں جو علو نسبی کا قسم ہے
اور یہ موافقت کیا چیز ہے مصنفین کتب صحاح ستہ وغیرہ کے کسی ایک شیخ کی طرف
پہونچنا ہے سوائے اُس طریق کے جو اس معین مصنف کو پہونچ رہا ہے۔ مثال
اُس وصول مذکور کی بوجہ علو کے مثلاً امام بخاری اپنی صحیح میں قتیبہ سے وہ مالک سے
ایک حدیث روایت کرتے ہیں۔ پس اُسی حدیث کو امام بخاری کے طریق سے
اگر ہم روایت کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان جو بخاری کے شیخ ہیں او پر کے
آٹھ واسطے ہونگے۔ اور اگر اُسے حدیث کو بعینہ ابو العباس سراج کے طریق سے
روایت کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان اس سند میں سات واسطے ہونگے
پس حاصل ہوئی ہمکو موافقت امام بخاری کے ساتھ اُنکے شیخ ہیں بعینہ باوجود
عالی ہونے اسناد ہماری کے بجانب شیخ بخاری کے۔

اَلْبَدَلُ

(وَفِیْہِ) اَیِ الْعُلُوِّ النَّسَبِیِّ (اَلْبَدَلُ وَھُوَ الْوُصُوْلُ اِلٰی
شَیْخِ شَیْخِہٖ کَذٰلِكَ) کَاَنْ یَقَعَ لَنَا ذٰلِكَ الْاِسْنَادُ بِعَیْنِہٖ
مِنْ طَرِیْقٍ اُخْرٰی اِلَی الْقَعْنَبِیِّ عَنْ مَالِكٍ فَیَکُوْنُ الْقَعْنَبِیُّ بَدَلًا

مِنْ قُتَيْبَةَ - وَاَكْثَرُ مَا يَعْتَبِرُوْنَ الْمُوَافِقَةَ وَالْبَدَلَ اِذَا قَارَنَا الْعُلُوَّ وَاِلَّا فَاِسْمُ الْمُوَافِقَةِ وَالْبَدَلِ وَاقِعٌ بِدُوْنِهٖ -

بدل کا بیان

اور اسے علو نسبی میں بَدَلْ بھی ہے اور وہ بدل یہ ہے کہ مصنف کتاب کے استاذ کی طرف بطرز مذکور (سوائے طریق اُس مصنف کے اور طریق سے) پہونچتا ہے۔ اُس کی مثال جیسے کہ حاصل ہوا ہمیں وہی اسناد ابو العباس سراج کی بعینہٖ دوسرے طریق سے جس میں قتیبہ نہیں۔ قعنبی تک جو بخاری کے استاذ ہیں اور قعنبی مالک سے اس کو روایت کرنے والے ہوں۔ پس اس طریق میں قعنبی قتیبہ سے بدل ہوگا اس بدل کو گاہے موافقت مقیدہ بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں ھو موافقۃ فی شیخ شیخ البخاری۔ اور موافقت و بدل اسے صورت میں معتبر ہوتے ہیں۔ جبکہ یہ دونوں قسم مقارن علو کے ہوں اور اگر انمیں سے کوئی عالی نہو سافل ہو تو غیر ملتفت الیہ ہے اس کی طرف خیال و رتوجہ نہیں کیجاتی گو نام موافقت و بدل کا سوائے اقتران علو کے اسپر بھی بولا جاتا ہے۔

اَلْمُسَاوَاةُ

(وَفِيْهِ) اَیْ فِی الْعُلُوِّ النَّسَبِیِّ (الْمُسَاوَاةُ وَهِیَ اسْتِوَاءُ عَدَدِ الْاِسْنَادِ مِنَ الرَّاوِیْ اِلٰی اٰخِرِهٖ) اَیِ الْاِسْنَادِ الْعُلُوِّ النَّسَبِیِّ (مَعَ اِسْنَادِ اَحَدِ الْمُصَنِّفِيْنَ) كَاَنْ يَرْوِیَ النَّسَائِیُّ مَثَلًا حَدِيْثًا يَقَعُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ فِيْهِ اَحَدَ عَشَرَ نَفْسًا فَيَقَعُ لَنَا ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ بِعَيْنِهٖ بِاِسْنَادٍ اٰخَرَ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ فَيَقَعُ بَيْنَنَا فِيْهِ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اَحَدَ عَشَرَ نَفْسًا فَنُسَاوِي النَّسَائِيَّ مِنْ حَيْثُ الْعَدَدِ مَعَ قَطْعِ النَّظَرِ عَنْ مُلَاحَظَةِ ذٰلِكَ الْاِسْنَادِ الْخَاصِّ)

مُساوات کا بیان

اور اسے علو نسبی میں مُساوات بھی ہے۔ مساوات کیا چیز ہے برابر ہوتا ہے اسناد کے راویوں کی تعداد و شمار کا آخر سند تک یعنے اسناد علو نسبی کا مصنفین کتب حدیث میں سے کسی ایک کی سند کے برابر ہوتا ہے۔ مثلاً امام نسائی ایک نازل سند والی ایسی حدیث روایت کریں جس سے امام نسائی اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے درمیان گیارہ واسطے ہوں۔ اب اسی حدیث کو اگر ہم اپنی سند سے امام نسائی تک روایت کریں تو ہمارے اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے درمیان بہت واسطے ہو جاینگے۔ پس وہی حدیث مرویہ امام نسائی کی بغیر اسناد نسائی کے اور اسناد سے بعینہ وہ حدیث اس طرح ملجاوے کہ ہمارے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے درمیان اس حدیث میں گیارہ ہی واسطے ہوں تو اب ہم امام نسائی کے ساتھ اس خاص سند کو چھوڑ کر راویوں کی تعداد کی حیثیت سے مساوی اور برابر ہو گئے (امام سیوطی تدریب الراوی میں فرماتے ہیں پہلے زمانہ میں یہ مساوات پائی جاتی تھی اور اب بعینہ حدیث میں نہیں پائی جاتی بلکہ مطلق عدد سے پائی جاتی ہے۔ اسو واسطے میرے اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان تیں حدیثوں میں دس واسطے ہیں اور نسائی کی بھی ایک حدیث میں امام نسائی اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے درمیان دس ہی واسطے ہیں۔

عالی کیا جاوے پھر یہ صورت ہو جائیگی کہ گویا راوی نے حدیث بخاری و مسلم سے سنی۔ وجہ تسمیہ مصافحہ کی یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں اکثر دو راویوں میں ملاقات کے وقت باہم مصافحہ کرنے کی عادت تھی۔ اور ہم اس صورت میں جبکہ امام نسائی کے تلمیذ کے برابر ہوتے ہیں تو گویا امام نسائی سے ہماری ملاقات ہوئی اور امام نسائی سے ہم نے مصافحہ کیا۔

اَلنُّزُوْلُ

(وَيُقَابِلُ الْعُلُوَّ بِاَقْسَامِهٖ) الْمَذْكُوْرَةِ (اَلنُّزُوْلُ) فَيَكُوْنُ كُلُّ قِسْمٍ مِنْ اَقْسَامِ الْعُلُوِّ يُقَابِلُهٗ قِسْمٌ مِنْ اَقْسَامِ النُّزُوْلِ خِلَافًا لِمَنْ زَعَمَ اَنَّ الْعُلُوَّ قَدْ يَقَعُ غَيْرَ تَابِعٍ لِلنُّزُوْلِ۔)

نزول کا بیان

اور علو کے سب اقسام مذکورہ کے مقابل نزول ہے یعنی علو کا ہر ایک قسم نزول کے اقسام کے مقابل ہے برخلاف اُس شخص کے جو کہتا ہے کہ علو کاہے غیر تابع نزول کے بھی ہو کر واقعہ ہوتا ہے اور پانچ قسم نزول کے ہیں اور پانچ ہی اسکے مقابل علو کے بھی ہیں۔ شیخ ابن الصلاح مقدمہ میں مصافحہ کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں نوع علو تابع نزول کا ہے۔ اسواسطے کہ اگر وہ امام اس سند میں نازل نہ ہوتا تو تم اپنی سند میں عالی نہ ہو سکتے۔ انتہے۔ بخاری کے اعلے اسانید ثلاثیات ہیں اور انزل تساعیات اور مسلم کے اعلے اسانید رباعیات ہیں۔

رِوَايَةُ الْاَقْرَانِ

رِوَانْ تَشَارَكَ الرَّاوِيْ وَمَنْ رَوٰى عَنْهُ فِيْ اَمْرٍ

مِنَ الْاُمُوْرِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالرِّوَايَةِ مِثْلُ السِّنِّ وَاللُّقِيِّ) وَهُوَ الْاَخْذُ عَنِ الْمَشَائِخِ (فَهُوَ) النَّوْعُ الَّذِيْ يُقَالُ لَهٗ رِوَايَةُ الْاَقْرَانِ (لِاَنَّهٗ حِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ رَاوِيًا عَنْ قَرِيْنِهٖ)

روایت الاقران کا بیان

اور اگر راوی اور اس کا شیخ امور متعلقہ روایت میں جیسی کہ عمر ہے یا ملاقات ہے مشائخ سے اخذ کرنے میں شریک ہو جاویں۔ تو یہ شرکت انکی مشائخ سے اخذ حدیث میں وہ نوع ہے جسکو روایۃ الاقران کہتے ہیں۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ اس صورت میں راوی اپنے قرین سے روایت کرتا ہے۔ اور فائدہ اس نوع کی معرفت کا یہ ہے کہ سند میں زیادتی کے ظن سے امن ہو جاتا ہے۔

اَلْمُدَبَّجُ

(وَاِنْ رَوٰى كُلٌّ مِنْهُمَا) اَيِ الْقَرِيْنَيْنِ (عَنِ الْاٰخَرِ فَهُوَ الْمُدَبَّجُ) وَهُوَ اَخَصُّ مِنَ الْاَوَّلِ فَكُلُّ مُدَبَّجٍ اَقْرَانٌ وَلَيْسَ كُلُّ اَقْرَانٍ مُدَبَّجًا۔ وَقَدْ صَنَّفَ الدَّارَقُطْنِيُّ فِيْ ذٰلِكَ وَصَنَّفَ اَبُو الشَّيْخِ الْاَصْفَهَانِيُّ فِي الَّذِيْ قَبْلَهٗ۔ وَاِذَا رَوَى الشَّيْخُ عَنْ تِلْمِيْذِهٖ صَدَقَ اَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا يَرْوِيْ عَنِ الْاٰخَرِ فَهَلْ يُسَمّٰى مُدَبَّجًا فِيْهِ بَحْثٌ وَالظَّاهِرُ لَا لِاَنَّهٗ رِوَايَةُ الْاَكَابِرِ عَنِ الْاَصَاغِرِ وَالتَّدْبِيْجُ مَاخُوْذٌ مِنْ دِيْبَاجَتَيِ الْوَجْهِ فَيَقْتَضِيْ اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ مُسْتَوِيًا مِنَ الْجَانِبَيْنِ فَلَا يَجِيْئُ فِيْهِ هٰذَا)

قسم مدبج کا بیان

اور اگر دو شخص ہم زمانہ ایک دوسرے سے روایت کریں تو یہ نوع مُدَبَّج ہے

قسم اول روایۃ الاقران سے یہ اخص ہے پس ہر ایک مدبج اقران ہے اور ہر
اقران کبھی مدبج نہیں صحابہ میں اس کی مثال حضرت عائشہ اور ابو ہریرہؓ ہیں اور
تابعین میں ابن شہاب اور ابن الزبیر ہیں۔ اور اتباع تابعین میں مالک اور
اوزاعی ہیں۔ اور اُنکے بعد کے طبقہ میں امام احمد بن حنبل اور علی بن المدینی ہیں
حافظ دارقطنی نے اس نوع میں ایک کتاب مسمی بمدبج لکھی ہے۔ اور ابو الشیخ
اصفہانی نے اس سے پہلے نوع یعنی اقران میں ایک علیحدہ کتاب لکھی ہے۔
اور جب اُستاذ اپنے شاگرد سے روایت کرے تو اس صورت میں بھی صادق
آتا ہے اپنر ہر ایک اُنمیں سے دوسرے سے روایت کرتا ہے۔ اس قسم کو بھی
نوع مدبج میں لایا جاوے اور مدبج کا نام اسپر بولا جاوے یا نہ اس میں بحث ہے
مگر ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسکو مدبج نہ کہا جاوے اس واسطے کہ یہ روایۃ الاکابر
عن الاصاغر کا قسم ہے اور مدبج تو مُنہ کے دونوں رخساروں سے جو آپس میں
برابر ہوتے ہیں ماخوذ ہے پس اس مادہ سے اس کا اخذ بھی اقتضا کرتا ہے کہ وہ مدبج
اصطلاحی بھی برابر جانبین سے ہو۔ اور روایۃ الشیخ عن التلمیذ میں مدبج کا اطلاق
اصطلاحًا نہیں آسکتا۔

رَوَایَةُ الْاَکَابِرِ عَنِ الْاَصَاغِرِ

(وَاِنْ رَوٰی) الرَّاوِیْ (عَمَّنْ) هُوَ (دُوْنَهٗ) فِی السِّنِّ اَوْ فِی اللُّقِیِّ اَوْ
فِی الْمِقْدَارِ (فَهٰذَا النَّوْعُ هُوَ) رِوَایَةُ (الْاَکَابِرِ عَنِ الْاَصَاغِرِ)

روایت کرنی اکابر کی صاغر سے

اور اگر راوی اس شخص روایت کرے جو اس سے عمر میں کم ہو جیسے کہ بڑا صحابی چھوٹے
صحابی سے اور بڑا تابعی چھوٹے تابعی سے یا اُس شخص سے روایت کرے جس کو

باپ کی بیٹے سے روایت کرنے کی مثال جیسے کہ حضرت عباس اپنے بیٹے فضل سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ میں بایام حج دونوں نمازیں جمع کرکے پڑھی ہیں۔ اور صحابہ کی تابعین سے روایت کرنے کی مثال جیسے کہ عبادالله اربعہ کعب الاخبار سے روایت کرتے ہیں۔ اور اُستاذ کی شاگرد سے روایت کرنے کی مثال جیسے کہ امام بخاری اپنے تلمیذ ابوالعباس سراج سے اپنی تاریخ کی کتاب میں روایت کرتے ہیں۔ اور نحوہٖ کی نظیر جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمیم داری سے جساسہ جانور کی خبر سنکر صحابہ کے آگے بیان کرنی۔

(وَفِي عَكْسِهِ كَثْرَةٌ) لِأَنَّهُ هُوَ الْجَادَّةُ الْمَسْلُوكَةُ الْغَالِبَةُ وَفَائِدَةُ مَعْرِفَةِ ذٰلِكَ التَّمْيِيزُ بَيْنَ مَرَاتِبِهِمْ وَتَنْزِيلُ النَّاسِ مَنَازِلَهُمْ وَقَدْ صَنَّفَ الْخَطِيبُ فِي رِوَايَةِ الْآبَاءِ عَنِ الْأَبْنَاءِ تَصْنِيفًا وَأَفْرَدَ جُزْءًا لَطِيفًا فِي رِوَايَةِ الصَّحَابَةِ عَنِ التَّابِعِينَ)

اور اس نوع کے عکس یعنی بیٹوں کا باپوں سے روایت کرنے اور تابعین کی صحابہ روایت کرنے میں کثرت ہے تمثیل دینے کی کوئی ضرورت نہیں اس واسطے کہ وہ نوع ایک طریقہ معمولہ کثیرہ ہے۔ اور فائدہ اس نوع کی معرفت کا یہ ہے کہ راویوں کے مراتب میں تمیز ہو جاتی ہے اس سے۔ اور انکو انکے لائق مناسب منصب دیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے انزلوا الناس منازلهم۔ خطیب نے روایۃ الاباء عن الابناء میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اور روایۃ الصحابۃ عن التابعین میں بھی ایک مستقل اچھا رسالہ لکھا ہے۔

رِوَايَةُ الْأَبْنَاءِ عَنِ الْآبَاءِ

(وَمِنْهُ مَنْ رَوَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ) وَجَمَعَ الْحَافِظُ

اجداد کا واقعہ ہوا ہے چودہ تک پہونچتا ہے۔

اَلسَّابِقُ وَاللَّاحِقُ

وَاِنِ اشْتَرَكَ اثْنَانِ عَنْ شَيْخٍ وَتَقَدَّمَ مَوْتُ اَحَدِهِمَا عَلَى الْاٰخَرِ فَهُوَ السَّابِقُ وَاللَّاحِقُ . وَاَكْثَرُ مَا وَقَفْنَا عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ مَا بَيْنَ الرَّاوِيَيْنِ الْوَاقِعَيْنِ فِيْهِ فِي الْوَفَاةِ مِائَةٌ وَخَمْسُوْنَ سَنَةً - وَذٰلِكَ اَنَّ الْحَافِظَ السِّلَفِيَّ سَمِعَ مِنْهُ اَبُوْ عَلِيٍّ الْبَرَدَانِيُّ اَحَدُ مَشَائِخِهِ حَدِيْثًا وَرَوَى عَنْهُ وَمَاتَ عَلَى رَأْسِ خَمْسِ مِائَةٍ ثُمَّ كَانَ اٰخِرُ اَصْحَابِ السِّلَفِيِّ بِالسَّمَاعِ سِبْطُهُ اَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَكِّيٍّ وَكَانَتْ وَفَاتُهُ سَنَةَ خَمْسٍ وَسِتِّمِائَةٍ - وَمِنْ قَدِيْمِ ذٰلِكَ اَنَّ الْبُخَارِيَّ حَدَّثَ عَنْ تِلْمِيْذِهِ اَبِي الْعَبَّاسِ السَّرَّاجِ اَشْيَاءَ فِي التَّارِيْخِ وَغَيْرِهِ وَمَاتَ سَنَةَ سِتٍّ وَخَمْسِيْنَ وَمِائَتَيْنِ - وَاٰخِرُ مَنْ حَدَّثَ عَنِ السَّرَّاجِ بِالسَّمَاعِ اَبُو الْحُسَيْنِ الْخَفَّافُ وَمَاتَ سَنَةَ ثَلٰثٍ وَتِسْعِيْنَ وَثَلٰثِ مِائَةٍ وَغَالِبُ مَا يَقَعُ مِنْ ذٰلِكَ اَنَّ الْمَسْمُوْعَ مِنْهُ قَدْ يَتَاَخَّرُ بَعْدَ مَوْتِ اَحَدِ الرَّاوِيَيْنِ عَنْهُ زَمَانًا حَتّٰى يَسْمَعَ مِنْهُ بَعْضُ الْاَحْدَاثِ وَيَعِيْشَ بَعْدَ السَّمَاعِ مِنْهُ دَهْرًا طَوِيْلًا فَيَحْصُلُ مِنْ مَجْمُوْعِ ذٰلِكَ نَحْوُ هٰذِهِ الْمُدَّةِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ -

نوع سابق و لاحق کا بیان

اور اگر دو شخص کسی استاد سے پڑھنے میں شریک ہوں اور اخذ حدیث کے بعد ان دونوں میں سے ایک پہلے وفات پا جائے تو اس قسم کی روایت کو اصطلاحاً روایت سابق اور روایت لاحق کہتے ہیں اس نوع کے دونوں راویوں متوفی سابق اور

باقیماندہ کی وفات کے درمیان فیصلہ مدت کا جو ہمکو معلوم ہوا ہے وہ اکثر ڈیڑہ سو سال کا فرق تھا- اور وہ تفاوت ان دونوں راویوں میں اس طرح حاصل ہوئی ہے کہ حافظ ابو طاہر احمد بن محمد بن احمد السلفی[1] الاصفہانی المتوفی ۵۷۶ھ سے ابو علی بردانی نے جو آپکے مشائخوں میں سے بھی ہیں ایک حدیث سنکر روایت کی- اور بردانی ۵۰۰ھ پانچسو کے آخر میں فوت ہوئے- پھر سلفی کے سب شاگردوں کے بعد انکے پوتے ابو القاسم عبد الرحمان بن مکی تھے ان کی وفات ۶۵۰ھ چھ سو پچاس میں ہوئی اور سلفی سے پہلے زمانہ کی مثال یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی تلمیذ ابو العباس محمد بن اسحق السراج سے اپنی تاریخ میں کچھ روائتیں لی ہیں- اور بخاری ۲۵۶ھ میں فوت ہوگئے اور سراج موصوف سے سب سے آخر سماعا جس نے روایت کی ہے

---

[1] ابو طاہر احمد بن محمد بن احمد السلفی الاصفہانی الملقب بصدر الدین بہت حدیث یاد رکھنے والے حافظوں میں سے ایک ہیں حدیث کی طلب میں بہت ملکوں کا سفر کیا اور اکابر مشائخ سے مستفیض ہوئے- بغداد میں ابو الحسن ہراسی سے علم فقہ حاصل کیا- اور خطیب ابو زکریا یحیی بن علی التبریزی سے علم لغت پڑھا- اور ابو محمد جعفر بن السراج و دیگر ائمہ حدیث سے حدیث روایت کی- امام سیوطی آپکے حق میں فرماتے ہیں کہ آپ امام حافظ ضابط ناقد متدین ہیں- اسناد کا علو آپ کیطرف منتہی ہوتا ہے- آپ سے حفاظ حدیث نے روایت کی ہے- اور آپکی تصنیف بھی علم حدیث میں ہے- اور اپنے وقت میں علم حدیث میں آپ ہی ایک شخص تھے- آپکا نظیر اسوقت اس علم میں کوئی نہ تھا- سب اقران سے روایتوں کے قوانین کو آپ ہی اچھی طرح جاننے والے تھے اور ایک سو چھ برس کی عمر میں آپکا انتقال ہوا ہے- مذہب آپکا شافعی تھا ۵۱۱ھ میں دریا کے راستہ سے ثغر سکندریہ میں داخل ہوئے- اور ابو الحسن عادل علی بن سلار وزیر مصر نے آپکے لئے مدرسہ تعمیر کرا کر آپکے تفویض کیا- آپنے وہاں ہی قیام فرما کر حدیث کا درس شروع کیا لوگ دور دراز سے آکر آپ سے مستفیض ہوئے وہ مدرسہ ابتک آپکے نام سے معروف ہے- ابن خلکان کہتے ہیں آپکے تلامیذ کی ایک جماعت میں نے شام اور دیار مصریہ میں پائی اور انہوں نے حدیث کی مجھے اجازت دی- سلفی بہت لکھنے والے تھے ان کی تحریر سے مینے بہت فائدہ حاصل کیا- امالی و تعالیق آپکے بہت ہیں- ولادت آپکی تخمیناً ۴۷۲ھ میں اصفہان میں ہوئی اور وفات ۵۷۶ھ میں بروز جمعہ بوقت چاشت پانچویں ربیع الآخر میں ہوئی ثغر اسکندریہ کے مقبرہ علہ میں باب احضر کے پاس مدفون ہوئے- صفراوی زہر الریاض میں سلفی سے نقل کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا میری پیدائش تخمیناً ۴۷۸ھ میں ہے اس حساب سے آپکی عمر ۹۸ سال کی ہوتی ہے اور تاریخ ابن النجار کی بھی جو کہ صفراوی کے تلمیذ ہیں اس قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے- ابن خلکان کہتے ہیں میں نہیں جانتا ہوں کہ تین سو سال کے بعد آجتک کوئی شخص سو سے زائد عمر کیا ہو- سو برس تک بھی پہونچا ہو سوا قاضی ابو طاہر بن عبد اللہ طبری کے کہ ان کی عمر ایک سو دو سال کی ہوئی ہے- انتہے خاکسار محرر سطور کہتا ہے کہ سو سے زیادہ عمر کے بہت لوگ ہوتے ہیں- ہاں علما بسبب محنت مشاقہ کے جو قوی جلد ہی تحلیل کر دیتی ہے ایک صدی تک کم پہونچتے ہیں لیکن پھر بھی بعض بعض اس مقدس گروہ سے سو سے زائد عمر کے ہوتے ہیں- چنانچہ ابھی دو سال کا عرصہ ہوا ہے کہ شمس العلما شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین المحدث الدہلوی ایک سو دس برس کی عمر کے ہو کر رحلت فرما گئے ہیں اور اس اخیر عمر تک حدیث پڑھاتے رہے ہیں- سلفی بکسر سین و فتح لام نسبت بطرف اپنے جد ابراہیم کے اور انکو سلفی اسواسطے کہتے تھے کہ ایک لب انکا پھٹا ہوا تھا اور تین پھٹنے سے دو لب ہو کر معلوم ہوتا تھا سو انکو سہ لبہ کہتے تھے معرب کر کے سلفی کہا گیا ہے ۱۲ مولانا قاضی محمد یوسف حسین صاحب

ابو الحسین احمد بن محمد النیشاپوری الخفاف ہیں اُن کی وفات ۳۷۳ تین سو تہتر میں ہوئی ہے۔ اور اکثر فیصلہ اس زمانہ مذکور کا اس طرح واقعہ ہوتا ہے کہ جس شیخ سے حدیث سُنی جاتی ہے۔ یہ شیخ گاہے دونوں راویوں میں سے ایک کے مرنے کے بعد یہانتک زندہ رہتا ہے کہ اس شیخ سے اسکے بڑھاپے میں بعض نوعمر آدمی حدیث سُن لیتے ہیں اور پھر یہ بعض نوعمر آدمی ایک زمانہ دراز تک زندہ رہتے ہیں پس ان امور ثلاثہ یعنی تقدیم موت احد الراویین۔ اور شیخ کے دیر تک زندہ رہنے۔ اور راوی اخیر کے زمانہ دراز تک بعد موت شیخ کے زندہ رہنے سے یہ مدت مذکورہ ڈیڑھ سو سال اور ایک سو سینتیس ۱۳۷ سال حاصل ہوتی ہے۔ یہ مدت اکثر ان صورتوں میں حاصل ہوتی ہے اور گاہے مجرد تاخر موت راوی ثانی سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اس طرح کہ حدیث کے اخذ کے وقت صغیر ممیز ہو پھر شیخ مرجاوے اور اسکے بعد ایک راوی شیخ کا بھی مرجاوے اور یہ صغیر ممیز ان دونوں کے بعد ایک دراز مدت تک زندہ رہے۔ لیکن یہ صورت کم واقعہ ہوتی ہے۔

تَبْیِیْنُ الْمُہْمَلِ

(وَاِنْ رَاوِیٰ) الرَّاوِیْ (عَنِ اثْنَیْنِ مُتَّفِقَیِ الْاِسْمِ) اَوْ مَعَ اِسْمِ الْاَبِ اَوْ مَعَ اِسْمِ الْجَدِّ اَوْ مَعَ النِّسْبَۃِ (وَلَمْ یَتَمَیَّزَا) بِمَا یَخُصُّ کُلٌّ مِنْهُمَا۔ فَاِنْ کَانَا ثِقَتَیْنِ لَمْ یَضُرَّ۔ وَمِنْ ذٰلِکَ مَا وَقَعَ فِی الْبُخَارِیِّ فِیْ رِوَایَتِہٖ عَنْ اَحْمَدَ غَیْرَ مَنْسُوْبٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ فَاِنَّہٗ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ اَوْ اَحْمَدُ بْنُ عِیْسٰی اَوْ عَنْ مُحَمَّدٍ غَیْرَ مَنْسُوْبٍ عَنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَاِنَّہٗ اِمَّا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ اَوْ مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیَی الذُّهْلِیُّ وَقَدِ اسْتَوْعَبْتُ ذٰلِکَ فِیْ مُقَدِّمَۃِ شَرْحِ الْبُخَارِیِّ۔ وَمَنْ اَرَادَ لِذٰلِکَ ضَابِطًا کُلِّیًّا یَمْتَازُ بِہٖ اَحَدُهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ فَبِاخْتِصَاصِہٖ

اَیْ الشَّیْخِ الْمَرْوِیِّ بِاَحَدِ هِمَا یَتَبَیَّنَ الْمُهْمَلُ) وَمَتٰی لَمْ یُبَیِّنْ ذٰلِكَ اَوْ كَانَ مُخْتَصًّا بِهِمَا مَعًا فَاِشْكَالُهٗ شَدِیْدٌ فَیُرْجَعُ فِیْهِ اِلَی الْقَرَائِنِ وَالظَّنِّ الْغَالِبِ۔

مہمل راوی کو ظاہر کرنا

اور اگر راوی دو ہمنام شخصوں سے روایت کرتا ہو۔ یا اُن راویوں سے روایت کرتا ہو جنکے باپوں کے نام ایک ہی ہوں۔ یا اُن سے جنکے دادوں کے نام متفق ہوں۔ اور یہ دونوں اُستاذ اس راوی کے کسی خاص تمیز سے ممیز نہ ہو سکیں۔ اب اُنکو دیکھا جاوے گا اگر دونوں ثقہ ہیں تو اُن کی عدم تعیین صحت حدیث کو ضرر ندیگی اور اسی قسم سے ہے صحیح بخاری کے باب دفع الصوت فی المساجد میں احمد غیر منسوب کی روایت ابن وہب سے یہ احمد یا تو احمد بن صالح ہے یا احمد بن عیسیٰ ہے (اور یہ دونوں ثقہ ہیں) اور ایسے عدم تعیین سے مہمل غیر منسوب کی روایت اہل عراق سے بخاری میں واقع ہے یہ محمد بھی یا تو محمد بن سلام ہے یا محمد بن یحییٰ الذہلی ہے۔ یہ دونوں بھی ثقہ ہیں۔ تفصیل اس نوع کی بیچ فتح الباری کی شرح صحیح البخاری کے مقدمہ ہدی الساری میں کر دی ہے اور جو شخص اس کے واسطے کوئی کلیہ قاعدہ تلاش کرے جسکے سبب ان دونوں متفق الاسموں میں سے ایک ممتاز ہو جاوے تو وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ سوق سند کے وقت راوی کو دیکھے کہ سند کو کس راوی کے نام دونوں متفق الاسموں میں سے مخصوص کرتا ہے اس کی تخصیص سے مہمل راوی ظاہر ہو جائیگا۔ اور اگر راوی مخصوص صفت و استاذی بیان کرے مگر وہ دونوں استاذوں کے ساتھ مختص ہو۔ تو یہ سخت مشکل ہے یقیں اس میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ قرائن اور ظن غالب کی طرف اسمیں رجوع کیا جاوے۔ قرائن اور ظن غالب یہ ہے کہ راوی کو دونوں شخصوں میں سے دیکھا جاوے کہ ملازمت کس کے ساتھ زیادہ ہے۔ یا جاے سکونت راوی کی کس کے قریب

واقعہ ہے یا کس سے اُس کا رشتہ ہے اسی پر حمل کیا جائیگا۔

مَنْ حَدَّثَ وَنَسِيَ

(وان روى) عن شيخ حديثا (وجحد الشيخ مرويه) فان كان
جزما، كان يقول كذب علي او ما رويت له هذا ونحو
ذلك فان وقع منه ذلك (رد) ذلك الخبر لكذب واحد
منهما لا بعينه ولا يكون ذلك قادحا في واحد منهما للتعارض
(او) كان جحده (احتمالا) كان يقول ما اذكر هذا او ما اعرفه
(قبل) ذلك الحديث (في الاصح) لان ذلك يحمل على
نسيان الشيخ۔ وقيل لا يقبل لان الفرع تبع للاصل في اثبات
الحديث بحيث اذا اثبت الاصل الحديث ثبتت رواية الفرع
وكذلك ينبغي ان يكون فرعا عليه وتبعا له في التحقيق۔ وهذا
متعقب بان عدالة الفرع يقتضي صدقه وعدم علم الاصل
لا ينافيه فالمثبت مقدم على النافي واما قياس ذلك بالشهادة
ففاسد لان شهادة الفرع لا تسمع مع القدرة على شهادة
الاصل بخلاف الرواية فافترقا (وفيه) اي في هذا النوع
صنف الدارقطني كتاب (من حدث ونسي) وفيه
ما يدل على تقوية المذهب الصحيح لكون كثير منهم حدثوا
باحاديث اولا فلما عرضت عليهم لم يتذكروها لكنهم لاعتمادهم
على الرواة عنهم صاروا يروونها عن الذين رووها عنهم عن
انفسهم كحديث سهيل ابن ابي صالح عن ابيه عن ابي هريرة
مرفوعا في قصة الشاهد واليمين قال عبد العزيز بن محمد

الّا راوردی حدثنی بہ ربیعۃ عن ابی عبد الرحمٰن عن سہیل قال فلقیت سہیلا فسألتہ عنہ فلم یعرفہ فقلت ان ربیعۃ حدثنی عنک بکذا فکان سہیل بعد ذلک یقول حدثنی ربیعۃ عنی انی حدثتہ عن ابی بہ ونظائرہ کثیرۃ

اُس نوع کا حکم جس میں راوی حدیث روایت کرنے کے بعد حدیث کا روایت کرنا بھول گیا ہو

اور اگر کوئی راوی کسی شیخ سے روایت کرے - اور پھر یہی روایت شیخ پر پیش کی جائے اُسکو یاد دلائی جاوے اور اس کی بابت اُس سے دریافت کیا جاسے - اور شیخ اپنی روایت مرویہ کا انکار کردیوے - اب اس انکار کو دیکھا جائیگا - اگر بالفاظ جزم ہے جیسے کہ کہے فلاں شخص مجھپر جھوٹ کہتا ہے - یا یوں کہے میںنے تو اُسکو یہ روایت نہیں کی یا مثل ان دونوں لفظوں کے اور الفاظ بولے جیسے کہ کہے یہ حدیث میری روایت کردہ نہیں ہے - ایسے جزمیہ لفظوں سے اگر انکار کردیوے تو وہ حدیث بسبب جھوٹا ہونے ایک کے ان دونوں میں سے رد کیجائیگی - اور بعضے وہ حدیث ردّ نہ ہوگی - اسواسطے کہ انکا کذب یقینی طور پر حاصل نہیں ہوا - اور ان دونوں استاذ اور شاگرد کے حق میں یہ انکار قادح نہوگا - اسواسطے کہ یہاں تعارض ہے دونوں عادل ہیں اور ایک کا قول چھوڑکر دوسرے کا اخذ کرنا ترجیح بلا مرجح ہے - پس یہ جرح اُن کی باقی روایات کے ردّ کا موجب نہیں - اسواسطے کہ نسیان سے یہ حکم اُس نے لگایا ہے - اور نسیان عادل ضابط کا - اوس کی سب روایات کے ردّ کا موجب نہیں - اور اگر شیخ نے روایت کا انکار احتمالی لفظوں سے کیا جیسے کہ کہے مجھے اُسکا روایت کرنا یاد نہیں - یا یوں کہے میں اس روایت کو نہیں جانتا تو صحیح قول میں یہ حدیث مقبول ہے - اسواسطے کہ انکار شیخ کا نسیان پر حمل کیا جائیگا - اور بعض (یعنی امام ابو یوسف رح کما فی التوضیح) فرماتے ہیں کہ وہ حدیث قبول نہ کی جاسے گی

اسواسطے کہ اثبات حدیث میں فرع تابعی اصل کے ہے - اصل اگر حدیث کو ثابت
رکھے تو فرع کی حدیث بھی ثابت ہوگی - اوراسیطرح مناسب ہے کہ موقوف علیہ
حدیث بھی اصل پر نفی کے ثابت ہونے میں فرع اور تابع ہووے پس جب
اصل نے انکار کردیا تو فرع سے بھی قبول نہ کی جاوے - لیکن یہ عدم قبولیت کی توجیہ
منعقب علیہ ہے اسواسطے کہ فرع کی عدالت اسکے صدق کی مقتضی ہے - اور
اصل کا فرع کی حدیث سے بے خبر ہونا فرع کے صدق کی نفی نہیں کرتا اسواسطے
کہ وہ مثبت جازم ہے - اور مثبت علم کا نافی پر مقدم ہے - اور روایت حدیث
کو شہادت پر قیاس کرلینا کہ تکذیب کرتی اصل کی واسطے فرع کے شہادت میں جرح
ہے اور روایت حدیث میں بھی ویسا ہی ہونا چاہیئے یہ قیاس فاسد ہے - اسواسطے
کہ اصل کے گواہی پر قادر ہوتے ہوئے فرع کی گواہی نہیں سنی جاتی بخلاف روایت
حدیث کے کہ وہاں مسموع ہے - پس یہ دونوں جدا جدا ہوگئے - ایک الحاق دوسرے
پر قیاس نہیں ہوسکتا - دوم فرق انمیں یہہ ہے کہ شہادت احرار سے ہی سنی جاتی ہے
اور روایت حدیث عبید سے بھی لی جاتی ہے - سوم یہ کہ شہادت میں دو عورتوں
کی گواہی ایک مرد کی گواہی کی جگہہ ہوکر قبول ہوتی ہے - اور روایت میں ایک
عورت کی روایت مقبول ہے - چہارم شہادت کے واسطے دو مردوں کا ہونا ضروری
ہے اور حدیث ایک سے بھی لی جاتی ہے - پنجم شہادت میں بالغ ہونا شرط ہے
اور روایت حدیث میں یہ شرط نہیں اگر سمجھدار لڑکا پانچ برس سے زائد عمر کا
روایت کرے تو وہ بھی مقبول ہے - غرضیکہ روایت مساوی شہادت کے شروط میں
نہیں - بلکہ شہادت کے شروط بہت تنگ ہیں - اور روایت کے وسیع ہیں اس لئے روایت
شہادت پر قیاس نہیں ہوسکتی - اور اس نوع من حدث ونسی میں حافظ دارقطنی
نے اسی نام کی ایک کتاب لکھی ہے اور اس کتاب میں دو دلائل ہیں جو اصح مذہب کی
تقویت کرتے ہیں - اسواسطے کہ بہت مشائخ نے ایک وقت میں روایت کی - اور
پھر دوبارہ ایک زمانہ کے بعد جب انپر وہی حدیثیں پیش کی گئیں - تو ان کو ان احادیث کا

حَدَّثَنِیْ فُلَانٌ اِلٰی اٰخِرِہٖ اَوِ الْفِعْلِیَّۃِ کَقَوْلِہٖ دَخَلْنَا عَلٰی
فُلَانٍ فَاَطْعَمَنَا تَمْرًا اِلٰی اٰخِرِہٖ اَوِ الْقَوْلِیَّۃِ اَوِ الْفِعْلِیَّۃِ مَعًا
کَقَوْلِہٖ حَدَّثَنِیْ فُلَانٌ وَھُوَ اٰخِذٌ بِلِحْیَتِہٖ
قَالَ اٰمَنْتُ بِالْقَدْرِ اِلٰی اٰخِرِہٖ (فَھُوَ الْمُسَلْسَلُ) وَھُوَ مِنْ
صِفَاتِ الْاِسْنَادِ- وَقَدْ یَقَعُ التَّسَلْسُلُ فِیْ مُعْظَمِ الْاِسْنَادِ [ای اکثر الاسناد ۱۲]
کَحَدِیْثِ الْمُسَلْسَلِ بِالْاَوَّلِیَّۃِ فَاِنَّ السِّلْسِلَۃَ یَنْتَھِیْ فِیْہِ اِلٰی
سُفْیَانَ بْنِ عُیَیْنَۃَ فَقَطْ وَمَنْ رَوَاہُ مُسَلْسَلًا اِلٰی مُنْتَھَاہُ
فَقَدْ وَھِمَ-)

ای غلط ۱۲

مسلسل اسناد کا بیان

اور اگر راویان حدیث کے اسناد میں الفاظِ ادا وغیرہ حالات قولیہ اور فعلیہ
اور حالیہ میں متفق ہو جاویں تو وہ اسناد مُسَلْسَل ہے الفاظ ادا میں
اتفاق اس طرح ہو کہ راوی کہے سَمِعْتُ فُلَانًا قَالَ سَمِعْتُ فُلَانًا یعنے
فلاں سے سنا اُس نے کہا میں نے فلاں سے سنا ہے یا یوں کہے حَدَّثَنَا
فُلَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَانٌ مجھے فلاں نے حدیث کہی اُس نے کہا مجھ سے
فلاں نے حدیث کہی ہے۔ یا ان لفظوں کے سوا اور الفاظِ ادا میں
اتفاق کریں جیسے کہ اَخْبَرَنَا و اَنْبَاَنَا کو استعمال کریں۔ اور حالات قولیہ
میں اتفاق اس طرح ہے کہ راوی کہے سَمِعْتُ فُلَانًا یَقُوْلُ اَشْھَدُ بِاللّٰہِ لَقَدْ
حَدَّثَنِیْ فُلَانٌ یعنے فلاں سے سُنا وہ کہتا ہے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں
فلاں نے مجھ سے حدیث کہی ہے پھر اخیر تک راوی باقی راویوں کے اقوال
اُس روایت میں بیان کرتا جاوے۔ اور حالات فعلیہ میں اتفاق اسطرح ہے کہ
راوی کہے دَخَلْنَا عَلٰی فُلَانٍ فَاَطْعَمَنَا تَمْرًا۔ ہم فلاں صاحب کے پاس گئے
اُس نے ہمیں تازے چھوہارے کھلائے۔ اور آخر تک راویوں کے افعال

حالات اُس میں بیان کرتا جاوے۔ گاہے قولی وفعلی دونوں حالتوں میں ہوتا اتفاق ہوجاتا ہے جیسے کہ راوی کہے حَدَّثَنِیْ فُلَانٌ وَهُوَ اٰخِذٌ بِلِحْيَتِهٖ قَالَ اٰمَنْتُ بِالْقَدْرِ۔ فلان نے مجھ سے حدیث کہی اُس حالت میں کہ آپنے داہنی ہاتھ میں پکڑی ہوئے تھا اور کہا کہ ایمان لایا میں خدا تعالیٰ کی تقدیر کے ساتھ پھر آخر تک راوی۔ راویان حدیث کے اقوال افعال اُس میں بیان کرتا جائے اور یہ تسلسل اسناد کی صفت ہے۔ حدیث کی صفت نہیں کہا جاتا ہے سَنَدٌ مُسَلْسَلٌ اور یہ نہیں کہا جاتا کہ حَدِیْثٌ مُسَلْسَلٌ۔ اور گاہے تسلسل اکثر سند میں چلا جاتا ہے جیسے کہ حدیث مسلسل بالاولیہ (اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ مرویہ ابوداؤد وترمذی) میں ہے تسلسل اس میں سفیان بن عیینہ تک ختم ہوجاتا ہے اور جس نے اُس کو سرے تک مسلسل روایت کیا ہے اُس نے غلطی کی ہے

صِيَغُ الْاَدَاۗءِ

(وَصِيَغُ الْاَدَاۗءِ) اَلْمُشَارُ اِلَيْهَا عَلٰی ثَمَانِ مَرَاتِبَ الْاُوْلٰی سَمِعْتُ وَحَدَّثَنِیْ ثُمَّ اَخْبَرَنِیْ وَقَرَأْتُ عَلَيْهِ) وَهِیَ الْمَرْتَبَةُ الثَّانِيَةُ (ثُمَّ قُرِئَ عَلَيْهِ وَاَنَا اَسْمَعُ) وَهِیَ الثَّالِثَةُ (ثُمَّ اَنْبَاَنِیْ) وَهِیَ الرَّابِعَةُ (ثُمَّ نَاوَلَنِیْ) وَهِیَ الْخَامِسَةُ (ثُمَّ شَافَهَنِیْ) اَیْ بِالْاِجَازَةِ وَهِیَ السَّادِسَةُ (ثُمَّ كَتَبَ اِلَیَّ) اَیْ بِالْاِجَازَةِ وَهِیَ السَّابِعَةُ (ثُمَّ عَنْ وَنَحْوِهَا) مِنَ الصِّيَغِ الْمُحْتَمِلَةِ لِلسَّمَاعِ وَالْاِجَازَةِ وَلِعَدَمِ السَّمَاعِ اَيْضًا۔ وَهٰذَا مِثْلُ قَالَ وَذَكَرَ وَرَوٰی فَاللَّفْظَانِ (الْاَوَّلَانِ) مِنْ صِيَغِ الْاَدَاۗءِ وَهُمَا سَمِعْتُ وَحَدَّثَنِیْ صَالِحَانِ (لِمَنْ سَمِعَ وَحْدَهٗ

من لفظ الشيخ) وتخصيص التحديث بما سمع من لفظ
الشيخ هو الشائع بين اهل الحديث اصطلاحا ولا فرق بين
التحديث والاخبار من حيث اللغة وفي ادعاء الفرق بينهما
تكلف شديد - لكن لما تقرر في الاصطلاح صار ذلك حقيقة
عرفية فتقدم على الحقيقة اللغوية مع ان هذا الاصطلاح
انما شاع عند المشارقة ومن تبعهم - واما غالب المغاربة
فلم يستعملوا هذا الاصطلاح بل الاخبار والتحديث عندهم
بمعنى واحد (فان جمع الراوي) اي اتى بصيغة الاولى
جمعا كان يقول حدثنا فلان او سمعنا فلانا يقول (فهو)
دليل على انه سمع منه مع غيره) وقد يكون النون للعظمة لكن
بقلة (واولها) اي صيغ المراتب (اصرحها) اي اصرح صيغ
الاداء في سماع قائلها لانها لا تحتمل الواسطة - ولان حدثني قد
يطلق في الاجازة تدليسا (وارفعها) مقدارا (ما يقع في الاملاء)
لما فيه من التثبت والتحفظ (والثالث) وهو اخبرني (والرابع) وهو
قرات عليه (لمن قرا بنفسه) على الشيخ (فان جمع) كان
يقول اخبرنا او قرانا عليه (فهو الخامس) وهو قرئ عليه وانا
اسمع وعرف من هذا ان التعبير بقرات لمن قرا خير من
التعبير بالاخبار لانه افصح بصورة الحال)

حدیث کے ادا کرنیکے الفاظ

روایت حدیث کو ادا کرنے کے الفاظ مشار الیہا آٹھ مرتبوں پر ہیں۔ پہلا مرتبہ
ان الفاظ کا سمعت اور حدثنی ہے۔ اور دوسرا مرتبہ اخبرنی اور قرات
علیہ ہے۔ تیسرا مرتبہ قرئ علیہ وانا اسمع ہے۔ چوتھا مرتبہ۔ انبانی

ص ۱۰ سطر ۱۵ حقیقت عرفی … حقیقت لغوی پر مقدم … جاوے گی باوجودیکہ

یعنی استاذ تلمیذ سے لکھائے اِن الفاظ کے عالی ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اِس صورت میں
بہ نسبت سرسری سماع کے جانبین استاذ اور تلمیذ میں تثبت و تحفظ زیادہ ہے
اور تیسرا قسم الفاظ ادا سے صیغہ اَخْبَرَنِی کا قسم رابع یعنی قَرَأْتُ عَلَیْہِ کی طرح ہے
اور یہ لفظیں اس راوی کے واسطے مقرر ہیں جو شیخ کو اپنے حفظ سے یا کتاب سے
حدیثیں پڑھکر سناوے (خواہ شیخ اُن احادیث کو یاد رکھتا ہو یا نہ۔ لیکن اصل کتاب کو
شیخ خود یا کوئی ثقہ غیر شیخ کے بوقت قراءت راوی کے دیکھتا ہو) اور اگر راوی جمع
کے صیغے اَخْبَرَنَا و قَرَأْنَا عَلَیْہِ کہے تو وہ قسم خامس قُرِئَ عَلَیْہِ وَاَنَا اَسْمَعُ کے
شامل ہونگے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس نے استاذ کو پڑھکر سنایا ہو اس کو اَخْبَرَنِی
کے بدل قَرَأْتُ عَلَیْہِ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اسواسطے کہ صورت الحال کی اس
لفظ میں زیادہ وضاحت ہے۔

تنبیہ

اَلْقِرَأَتُ عَلَی الشَّیْخِ اَحَدُ وُجُوْہِ التَّحَمُّلِ عِنْدَ الْجُمْھُوْرِ
وَاَبْعَدَ مَنْ اَبیٰ ذٰلِکَ مِنْ اَھْلِ الْعِرَاقِ۔ وَقَدِ اشْتَدَّ اِنْکَارُ الْاِمَامِ
مَالِکٍ وَغَیْرِہٖ مِنَ الْمَدَنِیِّیْنَ عَلَیْھِمْ فِیْ ذٰلِکَ حَتّٰی بَالَغَ بَعْضُھُمْ
فَرَجَّحَھَا عَلَی السَّمَاعِ مِنْ لَفْظِ الشَّیْخِ وَذَھَبَ جَمْعٌ جَمٌّ مِنْھُمُ الْبُخَارِیُّ وَ
حَکَاہُ فِیْ اَوَائِلِ صَحِیْحِہٖ عَنْ جَمَاعَۃٍ مِنَ الْاَئِمَّۃِ اِلٰی اَنَّ السَّمَاعَ مِنْ
لَفْظِ الشَّیْخِ وَالْقِرَاءَۃَ عَلَیْہِ یَعْنِیْ فِی الصِّحَّۃِ وَالْقُوَّۃِ سَوَاءٌ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ
(وَالْاِنْبَاءُ) مِنْ حَیْثُ اللُّغَۃِ وَاصْطِلَاحِ الْمُتَقَدِّمِیْنَ بِمَعْنَی
الْاِخْبَارِ اِلَّا فِیْ عُرْفِ الْمُتَاَخِّرِیْنَ فَھُوَ لِلْاِجَازَۃِ کَعَنْ)
لِاَنَّھَا فِیْ عُرْفِ الْمُتَاَخِّرِیْنَ لِلْاِجَازَۃِ (وَعَنْعَنَۃُ الْمُعَاصِرِ
مَحْمُوْلَۃٌ عَلَی السَّمَاعِ) بِخِلَافِ غَیْرِ الْمُعَاصِرِ فَاِنَّھَا تَکُوْنُ مُرْسَلَۃً

او منقطعة - فشرطها حملها على السماع ثبوت المعاصرة (الا من
المدلس) فانها ليست محمولة على السماع (وقيل يشترط
في حمل عنعنة المعاصر على السماع ثبوت لقائهما) اي الشيخ
والراوي عنه (ولو مرة) واحدة ليحصل الامن في باقي
العنعنة عن كونه من المرسل الخفي (وهو المختار) تبعا
لعلي بن المديني والبخاري وغيرهما من النقاد (و
اطلقوا المشافهة في الاجازة المتلفظ بها) تجوزا (و
كذا المكاتبة في الاجازة المكتوب بها)
وهو موجود في عبارة كثير من المتأخرين بخلاف
المتقدمين فانهم انما يطلقونها فيما كتبه الشيخ من
الحديث الى الطالب سواء اذن له في روايته ام لا فيما
اذا كتب اليه بالاجازة فقط)

لا يطلقها المتقدمون فيما اذا كتب اليه بالاجازة ۱۲

تنبیہ

استاذ کو اپنے حفظ یا کتاب سے پڑھکر سنانا جمہور محدثین کے نزدیک منجملہ وجوہات تحمل اور اخذ حدیث سے ایک وجہ ہے - اور جو اہل عراق میں سے ابو عاصم اور وکیع اور عبد الرحمن لحمی نے اس امر کا انکار کیا ہے تو یہ انکار انکا راہ صواب سے بہت دور واقعہ ہوا ہے۔ امام مالک اور دیگر علماء مدینہ منورہ نے ان عراقیوں کے قول کا سخت انکار کیا۔ بلکہ امام مالک نے عبد الرحمن لحمی کو جو آپکے پاس موطا پڑھتا تھا اس بات کے سننے پر کہ وہ قراءۃ علی الشیخ کو سماع کی مکتفی نہیں جانتا اپنی مجلس سے نکالدیا تھا۔ اور فرمایا کرتے تھے جب قراءت علی الشیخ قران میں جائز ہے جو حدیث سے بڑھکر ہے تو پھر حدیث میں کیوں نہ جائز ہووے۔ اور علماء مدینہ طیبہ میں سے بعض علما یعنی محمد بن عبد الرحمن المعروف بابن ابی الذئب نے یہانتک مبالغہ کیا

کہ قراءت علی الشیخ کو شیخ کے مسموعہ لفظ پر ترجیح دیدی ہے - وجہ ترجیح کی یہ ہے کہ
سہو کو طالب بسبب عدم علمیت خود یا ہیبت استاذ کے اصلاح نہیں کر سکتا -
اور قراءت علی الشیخ میں استاذ طالب کو اسکی غلطی پر متنبہ کر سکتا ہے - امام اعظم ابو حنیفہ
کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں - ایک قول تو یہ ہے کہ شیخ کو سنانا اور شیخ کی کتاب سے
سننا دونوں مساوی ہیں - دوم قول یہ ہے کہ شیخ اگر اپنے حفظ سے سنائے تو مرجح
ہے - نقلہ الشیخ ابن الہمام رح فی کتاب التحریر - اور محدثین کی ایک بڑی جماعت جن میں
امام بخاری رح بھی ہیں اس طرف گئے ہیں کہ شیخ سے سننا اور شیخ کو سنانا صحت اور قوت میں
دونوں مساوی ہیں - اور اس قول کو امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح کے اوائل کتاب العلم
کے باب القراءت والعرض علی المحدث میں آئمہ حدیث کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے -
زعراقی کہتے ہیں جمہور علماء مشرق اسپر ہیں کہ شیخ کو سنانے کی نسبت شیخ سے سننا مرجح ہے
اور صحیح بھی یہی ہے - اور انباء کا لفظ لغت اور متقدمین کی اصطلاح کے روسے
اخبار کا معنے دیتا ہے یعنی انباءنا کا لفظ اجازت میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ حرف عَنْ
متاخرین کے نزدیک اجازت میں مستعمل ہوتا ہے - اسیطرح انباء کو بھی وہ لوگ اجازتنا
میں استعمال کرتے ہیں - اور حدیث عَنْعَنَہ اُس معاصر کی جس کی عدم ملاقات
ثابت نہو محمول بر سماع ہے برخلاف غیر معاصر کے اسواسطے کہ غیر معاصر کی حدیث مرویہ
بحرف عَنْ اگر وہ تابعی ہے تو مُرسَل ہوگی اور تابعی نہیں تو مُنقَطِع ہوگی - پس شرط
حمل کرنے عنعنہ کی سماع پر محمول نہیں جبتک کہ کسی دوسری متصل سند سے وارد نہو -
اور بعض نے کہا ہے عنعنہ معاصر کو سماع پر حمل کرنے میں استاذ شاگرد کا لقا شرط ہے -
گو ایک ہی دفعہ آپس میں اُنکی ملاقات ہوئی ہو - تاکہ اُس راوی کی باقی روایات
معنعنہ میں مرسل خفی ہونے سے امن ہو جاوے - اور یہی قول پسند کیا ہوا جمہور
متاخرین کا ہے - باتباع ابن المدینی و امام بخاری و دیگر جماعت نقاد کے - اور اجازت
لفظی میں جو استاذ شاگرد کو حدیث روایت کرنے کی اجازت لفظاً دیوے - متاخرین
نے اس اجازت لفظی میں مشافہت کو مجازاً بطور وضع عام کے بجائے خاص استعمال کیا ہے

مقترن بالاذن ہونا۔ جب مناولہ نے شرط مذکورہ حاصل کی تو اجازت کے سب اقسام پر (جو قراءت وسماع سے کم درجہ رکھتے ہیں) فایق ہو جاوے گی (امام ابو حنیفہ اور امام شافعی وغیرہما کا یہی مذہب ہے۔ اور امام مالک کہتے ہیں مناولہ مشروط بالاذن قوت میں سماع کے برابر ہے۔ ذکرہ النووی فی التقریب۔ قاضی زکریا شرح الفیہ عراقی میں ذکر کرتے ہیں کہ ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ مناولہ سماع سے بھی اولی ہے۔ لیکن مختار قول اول ہی ہے) اور وجہ فایق ہونے مناولہ کی یہ ہے کہ شیخ اپنی اصلی کتاب یا اوس کی نقل طالب کو دیوے۔ یا طالب خود شیخ کی اصل کتاب شیخ کے سامنے کرے اور ان دونوں صورتوں میں شیخ طالب کو یہ فرماوے کہ یہ احادیث فلاں سے میری روایت ہے تم آگے مجھسے اُن کو روایت کرو۔ اور اصل دلیل مناولہ کی وہ ہے جو کہ امام بخاری اپنی صحیح کی کتاب العلم میں تعلیقاً لاے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ایک لشکر کے امیر کو ایک خط لکھا دیا۔ اور فرمایا جبتک فلاں فلاں جگہ میں تم نہ پہونچ جاؤ اُسوقت تک اُسکو نہ پڑھنا۔ اور وہ امیر جب مشارٌ الیہ جگہ پر پہونچا تو اُسوقت وہ نامہ مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لوگوں کو پڑھکر سنایا۔ اور آپکے فرمان عالیشان سے انکو مطلع کیا۔ اور دوسری شرط مناولہ کے فائق ہونے کی یہ ہے کہ شیخ طالب العلم کو اپنے مرویات پر دسترس تملیک سے یا عاریت سے دیوے تاکہ شیخ کے نسخہ سے نقل کرکے مقابلہ کرلیوے۔ اور اگر شیخ نے طالب کو اپنا نسخہ ملک نہ کیا اور نہ عاریتاً دیا۔ اور نقل و مقابلہ کرنے تک طالب کے پاس نہ چھوڑا بلکہ دیکر جلدی ہی واپس کرلیا تو اس صورت میں اجازت کے باقی اقسام پر مناولت فائق نہوگی۔ لیکن اجازت معینہ پر فائق ہوویگی۔

اَلْاِجَازَةُ الْمُعَيَّنَةُ

وَهِيَ اَنْ يُجِيْزَهُ الشَّيْخُ بِرِوَايَةِ كِتَابٍ مُعَيَّنٍ وَيُعَيِّنَ لَهُ كَيْفِيَّةَ

اور وصیت میں نہیں رکھتے۔

اَلْوِجَادَةُ

(وَكَذَا اشْتَرَطُوا الْاِذْنَ فِي الْوِجَادَةِ) وَهِيَ اَنْ يَجِدَ بِخَطٍّ يَعْرِفُ كَاتِبَهٗ۔ فَيَقُوْلُ وَجَدْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ۔ وَلَا يَسُوْغُ فِيْهِ اِطْلَاقُ اَخْبَرَنِيْ بِمُجَرَّدِ ذٰلِكَ۔ اِلَّا اَنْ كَانَ لَهٗ مِنْهُ اِذْنٌ بِالرِّوَايَةِ عَنْهُ۔ وَاَطْلَقَ قَوْمٌ ذٰلِكَ فَغَلِطُوْا)

وجادت کا بیان

اور وجادت میں بھی محدثین نے اذن کو شرط رکھا ہے۔ اور وجادت کی صورت یہ ہے کہ طالب حدیث کو ایسے خط میں لکھی ہوئی پائے جسکے کاتب کو جانتا ہو اور اُس کو روایت کرتے وقت یوں کہے میں نے یہ حدیث فلاں محدث کے خط سے لکھی ہوئی پائی ہے اور جبتک کہ طالب کو اُس کاتب شیخ سے پہلے اذن روایت کرنے کا نہ مل چکا ہو۔ فقط اس وجدان پر اَخْبَرَنِیْ کا لفظ استعمال نہیں کر سکتا۔ اور بعض نے مجرد وجدان پر اخبرنی کا اطلاق کیا ہے لیکن وہ اس میں خطاکار ٹھہرائے گئے ہیں۔

اَلْوَصِيَّةُ بِالْكِتَابِ

(وَكَذَا الْوَصِيَّةُ بِالْكُتُبِ) وَهُوَ اَنْ يُوْصِيَ عِنْدَ مَوْتِهٖ اَوْ سَفَرِهٖ لِشَخْصٍ مُعَيَّنٍ بِاَصْلِهٖ اَوْ بِاُصُوْلِهٖ فَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ يَجُوْزُ اَنْ يَرْوِيَ تِلْكَ الْاُصُوْلَ

عَنْہُ بِمُجَرَّدِ ھٰذِہِ الْوَصِیَّۃِ وَاَبٰی ذٰلِکَ الْجُمْھُوْرُ اِلَّا اَنْ کَانَ لَہٗ مِنْہُ اِجَازَۃٌ)

کتاب کی وصیت کرنے کا بیان

اور مناولت اور وجادت کی طرح وصیت کتاب میں بھی جمہور محدثین نے اذن کو شرط رکھا ہے - آئمہ متقدمین کی ایک جماعت تو کہتی ہے کہ بمجرد وصیت سے موصی لہ کو وہ کتاب یا کتابیں روایت کرنی جائز ہیں - اور جمہور اس جواز کا انکار کرتے ہیں - مگر اس صورت میں کہ اس کو روایت کرنے کا اذن بھی ہو - اور صورت وصیت کتاب کی یہ ہے کہ کوئی محدث مرتے وقت یا سفر کرتے وقت کتب حدیث کے کسے اصل یا اصول کی کسی معین شخص کو وصیت کر جاوے -

اَلْاِعْلَامُ

(وَ) کَذَا اشْتَرَطُوا الْاِذْنَ بِالرِّوَایَۃِ (فِی الْاِعْلَامِ) وَھِیَ اَنْ یُعْلِمَ الشَّیْخُ اَحَدَ الطَّلَبَۃِ بِاَنَّنِیْ اَرْوِی الْکِتَابَ الْفُلَانِیَّ عَنْ فُلَانٍ فَاِنْ کَانَ لَہٗ مِنْہُ اِجَازَۃٌ اُعْتُبِرَ وَاِلَّا فَلَا عِبْرَۃَ بِذٰلِکَ کَالْاِجَازَۃِ الْعَامَّۃِ) فِی الْمُجَازِ لَہٗ - لَا فِی الْمُجَازِ بِہٖ کَاَنْ یَّقُوْلَ اَجَزْتُ لِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ اَوْ لِمَنْ اَدْرَکَ حَیَاتِیْ اَوْ لِاَھْلِ الْاِقْلِیْمِ الْفُلَانِیِّ اَوْ لِاَھْلِ الْبَلْدَۃِ الْفُلَانِیَّۃِ وَھُوَ اَقْرَبُ لِلصِّحَّۃِ لِقُرْبِ الْاِنْحِصَارِ)

اعلام کا بیان

اور اسیطرح محدثین نے اعلام کی روایت میں بھی اذن کو شرط رکھا ہے اور اعلام یہ ہے کہ طلبۃ العلم میں سے کسی ایک طالب کو شیخ اس امر کی خبر دیوے کہ حدیث کی

فلاں کتاب میں فلاں شیخ سے روایت کرتا ہوں۔ پس اس طالب کو اگر شیخ سے اجازت
روایت کرنے کی ہے تو یہ اعلام بھی معتبر ہوگا۔ اور اگر اجازت شیخ نے اسکو نہیں دی
ہوئی تو یہ اعلام غیر معتبر ہے اس اعلام سے اس کتاب کو نہیں روایت کرسکتا۔ اکثر محدثین
اسی پر ہیں ابن الصلاح فرماتے۔ مختار قول یہی ہے۔ اور بہت محدثین اور فقہا اور
اصولی علما اسکے جواز پر ہیں۔ انتہے۔ یہانتک کہ قاضی رامہرمزی فرماتے ہیں کہ اعلام
کرتے وقت اگر شیخ طالب کو یہ بھی کہدیوے کہ یہ میرے مرویات ہیں لکن تم ان کو
مجھ سے روایت نہ کرنا تو بھی یہ روکنا طالب کی روایت کرنے کو مضر نہوگا۔ قاضی
عیاض اس قول کی تائید بتلاتے ہیں کہ قاضی رامہرمزی کا قول صحیح ہے اسواسطے
کہ شیخ روایت کرچکا ہے اب اوس کو رد نہیں کرسکتا) جیسی کہ اجازت عامہ مجازلہ
یعنی طالب کے واسطے معتبر نہیں اسیطرح اعلام میں بھی معتبر نہیں اور مجازبہ یعنی
حدیث میں معتبر ہے اجازت عامہ کی صورت مجازبہ میں یہ ہے کہ شیخ طالب کو
کہدیوسے اجزت لک جمیع مسموعاتی اور مرویاتی۔ میں تمکو اپنی سب مسموعہ احادیث
کی اجازت دیتا ہوں یا یوں کہے میں سب اپنی مرویات کی تمہیں اجازت دیتا ہوں۔
اور اجازت عامہ کی صورت مجازلہ میں یہ ہے کہ شیخ لکھے سب مسلمانوں کو میں
اپنی روایت کی اجازت دیتا ہوں۔ یا یوں کہے جو شخص میری زندگانی پائے
اس کو میں اجازت دیتا ہوں یا یوں کہے فلاں اقلیم کے لوگوں کو میں اجازت دیتا
ہوں۔ یا یوں کہے فلاں شہر کے لوگوں کو میں اجازت دیتا ہوں اور یہ اخیر قسم
سہو الاصحت کی جانب زیادہ قریب ہے اسواسطے کہ اس میں انحصار ہے عراقی
کہتے ہیں اجازت عامہ جب حاضر وصف سے مقید کی جاوے تو وہ جواز کیطرف
اقرب ہے

اَلْاِجَازَةُ لِلْمَجْهُوْلِ وَالْمَعْدُوْمِ

(وَ) كَذَا الْاِجَازَةُ (لِلْمَجْهُوْلِ) كَاَنْ يَقُوْلَ مُبْهَمًا اَوْ مُهْمَلًا ۱ وَكَذٰلِكَ

اورا جازت معدوم وغیرہ سب بقول استاذ ابن الصلاح کے وسعت ناپسند ہے اسواسطے کہ خاص اجازت معینہ کی صحت میں بھی متقدمین کے نزدیک اختلاف قوی ہے۔ گو متاخرین کے نزدیک اسپر عمل ہو گیا ہے۔ تو بھی سماع سے بالاتفاق کم درجہ میں ہے پھر اجازت میں اس طرح سال مذکور بسبب جہالت مجاز لہ کے حاصل ہو جائے تو ضعف اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ لیکن ہر طرح حدیث کو متصل کرکے لانے سے یہ بھی بہتر ہے اسواسطے کہ اس میں سند کی رعایت تو ہے جو خاصہ ہے اس امت مرحومہ کا۔ یہاں تک الفاظ اداء اور اُسکے اقسام پر بحث ختم ہوتی ہے۔

اَلْمُتَّفِقُ وَالْمُفْتَرِقُ

ثُمَّ الرُّوَاةُ اِنِ اتَّفَقَتْ اَسْمَاؤُهُمْ وَاَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ فَصَاعِدًا وَاخْتَلَفَتْ اَشْخَاصُهُمْ سَوَاءٌ اتَّفَقَ فِيْ ذٰلِكَ اثْنَانِ مِنْهُمْ اَمْ اَكْثَرُ كَذٰلِكَ اِذَا اتَّفَقَ اثْنَانِ فَصَاعِدًا فِي الْكُنْيَةِ وَالنِّسْبَةِ (فَهُوَ النَّوْعُ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ الْمُتَّفِقُ وَالْمُفْتَرِقُ) وَفَائِدَةُ مَعْرِفَتِهِ خَشْيَةُ اَنْ يُظَنَّ الشَّخْصَانِ شَخْصًا وَاحِدًا۔ وَقَدْ صَنَّفَ فِيْهِ الْخَطِيْبُ كِتَابًا حَافِلًا۔ وَقَدْ لَخَّصْتُهُ وَزِدْتُ عَلَيْهِ اَشْيَاءَ كَثِيْرًا۔ وَهٰذَا عَكْسُ مَا تَقَدَّمَ مِنَ النَّوْعِ الْمُسَمّٰى بِالْمُهْمَلِ لِاَنَّهُ يُخْشٰى فِيْهِ اَنْ يُظَنَّ الْوَاحِدُ اثْنَيْنِ۔ وَهٰذَا يُخْشٰى اَنْ يُظَنَّ الْاِثْنَانِ وَاحِدًا)

نوع متفق اور مفترق کا بیان

اگر سند کے راویوں کے نام اور اُنکے آباء و اجداد کے نام اوپر تک آپس میں متفق ہو جاویں (جیسے احمد بن جعفر بن حمدان ہے۔ اس نام میں چار راوی مشترک ہیں) اور اشخاص اُنکے مختلف ہوں برابر ہے اس میں کہ فقط دو ہی نام متفق ہوں

فجمع فيه كتابين كتاب في مشتبه الأسماء وكتاب في مشتبه النسبة - وجمع شيخه الدارقطني في ذلك كتاباً حافلاً - ثم جمع الخطيب ذيلاً - ثم جمع الجميع أبو نصر بن ماكولا[1] في كتابه الإكمال واستدرك عليهم في كتاب آخر جمع أوهامهم وبيّنها - وكتابه من أجمع ما جمع في ذلك وهو عمدة كل محدث بعده - وقد استدرك عليه أبو بكر بن نقطة ما فاته أو تجدد بعده في مجلد ضخم ثم ذيل عليه منصور بن سليم بفتح السين في مجلد لطيف وكذلك أبو حامد بن الصابوني وجمع الذهبي في ذلك مختصراً جداً اعتمد فيه على الضبط بالقلم فكثر فيه الغلط والتصحيف المباين لموضوع الكتاب - وقد يسّر الله تعالى لتوضيحه في كتاب سميته تبصير المنتبه بتحرير المشتبه وهو مجلد واحد فضبطته بالحروف على الطريقة المرضية وزدت عليه شيئاً كثيراً مما أهمله أو لم يقف عليه والحمد لله على ذلك ؛

مؤتلف اور مختلف کا بیان

اور اگر راویوں کے نام خط اور کتابت میں یکساں ہوں - اور تلفظ میں مختلف ہوں

---

[1] قوله ابن ماكولا هو الأمير سعد الملك أبو نصر علي بن هبة الله بن علي بن جعفر بن ملكان بن محمد المعروف بابن ماكولا أصله من جرباذقان من نواحي أصفهان كان أبوه وزيراً لقائم بأمر الله جلال الدولة وعمه حسن بن جعفر قاضياً على بغداد - ولد في عكبرا بلدة على ناحية الدجلة على عشرة فراسخ من بغداد سنة ٤٢١ وسمع الحديث ورحل إلى خراسان والعراق والشام وبلاد مصر والجبال وما وراء النهر والجزيرة وغيرها من بلاد الإسلام وأخذ من أبي طالب بن غيلان وأبي بكر بن بشران وأبي القاسم بن شاهين وأبي الطيب الطبري وصار حافظاً متقناً وإماماً علامة منقطع النظير وصنف التصانيف المفيدة منها الإكمال لأسماء الرجال قال ابن خلكان إكماله في غاية الإفادة في رفع الالتباس والضبط والتقييد وعليه اعتماد المحدثين وأرباب هذا الشأن لم يوضع مثله وما يحتاج الأمير مع هذا الكتاب إلى فضيلة أخرى وفيه دلالة على كثرة اطلاعه وضبطه وإتقانه رحمه الله وسبب وفاته أنه قتله عبيده الأتراك الذين كانوا في خدمته بجرجان أو خراسان وأخذوا ماله [illegible] ۱۲

ثُمَّ ذَيَّلَ عَلَيْهِ اَيْضًا بِمَا فَاتَهُ اَوَّلًا وَهُوَ كَثِيْرُ الْفَائِدَةِ)

نوع متشابہ کا بیان

اور اگر راویوں کے نام خط اور تلفظ میں یکساں ہوں اور انکے اباء کے نام باوجود
متفق خط کے تلفظ میں مختلف ہوں جیسے کہ محمد بن عقیل بفتحہ ع حرف عین اور
محمد بن عقیل بضمہ عین۔ پہلے صاحب تو نیشاپوری ہیں اور دوسرے صاحب
فریابی ہیں یعنے فریاب کے رہنے والے جو بلاد ترک میں ایک شہر ہے یہ دونوں
صاحب مشہور ہیں اور طبقہ انکا بھی متقارب ہی ہے۔ اور یا اس کو برعکس ہو یعنی
اسماء راویوں کے تلفظ میں مختلف ہوں اور خط میں متفق۔ اور انکے آباء کے اسماء
خط اور تلفظ دونوں میں متفق ہوں۔ جیسے کہ شُرَیح (ش رَی ح) ابن النعمان اور
سُرَیج (س رَی ج) ابن النعمان ہیں۔ پہلے صاحب تو شین معجمہ اور ح مہملہ کے ساتھ
ہیں اور تابعی ہیں حضرت علیؓ سے روایت رکھتے ہیں۔ اور دوسرے سین مہملہ
اور جیم کے ساتھ ہیں۔ اور یہ صاحب امام بخاری کے استادوں میں سے ہیں پس
جب راویوں کے ناموں کی صورت بطرز مذکور ہو تو یہ وہ نوع ہے جسکو متشابہ کہا
جاتا ہے (اور یہ نوع گذشتہ دو نوعوں سے مرکب ہے اسواسطے کہ اسمیں دو ناموں
میں سے ایک نام تو قسم متفق اور مفترق سے ہے اور دوسرا نام مؤتلف اور مختلف
سے ہے کما نص علیہ العراقی فی الالفیۃ) اور اسیطرح اگر اتفاق خط اور تلفظ کا راوی
کے نام اور راوی کے باپ کے نام میں واقع ہو جاوے اور نسبت میں اختلاف
ہو تو اسکو بھی متشابہ ہی کہا جاتا ہے۔ اور خطیب نے نوع متشابہ میں ایک
بہت عمدہ کتاب بنام تلخیص المتشابہ لکھی ہے۔ اور تیار کرنے کے بعد پھر اس کا
استدراک کیا ہے اور اپنے مافات کی تلافی کر کے کامل کر دیا۔ اور وہ کتاب اس باب
میں بہت ہی فائدہ مند ہے۔

المركب من المتشابه والمؤتلف والمختلف

ويتركب منه ومما قبله أنواع - منها أن يحصل
الاتفاق والاشتباه في الاسم واسم الأب إلا في حرف
أو حرفين فأكثر من أحدهما أو منهما وهو على قسمين إما
بأن يكون الاختلاف بالتغيير مع أن عدد الحروف ثابتة في الجهتين
أو يكون الاختلاف بالتغيير مع نقصان بعض الأسماء عن بعض
فمن أمثلة الأول محمد بن سنان بكسر السين المهملة ونونين
بينهما ألف وهم جماعة منهم العوقي بفتح العين والواو ثم القاف
شيخ البخاري - ومحمد بن سيار بفتح السين المهملة وتشديد الياء
التحتانية وبعد الألف راء وهم أيضا جماعة منهم اليمامي شيخ
عمر بن يونس - ومنها محمد بن حنين بضم الحاء المهملة ونونين
الأولى مفتوحة بينهما ياء تحتانية تابعي يروي عن ابن عباس
وغيره - ومحمد بن جبير بالجيم بعدها باء موحدة وآخره
راء وهو محمد بن جبير بن مطعم تابعي مشهور أيضا - ومن
ذلك معرف بن واصل كوفي مشهور - ومطرف بن واصل
بالطاء بدل العين شيخ آخر يروي عنه أبو حذيفة النهدي
ومنه أيضا أحمد بن الحسين صاحب إبراهيم بن سعد وآخرون
وأحيد بن الحسين مثله لكن بدل الميم ياء تحتانية وهو
شيخ بخاري يروي عنه عبد الله بن محمد البيكندي
ومن ذلك أيضا حفص بن ميسرة شيخ بخاري مشهور
من طبقة مالك - وجعفر بن ميسرة شيخ مشهور شيخ

لِعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مُوْسٰى الْكُوْفِيِّ الْاَوَّلُ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَالْفَاءِ
بَعْدَهَا صَادٌ مُهْمَلَةٌ - وَالثَّانِیْ بِالْجِیْمِ وَالْعَیْنِ الْمُهْمَلَةِ
بَعْدَهَا فَاءٌ ثُمَّ رَاءٌ - وَمِنْ اَمْثِلَةِ الثَّانِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَیْدٍ
جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ فِی الصَّحَابَةِ صَاحِبُ الْاَذَانِ وَاسْمُ جَدِّهٖ
عَبْدُ رَبِّهٖ - وَرَاوِیْ حَدِیْثُ الْوُضُوْءِ وَاسْمُ جَدِّهٖ عَاصِمٌ
وَهُمَا اَنْصَارِیَّانِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یَزِیْدَ بِزِیَادَةِ یَاءٍ فِیْ اَوَّلِ
اِسْمِ الْاَبِ وَالزَّاءُ مَكْسُوْرَةٌ - وَهُمْ اَیْضًا جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ فِی
الصَّحَابَةِ الْخَطْمِیُّ یُكْنٰی اَبَا مُوْسٰی وَحَدِیْثُهٗ فِی الصَّحِیْحَیْنِ
وَمِنْهُمُ الْقَارِیُّ لَهٗ ذِكْرٌ فِیْ حَدِیْثِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ
تَعَالٰی عَنْهَا وَقَدْ زَعَمَ بَعْضُهُمْ اَنَّهُ الْخَطْمِیُّ وَفِیْهِ نَظَرٌ -
وَمِنْهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یَحْیٰی وَهُمْ جَمَاعَةٌ - وَعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ
نُجَیٍّ بِضَمِّ النُّوْنِ وَفَتْحِ الْجِیْمِ وَتَشْدِیْدِ الْیَاءِ تَابِعِیٌّ مَعْرُوْفٌ
یَرْوِیْ عَنْ عَلِیٍّ (اَوْ) یَحْصُلُ الْاِتِّفَاقُ فِی الْخَطِّ وَالنُّطْقِ
لٰكِنْ یَحْصُلُ الْاِخْتِلَافُ اَوِ الْاِشْتِبَاهُ (بِالتَّقْدِیْمِ
وَالتَّاْخِیْرِ) اِمَّا فِی الْاِسْمَیْنِ جُمْلَةً (اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ)
كَاَنْ یَقَعَ التَّقْدِیْمُ وَالتَّاْخِیْرُ فِی الْاِسْمِ الْوَاحِدِ فِیْ بَعْضِ
حُرُوْفِهٖ بِالنِّسْبَةِ اِلٰی مَا یَشْتَبِهُ بِهٖ مِثَالُ الْاَوَّلِ الْاَسْوَدُ بْنُ
یَزِیْدَ وَیَزِیْدُ بْنُ الْاَسْوَدِ وَهُوَ ظَاهِرٌ - وَمِنْهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یَزِیْدَ
وَیَزِیْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ - وَمِثَالُ الثَّانِیْ اَیُّوْبُ ابْنُ سَیَّارٍ وَاَیُّوْبُ
بْنُ یَسَارٍ الْاَوَّلُ مَدَنِیٌّ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ وَالْاٰخَرُ مَجْهُوْلٌ)

وہ نوع جو متشابہ و مؤتلف و مختلف سے مرکب ہے

اور اس نوع متشابہ اور اس سے پہلے نوع یعنی مؤتلف و مختلف کے مرکب ہونے سے

کی انواع پیدا ہوتے ہیں جنکا مفہوم چند انواع پر صادق آتا ہے منجملہ اُن سے
ایک نوع یہ ہے کہ اس میں راوی یا راوی کے باپ کے نام میں یا دونوں کے
ناموں میں سوائے ایک یا دو حرفوں کے مثلاً باقی اکثر حرفوں میں اتفاق یا اشتباہ
پیدا ہو جاوے - اور یہ نوع دو قسم ہے - ایک قسم تو وہ ہے کہ دونوں ناموں میں
باوجود ثابت رہنے تعداد حرفوں کے ایک حرف میں یا دو حرفوں میں تغیر ہو -
اور دوم قسم وہ ہے کہ اختلاف دونوں ناموں میں کسی حرف کے متغیر ہونے سے
باوجود کم ہونے بعض اسماء کے بعض سے واقع ہو - پس پہلے قسم کی مثالوں
میں سے مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ (س ِ ن ا ن) ہے بکسرہ سین مہملہ دونوں نونوں
کے ساتھ جنکے درمیان میں الف ہے - اور اس نام کی ایک جماعت راویوں کی ہے
جن میں سے عَوَقِیُّ (ع َ و ق ی) بھی ہے بفتحہ عین و واو یا ثبات قاف
مکسورہ و یا ساکنہ امام بخاری کے استاذ ہیں (عوق بتحریک سہ حرف قبیلہ
عبد القیس کی ایک شاخ ہے اور نیز اس نام کا بصرہ میں ایک محلہ بھی ہے - یہ
بزرگ اس قبیلہ میں رہنے کی وجہ سے اس طرف منسوب ہوئے ہیں) اور دوسری
مثال قسم اول کی مُحَمَّدُ بْنُ سَیَّارٍ (س ی ا ر) ہے بفتحہ سین مہملہ و تشدید
یاء تحتانیہ جنکے پیچھے الف اور الف کے بعد حرف راء ہے (یہاں سنان اور سیار
کی رسم خطی میں توافق و تجانس ہے) اس نام والی بھی ایک جماعت ہے جنمیں
سے یمامی بھی ہیں منسوب بیمامہ عمر بن یونس کے استاذ - اور اسی قسم کی مثالوں
میں سے مُحَمَّدُ بْنُ حُنَیْنٍ (ح ن ی ن) بضمہ حاء مہملہ اور دو نونوں کے
ساتھ جنمیں سے پہلا نون مفتوح اور دونوں نونوں کے درمیان میں یاء ساکنہ ہے تابعی
ہیں حضرت ابن عباس رضؓ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں - اور مُحَمَّدُ بْنُ جُبَیْرٍ -
(ج ب ی ر) بحرف جیم مضمومہ و باء مفتوحہ و یاء ساکنہ و راء مہملہ بھی اسی مثال
سے ہیں - انکے دادا کا نام مطعم ہے اور یہ صاحب بھی تابعی ہیں اور مشہور بالروایت
ہیں - یہاں جبیر اور حنین کے اکثر حرفوں میں شباہت ہے اور اسی مثال سے مُعَرِّف

(م ع ر ف) ابن واصل کوفی مشہور ہیں اور مُطَرِّف (م ط ر ف) ابن واصل بحرف طاء بدل
عین کے ایک اور شیخ ہیں جنسے ابو حذیفہ نہدی روایت کرتے ہیں یہاں معرف ومطرف کے اکثر حروف
میں موافقت ہے) اور اسی مثال سے اَحْمَدُ بْنُ الْحُسَیْنِ (ا ح م د ب ن ا ل ح س ی ن)
صاحب ابراہیم بن سعد ہیں اور اور راوی بھی اس نام کے ہیں اور اُحَیْدُ بْنُ الْحُسَیْنِ (ا ح ی د ب ن ا ل ح س ی ن)
بھی مثل احمد بن الحسین کے ہے لیکن اس میں بجائے میم کے یاء تحتانیہ ہے یہ صاحب امام بخاری کے استاذ ہیں
اور امام بخاری کے سواے عبداللہ بن محمد البیکندی بھی انسے روایت کرتے ہیں۔
اور اسی مثال سے حَفْصُ بْنُ مَیْسَرَۃَ (ح ف ص ب ن م ی س ر ۃ)
امام بخاری کے استاذ ہیں مشہور امام مالک کے طبقہ سے اور جَعْفَرُ بْنُ مَیْسَرَۃَ
(ج ع ف ر ب ن م ی س ر ۃ) شیخ مشہور بھی اسی مثال سے ہیں - یہ صاحب
عبیداللہ بن موسیٰ کوفی کے بھی شیخ ہیں - یہاں حفص اور جعفر کی اکثر ہیئت
میں مشابہت ہے - لیکن حفص بحاء مہملہ اور اسکے بعد حرف فا کے بعد حرف صاد
مہملہ سے ہے اور جعفر بحرف جیم و عین مہملہ اور بعد اسکے حرف فاء اور اسکے بعد
حرف راء سے ہے - اور دوسرے قسم کی مثالیں یہ ہیں عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ زَیْدٍ
اور عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یَزِیْد جیسے عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ زَیْدٍ - راویوں کی ایک جماعت
کا نام ہے - خاصکر صحابہ ہی میں اس نام کے دو شخص ہیں ایک ان میں سے صاحب
اذان ہیں جنکو خواب میں اذان کے کلمات الہام ہوتے تھے - انکے دادا کا نام
عبدِ رَبِّہٖ ہے - اور دوسرے شخص اس نام کے صحابہ میں وضو کی حدیث کے
راوی ہیں - انکے دادا کا نام عاصم ہے - یہ دونوں صحابی انصاری ہیں پہلے
قبیلہ حارث سے ہیں اور دوسرے قبیلہ مازن سے - اور عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یَزِیْد
بزیادت حرف یاء تحتانیہ اول اسم زاء وزا معجمہ مکسورہ کے یہ بھی راویوں
کی ایک جماعت کا نام ہے اسی نام سے صحابہ میں عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یَزِیْد
خطمی ہیں کنیت انکی ابو موسیٰ ہے - ان کی حدیث صحیحین میں مروی ہے
بخاری نے اس حدیث کو کتاب الصلوٰۃ کے باب الدعاء فی الاستسقاء میں ذکر کیا ہے -

ومن نظر إليهم باعتبار قدر زائد كالسبق إلى الإسلام أو شهود المشاهد
الفاضلة والهجرة جعلهم الطبقات وإلى ذلك جنح صاحب الطبقات
أبو عبد الله محمد بن سعد البغدادي وكتابه أجمع ما جمع في ذلك
من الكتب وكذلك من جاء بعد الصحابة وهم التابعون
من نظر إليهم باعتبار نفس الأخذ عن بعض الصحابة فقط
جعل الجميع طبقة واحدة كما صنع ابن حبان أيضا ومن
نظر إليهم باعتبار اللقاء قسمهم كما فعل محمد بن سعد
ولكل منها وجه۔

خاتمہ راویوں کے طبقوں اور دیگر امور ضروریہ میں

محدثین کے نزدیک امور ضروریہ میں سے اس فن میں حدیث کے راویوں
کے طبقات و درجات جاننا بھی ضروری ہے۔ اور فائدہ اس نوع کی معرفت
کا یہ ہے کہ دو ملتے ہوئے ناموں کے تداخل سے امن ہو جاتا ہے۔ مشترک اسم
کو اس علم کی معرفت سے غیر آدمی نہیں خیال کیا جاتا۔ اور تدلیس کے ظاہر کرنے اور حدیث
عنعنہ کی حقیقت المراد ظاہر کرنے پر امکان اور وقوف ہو جاتا ہے۔ اور طبقہ محدثین
کی اصطلاح میں اس جماعت کے معنے کی عبارت ہے جو کہ سن ولقاء مشائخ اور
مشائخ سے علم حاصل کرنے میں شریک ہوئے ہیں۔ اور گاہے ایک راوی دو
اعتباروں کی وجہ سے دو طبقوں میں شمار کیا جاتا ہے جیسے کہ حضرت انس انصاری
ہیں۔ ثبوت صحبت کی وجہ سے تو آپ عشرہ مبشرہ میں شمار ہوتے ہیں اور صغرسنی
کے اعتبار سے ان صحابہ میں شمار ہوتے ہیں جو عشرہ مبشرہ کے بعد اسلام لا کر شرف
صحبت ہوئے ہیں۔ پس جس مؤرخ نے محض صحبت کا خیال کیا ہے۔ اس نے
ان سب کو ایک ہی طبقہ میں رکھا ہے جیسے ابن حبان اور دیگر مورخین ابن اثیر اور ابن
عبد البر ہیں اور جس نے انکے مراتب زائدہ کی طرف خیال کیا جیسے پہلے اسلام لانا

اور مشاہد فاضلہ - بدر - احد - بیعۃ الرضوان میں حاضر ہونا - اور ہجرت کرنا - اس
موورخ نے صحابہ کے کئے درجے مقرر کئے ہیں - اسیطرف صاحب طبقات ابو عبد اللہ
محمد بن سعد بغدادی نے میل کیا ہے - آپ کی کتاب اس فن کی باقی کتابوں سے
زیادہ جمیعت رکھتی ہے - انہوں نے صحابہ کے پانچ طبقے اس کتاب میں مقرر کئے ہیں -
پہلا طبقہ بدر میں حاضر ہونے والوں کا - دوسرا - انکا جو پہلے اسلام لائے - اور حبشہ
کی طرف ہجرت کر گئے اور احد وغیرہ میں حاضر رہے - تیسرا ان کا جو خندق وغیرہ
میں شامل رہے - چوتھا ان کا جو فتح مکہ کے سال میں اسلام لائے - پانچواں انکا
جنھوں نے بزمانہ طفولیت صحبت نبوی کا شرف حاصل کیا - اور صحابہ کے بعد کے
لوگوں (تابعین) کا بھی یہی حال ہے - جس مورخ نے ان کو محض صحابہ سے
روایت کرنے کی جہت سے دیکھا ہے اس نے تو سب تابعین کا ایک ہی درجہ
رکھا ہے جیسے کہ ابن حبان ہیں - اور جس نے تابعین کو باعتبار حصول ملاقات
کے دیکھا ہے کہ کس قدر اور کس کیفیت کی ان کی ملاقات صحابہ سے ہے تو اس
مورخ نے تابعین کے کئے طبقے مقرر کئے ہیں جیسے کہ محمد بن سعد - انہیں انہوں نے
اُنکے تین درجے مقرر کئے ہیں - اور طبقات کے کم و بیش کرنے میں ہر ایک
مورخ کے واسطے ایک وجہ ہے -

مَوَالِیدُ الرُّوَاۃِ وَوَفَیَاتُھُمْ وَبِلَادُھُمْ

(وَ) مِنَ الْمُھِمِّ مَعْرِفَۃُ (مَوَالِیدِھِمْ وَوَفَیَاتِھِمْ) لِاَنَّ
بِمَعْرِفَتِھِمَا یَحْصُلُ الْاَمْنُ مِنْ دَعْوَی الْمُدَّعِیْ لِلِقَاءِ بَعْضِھِمْ
وَھُوَ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ لَیْسَ کَذٰلِکَ (وَ) مِنَ الْمُھِمِّ
مَعْرِفَۃُ (بُلْدَانِھِمْ) وَاَوْطَانِھِمْ وَفَائِدَتُہُ الْاَمْنُ

لہ مو الید جمع مولد یا میلاد کی ہے بمعنی اوقات ولادت اور وفیات بفتحہ واو - وفات کی جمع وفات کی ہے اور بلدان بضمہ با جمع بلد کی ہے بمعنی شہر کے ۱۲ منہ

مَعْرِفَةُ (مَرَاتِبِ الْجَرْحِ) لِاَنَّهُمْ قَدْ يَجْرَحُوْنَ الشَّخْصَ بِمَا
لَا يَسْتَلْزِمُ رَدَّ حَدِيْثِهِ كُلِّهِ- وَقَدْ بَيَّنَّا اَسْبَابَ ذٰلِكَ فِيْمَا مَضٰى وَ
حَصَرْنَاهَا فِيْ عَشَرَةٍ وَقَدْ تَقَدَّمَ شَرْحُهَا مُفَصَّلًا وَالْغَرَضُ هُنَا
ذِكْرُ الْاَلْفَاظِ الدَّالَّةِ فِيْ اِصْطِلَاحِهِمْ عَلٰى تِلْكَ الْمَرَاتِبِ (وَ)
لِلْجَرْحِ مَرَاتِبُ (اَسْوَءُهَا الْوَصْفُ) بِمَا دَلَّ عَلَى الْمُبَالَغَةِ فِيْهِ
وَاَصْرَحُ ذٰلِكَ التَّعْبِيْرُ (بِاَفْعَلَ كَاَكْذَبِ النَّاسِ)
وَكَذَا قَوْلُهُمْ اِلَيْهِ الْمُنْتَهٰى فِي الْوَضْعِ اَوْ هُوَ رُكْنُ الْكَذِبِ
وَنَحْوُ ذٰلِكَ- ثُمَّ يَلِيْهَا دَجَّالٌ اَوْ وَضَّاعٌ اَوْ كَذَّابٌ لِاَنَّهَا وَاِنْ كَانَ
فِيْهَا نَوْعُ مُبَالَغَةٍ لٰكِنَّهَا دُوْنَ الَّتِيْ قَبْلَهَا (وَاَسْهَلُهَا) اَيْ
الْاَلْفَاظِ الدَّالَّةِ عَلَى الْجَرْحِ قَوْلُهُمْ فُلَانٌ (لَيِّنٌ اَوْ سَيِّءُ
الْحِفْظِ اَوْ فِيْهِ اَدْنٰى مَقَالٍ) وَبَيْنَ اَسْوَءِ الْجَرْحِ وَاَسْهَلِهِ
مَرَاتِبُ لَا تَخْفٰى فَقَوْلُهُمْ مَتْرُوْكٌ اَوْ سَاقِطٌ اَوْ فَاحِشُ الْغَلَطِ
اَوْ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ اَشَدُّ مِنْ قَوْلِهِمْ ضَعِيْفٌ اَوْ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ-)

جرح اور تعدیل اور ان دونوں کے مرتبوں کی معرفت میں

اور علم حدیث میں راویوں کے احوال کا جاننا تعدیل اور تجریح اور جہالت سے ضروری ہے
اور ان تین حالتوں کی حصر کی یہ وجہ ہے کہ راوی کی یا تو عدالت معروف ہوگی
مشہور بادیانت ہوگا یا فسق اس کا معروف ہوگا یا ان دونوں وصفوں میں سے کوئی
وصف اسکے حق میں معلوم نہوگی مجہول الحال ہوگا- جرح راوی کا عیب
ظاہر کرنا ہے اور یہ غیبت میں داخل نہیں کہ جیسا کہ بکر بن حماد شاعر مغربی نے سمجھا ہے
بلکہ شریعت کی حفاظت ہے جیسا کہ آپ نے بعض لوگوں کے واسطے [illegible] جرح جائز ہے۔ اسیطرح شریعت کی حفاظت کے واسطے اب بھی جائز ہے
اور شاعر مغربی مذکور کو حمیدی صاحب الجمع بین الصحیحین نے نظم میں تشفی بخش جواب دیا ہے
جو بستان المحدثین میں یحییٰ بن معین کے ترجمہ میں مذکور ہے اور راویوں کے احوال ہ ٥

دریافت کرنے کے بعد حال تب جرح کا دریافت کرنا بھی ضروری ہے۔ اسواسطے
کہ محدثین کاہے راوی کا اس درجہ کا جرح کرتے ہیں جس سے اس کی سب
روائیتوں کا رد کرنا لازم نہیں آتا بلکہ بعض معین روائیتیں اس کی رد کیئے جاتی
ہیں چنانچہ اختلاط عقل سے جس کو جرح کیا جاوے تو اس کی اختلاط کی بعد کی
روائیتیں رد ہوں گی نہ وہ جو اختلاط سے پہلے روایت کر چکا ہے۔ اور جس راوی
کی جرح اضبط سے مخالف ہونے میں کی جاوے تو اُس کی بھی وہی روایت
رد ہو گی جس میں اضبط سے مخالف ہو کر اُس نے روایت کی ہے نہ باقی روائیتیں
اور اس عبارت کا یہ معنے بھی ہو سکتا ہے کہ بعض وقت جارح جس راوی میں
طعن کا ایک سبب مد نظر رکھکر جرح کر دیتے ہیں اور حقیقت میں محققین کے
نزدیک وہ سبب طعن کا نہیں ہوتا۔ اور اسباب جرح دس مرتبوں میں محصور
کر کے ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔ اور وہاں ہی ان کی شرح بھی مفصل بیان ہو چکی
ہے۔ اور اس جگہ غرض ذکر کرنا اُن الفاظ کا ہے۔ جو محدثین کی اصطلاح میں جرح
کے مراتب پر دلالت کرتے ہیں اور جرح کے چند مرتبے ہیں۔ بہت سخت جرح میں
وہ وصف ہے۔ جو جرح کے مبالغہ پر دلالت کرے اور اس کی بہت مصرح تعبیر
صیغہ اَفْعَل سے کی جاتی ہے جیسے اَکْذَبُ النَّاسِ سب لوگوں سے زیادہ
جھوٹا ہے۔ یا یوں کہنا اِلَیْہِ الْمُنْتَھٰی فِی الْوَضْعِ وضعی حدیثیں گھڑنے میں جھوٹ
اسپر ختم ہے۔ یا یوں کہنا هُوَ رُکْنُ الْکِذْبِ۔ فلاں شخص تو جھوٹ کا رکن ہے
یا مثل ان لفظوں کے ہم معنے اور الفاظ استعمال کرنے جیسے هُوَ مَعْدِنُ الْکِذْبِ
فلاں شخص جھوٹ کی کان ہے۔
جرح کے اول مرتبہ کے یہ الفاظ ہیں۔ اور اسکے بعد قریب ہی قریب اس مرتبہ کے
یہ الفاظ ہیں دوم درجہ میں دَجَّالٌ فلاں شخص دجال ہے وَضَّاعٌ فلاں شخص
وضاع ہے۔ کَذَّابٌ۔ فلاں شخص کذاب ہے۔ یہ الفاظ دوسرے درجہ میں
اسواسطے ہیں کہ انہیں بھی گو ایک قسم کا مبالغہ ہے لیکن پہلے درجہ سے کم ہے

اسواسطے کہ اکذب الناس بہ نسبت کذاب کے زیادتی کذب پر دلالت کرتاہے کثرت
کذب کی تو کذاب میں بھی ہے ۔ لیکن اوسی کی ذات میں ہے ۔ اس میں تو یہ بھی
ہو سکتاہے کہ غیر کی نسبت اس کا کذب کم ہو) اور جرح کے نرم الفاظ جو جرح پر
دلالت کرتے ہیں محدثین کا یہ قول ہے فُلَانٌ لَيِّنٌ ۔ فلاں راوی روایت کرنیں
با دیانت میں نرم ہے ۔ یا یوں کہنا فُلَانٌ سَيِّئُ الْحِفْظِ یا یوں کہنا فِيهِ أَدْنَىٰ
مَقَالٍ فلاں راوی میں کچھ تھوڑی سی گفتگو ہے ۔ اور سخت اور نرم کے درمیان
میں چند مراتب ہیں ۔ پس محدثین کا ان چار لفظوں سے جرح کرنا فُلَانٌ مَتْرُوكٌ
فُلَانٌ سَاقِطٌ ۔ فُلَانٌ فَاحِشُ الْغَلَطِ ۔ فُلَانٌ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ بہت زیادہ
سخت ہے ان لفظوں سے جو کہتے ہیں فُلَانٌ ضَعِيفٌ ۔ فُلَانٌ لَيْسَ
بِالْقَوِيِّ ۔ فُلَانٌ فِيهِ مَقَالٌ (ان پچھلے تین لفظوں سے جس راوی کو جرح
کیا جاوے اوس کی حدیث اعتبار میں لی جاتی ہے ۔ اور جو پہلے چار لفظوں سے
جرح کیا جاوے اوس کی حدیث نہیں لی جاتی ۔)

(وَ) مِنَ الْمُهِمِّ أَيْضًا مَعْرِفَةُ (مَرَاتِبِ التَّعْدِيلِ وَأَرْفَعُهَا
الْوَصْفُ أَيْضًا) بِمَا يَدُلُّ عَلَى الْمُبَالَغَةِ فِيهِ وَأَصْرَحُ ذٰلِكَ
التَّعْبِيرُ (بِأَفْعَلَ كَأَوْثَقِ النَّاسِ) أَوْ أَثْبَتِ النَّاسِ أَوْ إِلَيْهِ
الْمُنْتَهَى فِي التَّثَبُّتِ (ثُمَّ مَا تَأَكَّدَ بِصِفَةٍ) مِنَ الصِّفَاتِ
الدَّالَّةِ عَلَى التَّعْدِيلِ (أَوْ صِفَتَيْنِ كَثِقَةٍ ثِقَةٍ
أَوْ ثَبْتٌ ثَبْتٌ أَوْ ثِقَةٌ حَافِظٌ) أَوْ عَدْلٌ ضَابِطٌ وَنَحْوُ ذٰلِكَ
(وَأَدْنَاهَا مَا أَشْعَرَ بِالْقُرْبِ مِنْ أَسْهَلِ التَّجْرِيحِ كَشَيْخٍ)
أَوْ يُرْوَى حَدِيثُهُ وَيُعْتَبَرُ بِهِ وَنَحْوُ ذٰلِكَ وَبَيْنَ ذٰلِكَ
مَرَاتِبُ لَا تَخْفَىٰ ۔ وَهٰذِهِ أَحْكَامٌ تَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ وَذَكَرْتُهَا
هُنَا تَكْمِلَةً لِلْفَائِدَةِ فَأَقُولُ (تُقْبَلُ التَّزْكِيَةُ مِنْ عَارِفٍ
بِأَسْبَابِهَا) لَا مِنْ غَيْرِ عَارِفٍ لِئَلَّا يُزَكِّيَ بِمُجَرَّدِ مَا يَظْهَرُ لَهُ

مِنْ غَيْرِ مُمَارَسَةٍ وَاخْتِبَارٍ (وَ) لَوْ كَانَتِ التَّزْكِيَةُ صَادِرَةً (مِنْ) مُزَكٍّ (وَاحِدٍ عَلَى الْاَصَحِّ) خِلَافًا لِمَنْ شَرَطَ اَنَّهَا لَا تُقْبَلُ اِلَّا مِنِ اثْنَيْنِ اِلْحَاقًا لَهَا بِالشَّهَادَةِ فِي الْاَصَحِّ اَيْضًا وَالْفَرْقُ اَنَّ التَّزْكِيَةَ تَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الْحُكْمِ فَلَا يُشْتَرَطُ فِيْهَا الْعَدَدُ وَالشَّهَادَةُ مِنَ الشَّاهِدِ عِنْدَ الْحَاكِمِ فَافْتَرَقَا وَلَوْ قِيْلَ يُفَصَّلُ بَيْنَ مَا اِذَا كَانَتِ التَّزْكِيَةُ فِي الرَّاوِيِّ مُسْتَنِدَةً مِنَ الْمُزَكِّيِّ اِلَى اجْتِهَادِهٖ اَوْ اِلَى النَّقْلِ عَنْ غَيْرِهٖ لَكَانَ مُتَّجِهًا لِاَنَّهٗ اِنْ كَانَ الْاَوَّلُ فَلَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْعَدَدُ اَصْلًا لِاَنَّهٗ حِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ بِمَنْزِلَةِ الْحَاكِمِ وَاِنْ كَانَ الثَّانِيْ فَيَجْرِيْ فِيْهِ الْخِلَافُ وَيَتَبَيَّنُ اَنَّهٗ اَيْضًا لَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْعَدَدُ لِاَنَّ اَصْلَ النَّقْلِ لَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْعَدَدُ فَكَذَا مَا تَفَرَّعَ عَنْهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اور علم حدیث میں تعدیل کے مرتبوں کا دریافت کرنا بھی بڑی ضروری ہے سو مرتبہ اول تعدیل میں وہ ہے جو افعل کے صیغہ سے موصوف کیا جاوے۔ اور افعل کے صیغہ سے اس کی زیادہ تصریح کی جاوے جیسے کہ فُلَانٌ اَوْثَقُ النَّاسِ فلاں راوی تو سب لوگوں سے زیادہ ثقہ ہے۔ یا یوں کہنا فُلَانٌ اَثْبَتُ النَّاسِ۔ فلاں راوی تو سب لوگوں سے زیادہ قرار کرنے والا ہے۔ یا یوں کہنا اِلَیْهِ الْمُنْتَهٰی فِی التَّثَبُّتِ و اتقول کا یاد رکھنا فلاں راوی تک ختم ہوتا ہے اس مرتبہ کے بعد تعدیل کا وہ مرتبہ ہے جو تعدیل کی ایک صفت سے زیادہ صفتوں سے مؤکد و مکرر کیا جاوے ایک صفت سے مؤکد ہونے کی مثال یہ ہے ثِقَةٌ ثِقَةٌ ثَبْتٌ ثَبْتٌ۔ اور دو صفتوں سے مؤکد ہونے کی مثال یہ ہے۔ ثِقَةٌ حَافِظٌ۔ عَدْلٌ ضَابِطٌ۔ یا انکی مثال اور الفاظ ہم معنے انکے ہوں۔ اور ادنے مرتبہ تعدیل کا وہ ہے جو اسہل تجریح کے الفاظ کے قریب قریب لفظوں سے ہو جیسے کہ فُلَانٌ شَیْخٌ یا یوں کہا جاوے یُرْوٰی حَدِیْثُهٗ فلاں راوی کی حدیث روایت کی جاتی ہے وَیُعْتَبَرُ بِهٖ فلاں راوی کی حدیث اعتبار اور شواہد میں لی جاتی ہے یا اُن لفظوں کے مشابہ الفاظ ہم معنے انکے

ہوں جیسے یکتب حدیثہ فلاں راوی کی حدیث لکھی جاتی ہے یا یوں کہنا صدوق
انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور ارفع وادنیٰ تعدیل کے درمیان میں بھی چند مرتبے ہیں ظاہر اور
یہ آئندہ مسائل جرح وتعدیل سے تعلق رکھتے ہیں اس واسطے میں نے اُنکو اس جگہ میں
تکمیل فائدہ کے واسطے ذکر دیا ہے۔ پس اب اُن مسائل کے بیان کرنے میں کہتا ہوں
ہیں کہ تزکیہ یعنی تعدیل (اور اسیطرح جرح بھی کما نص علیہ العراقی) اُسی شخص سے
قبول کیا جاتا ہے جو اُسکے اسباب کا جاننے والا ہو (اسباب تعدیل کا مفصل بیان
کرنا شرط نہیں۔ مزکی کو فقط انکا علم ہونا شرط ہے) اور جو شخص تعدیل کے اسباب
سے غیر واقف ہو اُس کا کسی شخص کو عادل ٹھہرانا قبول نہیں کیا جاتا۔ اور یہ حکم جو
جھنے لگایا ہے کہ تزکیہ عارف سے ہی قبول کیا جاوے غیر سے قبول نکیا جاوے
اس واسطے ہے کہ غیر عارف ابتدا ہی میں بغیر امتحان اور مہارت کے جو کچھ اسکو
نظر آنے لگے اُسی سے لوگوں کو عادل ٹھہرانے نہ لگجائے اور اصح مذہب یہ ایک
ہی مرد سے (بلکہ عورت اور غلام سے بھی کما اختارہ العراقی) تزکیہ وتعدیل قبول کیجاتی
ہے۔ برخلاف اُس شخص کے جس نے یہ شرط رکھی ہے کہ دو سے کم شخصوں سے ایک
ایک شخص کا تزکیہ کرنا قبول نہ کیا جاوے۔ بنا بر الحاق کرنے اُسکے تزکیہ کو شہادت
کے ساتھ پس جیسے کہ شہادت دو سے کم شخصوں سے قبول نہیں کی جاتی اصح مذہب
میں اسی طرح اُس نے سمجھا ہے کہ تزکیہ میں بھی دو مزکی ہونے شرط ہیں جیسا کہ عارف
اسباب ہونا مزکی کا شرط ہے اسی طرح اُن کی تعداد بھی دو تک ہونی اس نے شرط ٹھہرائی
ہے اور فرق تزکیہ وشہادت میں یہ ہے کہ تزکیہ تو بمنزلہ حکم کے واقعہ ہوتا ہے پس جیسا کہ
حکم میں دو حاکموں کا ہونا شرط نہیں اسی طرح تزکیہ میں بھی دو مزکیوں کا ہونا شرط
نہیں اور شہادت کو فقط حاکم کے پاس پیش کرنا ہے وہ بمنزلہ حکم کے واقعہ نہیں ہوتی پس شہادت
اور تزکیہ دونوں جدا ہو گئے شہادت کے ساتھ تزکیہ کو ملانا قیاس مع الفارق ہے
اور اگر اس موقعہ پر یہ کہا جاتا کہ راوی کے تزکیہ میں تفصیل ہونی چاہیے مزکی اپنی
اجتہاد سے اس کا تزکیہ کر رہا ہے یا تزکیہ راوی کا کسی غیر مزکی سے نقل کر رہا ہے تو اس تفصیل کا مزکیہ
میں شرط ٹھہرانا ایک حصہ اور مناسبت رکھتا ہے اس واسطے کہ اگر اول صورت ہے یعنی مزکی اپنے اجتہاد سے

راوی کا تزکیہ کرتا ہے تو اُس میں کسی صورت ایک سے بڑھ کر زیادہ عدد کی شرط نہیں اس واسطے کہ مزکی اس وقت بمنزلہ حاکم کے ہے اور اگر دوسری صورت ہے تو اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس میں تزکیہ کرنے والوں کی تعداد مشروط ہے یا نہ اور اس خلاف کا ذکر کرنے کے بعد بھی یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ صورت ثانیہ میں بھی پہلی صورت کی طرح عدد مشروط نہیں اس واسطے کہ اصل نقل میں تعدد شرط نہیں پس اسی طرح اُس میں بھی تعداد شرط نہیں جو اصل پر متفرع و مرتب ہو وے یعنے تزکیہ میں بھی مزکی کی تعداد شرط نہیں واللہ اعلم۔ حافظ عراقی فرماتے ہیں اس مسئلہ میں تین قول ہیں ایک یہ کہ تزکیہ خواہ شہادت کا ہو یا روایت کا دو شخص اُس میں ہونے ضروری ہیں اس قول کو قاضی ابوبکر باقلانی نے اہل مدینہ کے اکثر فقہاء وغیرہم سے نقل کیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تزکیہ میں ایک ہی شخص کافی ہے اسواسطے کہ تزکیہ بمنزلہ خبر کے ہے قاضی مذکور نے اسی قول کو پسند کیا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ شہادت کے تزکیہ میں دو آدمی شرط ہیں۔ اور روایت کے تزکیہ میں ایک ہی کافی ہے امام فخرالدین اور سیف آمدی نے اُسی قول کو ترجیح دی ہے۔ اور ابن حاجب نے بھی اکثروں سے اس قول کو نقل کیا ہے۔ اور خطیب اور ابن الصلاح نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے۔ بہجۃ النظر میں ہے علماء حنفیہ کے نزدیک ان دونوں میں ایک مزکی کافی ہے کما فی التنویر وغیرہ۔

وَيَنْبَغِي أَنْ لَا يُقْبَلَ الْجَرْحُ وَالتَّعْدِيلُ إِلَّا مِنْ عَدْلٍ مُتَيَقِّظٍ فَلَا يُقْبَلُ جَرْحُ مَنْ أَفْرَطَ فِيهِ فَجَرَحَ بِمَا لَا يَقْتَضِي رَدَّ حَدِيثِ الْمُحَدِّثِ كَمَا لَا يُقْبَلُ تَزْكِيَةُ مَنْ أَخَذَ بِمُجَرَّدِ الظَّاهِرِ فَأَطْلَقَ التَّزْكِيَةَ وَقَالَ الذَّهَبِيُّ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْاِسْتِقْرَاءِ التَّامِّ فِي نَقْدِ الرِّجَالِ لَمْ يَجْتَمِعْ اثْنَانِ مِنْ عُلَمَاءِ هٰذَا الشَّأْنِ قَطُّ عَلَى تَوْثِيقِ ضَعِيفٍ وَلَا عَلَى تَضْعِيفِ ثِقَةٍ انْتَهٰى وَلِهٰذَا كَانَ مَذْهَبُ النَّسَائِيِّ أَنْ لَا يُتْرَكَ حَدِيثُ الرَّجُلِ حَتّٰى

وہ دہبہ لگادیا جس کا عار ہمیشہ اُسپر لوگوں کے نزدیک باقی رہا - اور جرح میں اس بلا کا داخلہ (یعنی بغیر احتیاط کے جرح کر دینا) چند بواعث سے ہوتا ہے ایک سبب اُنسے خواہش نفسانی ہے جیسے کہ تعصب مذہبی اور دوم غرض فاسد چنانچہ مرجع الیہ شخص پر جرح کرکے لوگوں کو اپنی طرف پھیرنا - اور متقدمین آئمہ جرح و تعدیل کا اکثر کلام متعصب مذہبی و غرض فاسد سے سالم ہے - اور گاہے عقائد کی مخالفت کی وجہ سے بھی جرح کرنے میں بے احتیاطی ہو جاتی ہے چنانچہ راوی رافضی یا خارجی وغیرہا ہوں تو اُن کو بلا تفصیل جرح کیا جاوے اور اس قسم کی بے احتیاطی جرح میں متقدمین و متاخرین کی کلام میں کثرت سے پائی جاتی ہے - اور عقائد کی مخالفت کی وجہ سے کسی کو جرح کر دینا مناسب نہیں اور اس امر کی پیچھے ہم اہل بدعت کی روایت پر عمل کرنے کے متعلق مفصل تحقیق کر آئے ہیں -

(وَالْجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيلِ) وَاَطْلَقَ ذٰلِكَ جَمَاعَةٌ وَلٰكِنْ مَحَلُّهُ (اِنْ صَدَرَ مُبَيَّنًا مِنْ عَارِفٍ بِاَسْبَابِهٖ) لِاَنَّهُ اِنْ كَانَ غَيْرُ مُفَسَّرٍ لَمْ يَقْدَحْ فِيْمَنْ ثَبَتَ عَدَالَتُهٗ - وَاِنْ صَدَرَ مِنْ غَيْرِ عَارِفٍ بِالْاَسْبَابِ لَمْ يُعْتَبَرْ بِهٖ اَيْضًا - (فَاِنْ خَلَا) الْمَجْرُوْحُ (عَنِ التَّعْدِيْلِ قُبِلَ) الْجَرْحُ (مُجْمَلًا) غَيْرُ مُبَيَّنِ السَّبَبِ اِذَا صَدَرَ مِنْ عَارِفٍ (عَلَى الْمُخْتَارِ) لِاَنَّهٗ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ تَعْدِيْلٌ فَهُوَ فِيْ حَيِّزِ الْمَجْهُوْلِ وَاِعْمَالُ قَوْلِ الْجَارِحِ اَوْلٰى مِنْ اِهْمَالِهٖ وَمَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ فِيْ مِثْلِ هٰذَا اِلَى التَّوَقُّفِ فِيْهِ

اور جرح تعدیل پر مقدم - اصولیوں کی ایک جماعت نے علی الاطلاق جرح کو تعدیل[1] پر

[1] یعنی جس راوی کے حق میں جرح و تعدیل متعارض ہوں بعض اسکو عادل ٹھراتے ہوں اور بعض مجروح تو دیکھا جائے گا کہ جرح کے ساتھ اگر اسباب جرح کے بیان کر دی ہیں تو وہ جرح تعدیل پر مقدم ہوگی - اور یہ تقدیم جرح مفسر کی عارف اسباب سے) تعدیل پر جمہور کا قول ہے اور یہاں ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر معدلین کی تعداد زیادہ ہو تو تعدیل مقدم ہوگی خطیب کفایہ میں اس قول کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ قول غلط ہے اسواسطے کہ جارح کے پاس زیادت علم کی ہے - اور تیسرا قول یہ ہے کہ جرح و تعدیل آپس میں متعارض ہیں ایک کو دوسرے پر بدوں مرجح کے ترجیح نہیں دیجاتی حکاہ ابن حاجب کذا نقلہ قالہ العراقی ۱۲ منہ -

مقدم رکھا ہے لیکن از روے تحقیق جرح کی تقدیم اُسی صورت میں ہے کہ عارف اسباب سے جرح مفصل واقعہ ہوا کہ فلاں راوی کا ضعف فلاں سبب سے ہے مثلاً سوء الحفظ ہونے کی وجہ سے یا اتہام کذب کے سبب سے یا سواے ان وجہوں کے کوئی اور وجہ جرح کی بیان کردیوے - اور اگر جرح غیر مفسر ہو یوں ہی کہدے کہ فلاں ضعیف ہے اور سبب جرح کا بیان نہ کرے تو یہ غیر مفسر جرح جس شخص کی عدالت ثابت ہو چکی ہے اُسکے حق میں مضر نہو گا - اور اگر جرح اُس شخص سے واقعہ ہو جو جرح کے اسباب نہیں جانتا تو ایسے جرح کا بھی کوئی اعتبار نہیں اور اگر راوی مجروح تعدیل سے خالی ہے کسی نے اُس کی تعدیل نہیں کی - اور عارف اسباب جرح کا سواے اظہار اسباب جرح کے مجمل طور پر اس کا جرح کردیوے فلانٌ ضعیفٌ اسکے حق میں کہدیوے تو اُسکے حق میں غیر مفسر جرح بھی مختار مذہب پر مقبول ہے اسواسطے کہ جب اس راوی میں تعدیل نہیں تو یہ مجہول کے حیز میں ہے - اور جارح کے قول کو ترک کرنے سے اسپر عمل کرنا بہتر ہے - اور شیخ ابن الصلاح ایسی جگہ میں توقف کی طرف میل رکھتے ہیں -

فصل فی معرفۃ کنی المسمین واسماء المکنین

(وَ) مِنَ الْمُهِمِّ (مَعْرِفَةُ كُنَى الْمُسَمَّيْنَ) مِمَّنِ اشْتُهِرَ بِاسْمِهٖ وَلَهٗ كُنْيَةٌ لَا يُؤْمَنُ اَنْ يَّاْتِيَ فِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ مُكَنِّيًا لِئَلَّا يُظَنَّ اَنَّهٗ اٰخَرُ (وَ) مَعْرِفَةُ (اَسْمَاءِ الْمُكَنِّيْنَ) وَهُوَ عَكْسُ الَّذِيْ قَبْلَهٗ -

فصل اُن راویوں کی کنیتوں کی معرفت میں جو ناموں سے مشہور ہیں اور اُن راویوں کے ناموں کی معرفت میں جو کنیتوں سے مشہور ہیں

اور اُن راویوں کی کنیتوں کا جاننا بھی ضروری امر ہے جو ناموں سے مشہور ہوئے ہیں

اور کنیتیں بھی رکھتے ہیں اور اس قسم کا جاننا اس لئے ضروری ہے کہ جب ایسا راوی بعض روایتوں میں کنیت سے ذکر کیا جاوے تو اُس کو غیر نہ سمجھا جاوے۔ اور معلوم کرنا اُن راویوں کے ناموں کا بھی ضروری ہے جو کنیتوں سے مشہور ہیں۔ تا کہ بعض سند میں نام سے ذکر کیا جاوے تو عدم علمیت سے اس کو غیر نہ سمجھا جاوے۔ اور یہ پہلے قسم کا عکس ہے پہلی قسم کی مثال تو طلحہ بن عبید اللہ اور عبد الرحمن بن عوف اور حسن بن علی ہے کہ ان تینوں کی کنیت ابو محمد ہے۔ مگر شہرت ان کی ناموں ہی سے ہے کنیتوں سے نہیں اور دوسری قسم کی مثال ابن عباس۔ ابن مسعود۔ ابن ام کلثوم ہیں کہ کنیتوں سے مشہور ہیں۔

مَعْرِفَةُ مَنِ اسْمُهُ كُنْيَتُهُ وَمَنِ اخْتُلِفَ فِي كُنْيَتِهِ وَمَنْ كَثُرَتْ كُنَاهُ وَنُعُوتُهُ وَمَنْ وَافَقَتْ كُنْيَتُهُ اسْمَ أَبِيهِ

(وَ) مَعْرِفَةُ (مَنِ اسْمُهُ كُنْيَتُهُ) وَهُمْ قَلِيلٌ (وَ) مَعْرِفَةُ (مَنِ اخْتُلِفَ فِي كُنْيَتِهِ) وَهُمْ كَثِيرٌ (وَ) مَعْرِفَةُ (مَنْ كَثُرَتْ كُنَاهُ) كَابْنِ جُرَيْجٍ لَهُ كُنْيَتَانِ أَبُو الْوَلِيدِ وَأَبُو خَالِدٍ (أَوْ) كَثُرَتْ (نُعُوتُهُ) وَأَلْقَابُهُ (وَ) مَعْرِفَةُ (مَنْ وَافَقَتْ كُنْيَتُهُ اسْمَ أَبِيهِ) كَأَبِي إِسْحٰقَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ إِسْحٰقَ الْمَدَنِيِّ أَحَدِ أَتْبَاعِ التَّابِعِينَ وَفَائِدَةُ مَعْرِفَتِهِ نَفْيُ الْغَلَطِ عَمَّنْ نَسَبَهُ إِلَى أَبِيهِ فَقَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ إِسْحٰقَ فَنُسِبَ إِلَى التَّصْحِيفِ وَأَنَّ الصَّوَابَ أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحٰقَ (أَوْ بِالْعَكْسِ) كَإِسْحٰقَ بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ السَّبِيعِيِّ)

اُن راویوں کی معرفت جنکا نام کنیت ٹھرایا گیا ہو اور جنکی کنیت مختلف ہو اور جنکی کنیتیں و القاب بہت ہوں اور جسکی کنیت باپ کے نام کے موافق ہو

اور جس راوی کی کنیت ہی نام ٹھرائی گئی ہو۔ اس کا جاننا بھی ضروری ہے۔ اور یہ لوگ

تھوڑے ہی ہیں۔(جیسے کہ ابی بلال اشعری۔اور ابی جعینین۔ان دونوں کا سوائے کینتوں کے اور کوئی نام ہی نہیں۔یہی کنیتیں انکے نام ہیں)۔اور جن راویوں کی کنیتوں میں اختلاف ہو لے انکا جاننا بھی ضروری ہے۔اور یہ گروہ زیادہ ہے(مثال اس نوع کی اُسامہ بن زید بیشہ ہیں بعض نے اُن کی کنیت ابو زید اور بعض نے ابو خارجہ اور بعض نے ابو عبد اللہ بیان کی ہے)۔اور جن راویوں کی کنیتیں بہت ہوں انکا جاننا بھی ضروری ہے ان کی مثال ابن جریج ہیں کہ جن کی دو کنیتیں ہیں ابو الولید اور ابو خالد۔اور جنکے القاب اور نعتیں زیادہ ہوں اُنکا جاننا بھی ضروری ہے۔اور جس کی کنیت اپنے باپ کے نام کے موافق ہو اس کا جاننا بھی ضروری ہے۔جیسے کہ اتباع تابعین میں سے ابو اسحٰق ابراہیم بن اسحٰق مدنی ہیں۔اور اس نوع کے جاننے کا یہ فائدہ ہے کہ اس موقعہ پر جو شخص راوی کو اسکے باپ کی طرف نسبت کرکے اخبرنا ابن اسحٰق کہنے سے تصحیف کی طرف نسبت کیا جاوے کہ اسنے اخبرنا اسحٰق کی جگہ ابن اسحٰق کہکر غلطی کردی ہے۔تو اس نوع کے علم سے اس شخص کی منسوبی غلطی کی نفی ہوجاتی ہے اسواسطے کہ اس موقعہ پہ دونوں طرح اس کو کہنا جائز ہے اور قسم مذکور کے عکس کا جاننا بھی ضروری ہے عکس اس کا یہ ہے کہ راوی کا نام اپنے باپ کی کنیت کے موافق ہو جیسے کہ اسحٰق بن ابو اسحٰق السبیعی ہیں۔

مَعْرِفَةُ مَنْ كُنْيَةُ زَوْجَتِهِ وَمَنْ وَافَقَ اسْمُ شَيْخِهِ اسْمَ اَبِيْهِ

(اَوْ) وَافَقَتْ (كُنْيَتُهُ كُنْيَةَ زَوْجَتِهِ) كَاَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ وَاُمِّ اَيُّوْبَ صَحَابِيَّانِ مَشْهُوْرَانِ (اَوْ وَافَقَ اسْمُ شَيْخِهِ اسْمَ اَبِيْهِ) كَالرَّبِيْعِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ هٰكَذَا يَاْتِيْ فِي الرِّوَايَاتِ

يُظَنُّ اَنَّهُ يَرْوِىْ عَنْ اَبِيْهِ كَمَا وَقَعَ فِى الصَّحِيْحِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ هُوَ اَبُوْهُ وَلَيْسَ اَنَسٌ شَيْخُ الرَّبِيْعِ وَالِدَهُ بَلْ اَبُوْهُ بَكْرِيٌّ وَشَيْخُهُ اَيْضًا اَنْصَارِيٌّ وَهُوَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الصَّحَابِيُّ الْمَشْهُوْرُ وَلَيْسَ الرَّبِيْعُ الْمَذْكُوْرُ مِنْ اَوْلَادِهٖ۔

اس راوی کی معرفت میں جس کی کنیت اپنی زوجہ کی کنیت کے موافق ہو۔ اور جس کے شیخ کا نام اُس کے باپ کے نام کے موافق ہو

اور جس راوی کی کنیت اوس کی زوجہ کی کنیت کے موافق ہو۔ اُس کا جاننا بھی ضروری ہے جیسے کہ ابو ایوب انصاری اور ام ایوب بنت قیس ہے۔ دونوں خاوند بی بی مشہور صحابہ میں سے ہیں اور جس راوی کے شیخ کا نام راوی کے باپ کے نام کے موافق ہو اُس کا جاننا بھی ضروری ہے جیسے کہ ربیع بن انس۔ انس سے روایت کرنے والے ہیں۔ اسیطرح روایتوں میں آتا ہے۔ اور گمان کیا جاتا ہے کہ راوی اپنے باپ سے روایت کر رہا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں واقعہ ہوا ہے عن عامر بن سعد عن سعد وھو ابوہ۔ اور حقیقت میں ربیع کا استاذ انس رضی اللہ عنہ ربیع کا باپ نہیں بلکہ ربیع کا باپ انس بکری ہے منسوب بقبیلہ بکر بن وائل اور شیخ ربیع کا حضرت انس رضی اللہ عنہ انصاری ہے۔ جو انس بن مالک مشہور صحابی ہیں اور ربیع مذکور اس صحابی کی اولاد سے نہیں ہے۔

مَعْرِفَةُ مَنْ نُسِبَ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَاِلٰى غَيْرِ مَا يَسْبِقُ اِلَيْهِ الْفَهْمُ

وَ مَعْرِفَةُ مَنْ نُسِبَ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ كَالْمِقْدَادِ ابْنِ الْاَسْوَدِ

الزهري لانه تبناه وانما هو المقداد بن عمرو (او) نسب الى
امه كابن علية وهو اسمعيل بن ابراهيم بن مقسم احد الثقات
وعلية اسم امه اشتهر بها وكان لا يحب ان يقال له ابن علية و
لهذا كان يقول الشافعي اخبرنا اسمعيل الذي يقال له ابن علية
(او) نسب الى غير ما يسبق الى الفهم) كالحذاء ظاهره
انه منسوب الى صناعتها او بيعها وليس كذلك وانما كان يجالسهم
فنسب اليهم وكسليمان التيمي لم يكن من بني التيم ولكن نزل
فيهم وكذا من المهم معرفة من نسب الى جده كسلمة بن الاكوع
فلا يؤمن التباسه بمن وافق اسمه اسمه واسم ابيه اسم الجد
المذكور)

ان راویوں کی معرفت میں جو آباء کے سواء غیر کی طرف منسوب ہوئے ہیں اور جو فہم کی سبقت کے برخلاف اور طرف منسوب ہوئے ہیں

اور جو راوی اپنے باپ کے سوا کسی غیر کی طرف منسوب ہو۔ یا ماں کیطرف منسوب ہو
یا فہم کی سبقت کے برخلاف منسوب ہو اس کا جاننا بھی ضروری ہے۔ باپ کے سوا
غیر کی طرف منسوب ہونے والے راوی کی مثال مقداد بن اسود زہری ہے۔ باپ اسکا
عمرو ہے اور زہری کیطرف نسبت اس کی اس لئے ہے کہ عبد یغوث زہری نے اس کو
متبنی بنایا تھا۔ اور ماں کیطرف منسوب ہونے والے راوی کی مثال ابن علیة ہے جو کہ
اسمٰعیل بن ابراھیم بن مقسم ثقہ راویوں میں سے ایک راوی ہے۔ اور علیہ اس کی ماں کا
نام تھا۔ اس سے مشہور ہوا۔ اور ماں کی طرف منسوب ہونے کو پسند نہ کرتا تھا۔ اسواسطے
امام شافعی اس سے روایت کرتے وقت فرماتے تھے اسمٰعیل نے جسکو علیہ کہا جاتا ہے حدیث
کہ ہے۔ اور جو راوی سبقت فہم کے برخلاف منسوب ہوتا ہے اس کی مثال ابا حذاء

(ح ذاء) ہے۔ حذاء موچی کو کہتے ہیں۔ ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ راوی چپلی (جوتے) بناتا ہوگا۔ اس کی صناعت کی طرف منسوب ہے یا بیچتا ہوگا۔ مگر حقیقت میں یہ دونوں باتیں نہیں نہ بناتا تھا اور نہ بیچتا تھا بلکہ موچیوں کے پاس جاکر بیٹھا کرتا تھا اسواسطے ان کی طرف نسبت کیا گیا۔ اور ابوی نسبت اوس کی خالد بن مہران ہے۔ اور اس قسم کی دوسری مثال سلیمان تیمی ہے۔ یہ راوی قبیلہ بنی التیم سے نہیں۔ اور اس طرف منسوب ہونے اسکیکی وجہ یہ ہے کہ اُن لوگوں میں جاکر اُترا تھا اسلئے اُن کی طرف منسوب ہوا۔ شعبہ کہتے ہیں میں نے سلیمان سے بڑھکر سچا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ حدیث روایت کرنے میں آپ کی یہ حالت تھی کہ آپکا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ اور عشاء کے وضو کے ساتھ ساری رات صبح تک نفل پڑھتے رہتے تھے۔ اور جو راوی دادا کی طرف نسبت کیا جاوے اُس کا جاننا بھی ضروری ہے جیسے کہ سلمہ بن اکوع ہے اُسکے باپ کا نام عمرو ہے اور اکوع اس کا دادا ہے۔ پس ایسے موقعہ پر جس راوی کا نام دوسرے راوی کے ہمنام ہو اور اُس راوی کے باپ کا نام راوی مذکور کے دادا کے نام پر ہو تو التباس واقعہ ہوتا ہے جیسے کہ محمد بن بشیر حافظ اور ثقہ راوی ہے شیخان اس سے روایت کرتے ہیں اور دوسرا اس نام کا محمد بن سائب بن بشر ابو نصر کلبی کوفی متہم بکذب و رفض ہے۔ اس نوع کے نہ جاننے سے ایسے ناموں میں التباس سے بچاؤ نہیں ہو سکتا اس لئے اس کا جاننا ضروری ہے کہ التباس سے امن ہو جاوے۔

مَعْرِفَۃُ مَنِ اتَّفَقَ اِسْمُہٗ وَاِسْمُ اَبِیْہِ وَجَدِّہٖ

(ق) مَعْرِفَۃُ (مَنِ اتَّفَقَ اِسْمُ اَبِیْہِ وَجَدِّہٖ) کَالْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ وَقَدْ یَقَعُ اَکْثَرُ مِنْ ذٰلِکَ وَھُوَ مِنْ فُرُوْعِ الْمُسَلْسَلِ وَقَدْ یَتَّفِقُ الْاِسْمُ الْاَبِ مَعَ اِسْمِ الْجَدِّ

وَاسْمُ اَبِیْهِ فَصَاعِدًا کَاَبِی الْیُمْنِ الْکِنْدِیِّ وَهُوَ زَیْدُ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ زَیْدِ ابْنِ الْحَسَنِ بْنِ زَیْدِ بْنِ الْحَسَنِ ۔

جس راوی کا نام اور اُسکے باپ کا اور اُسکے دادا کا ایک ہی ہو اُسکی معرفت میں

اور جس راوی کا نام اور اسکے باپ کا اور اُسکے دادا کا ایک ہی ہو جیسے کہ حسن بن حسن بن علی بن ابیطالب ہے اس کا جاننا بھی ضروری ہے ۔ اور گاہے تین شخصوں سے زیادہ میں ایک ہی نام چلا جاتا ہے ۔ اور یہ قسم مسلسل کے فروعات میں سے ہے جو گذر چکا ہے اور گاہے ایک ہی نام کسی راوی کا اور اُسکے باپ کا اور اُسکے دادا کا اور اُسکے دادا کے باپ کا اوپر تک چلا جاتا ہے ۔ جیسے کہ ابوالیمن کندی ہیں ۔ پوری تعریف اس کی یہ ہے زید بن الحسن بن زید بن الحسن بن ہے اور مثال ثانی اس قسم کی سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف ہے ۔

مزید ابن الحسین

مَعْرِفَةُ مَنِ اتَّفَقَ اسْمُ شَیْخِهٖ وَشَیْخِ شَیْخِهٖ فَصَاعِدًا

(اَوِ) اتَّفَقَ اِسْمُ الرَّاوِیِّ (اَوْ) اسْمُ شَیْخِهٖ وَشَیْخِ شَیْخِهٖ فَصَاعِدًا) کَعِمْرَانَ عَنْ عِمْرَانَ عَنْ عِمْرَانَ الْاَوَّلُ یُعْرَفُ بِالْقَصِیْرِ وَالثَّانِیْ رَجَاءُ الْعُطَارِدِ وَالثَّالِثُ بْنُ حُصَیْنِ الصَّحَابِیُّ بْنُ الصَّحَابِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَعَنْ اَبِیْهِ ۔ وَکَسُلَیْمَانَ عَنْ سُلَیْمَانَ عَنْ سُلَیْمَانَ الْاَوَّلُ اَحْمَدُ بْنُ اَیُّوْبَ الطَّبْرَانِیُّ وَالثَّانِیْ ابْنُ اَحْمَدَ الْوَاسِطِیُّ وَالثَّالِثُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِیُّ الْمَعْرُوْفُ بِابْنِ بِنْتِ شُرَحْبِیْلَ ۔ وَقَدْ یَقَعُ ذٰلِكَ لِلرَّاوِیْ وَشَیْخِهٖ مَعًا کَاَبِی الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِیِّ الْعَطَّارِ الْمَشْهُوْرِ

له قوله وقد یقع ای التوافق البعید وهوان التوافق اسمه واسم ابیه وجدّه ولا یخفی از المناسب ذکروقوع هذا التوافق قبل قوله فی المتن او اسم الراوی او اسم شیخه وشیخ شیخه فصاعدا لنقے باقی مجمة النظر ۱۲ منه

بِالرِّوَايَةِ عَنْ أَبِي عَلِيِّ الْأَصْبَهَانِيِّ الْحَدَّادِ وَكُلٌّ مِنْهُمَا اسْمُهُ الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ أَحْمَدَ فَاتَّفَقَا فِي ذٰلِكَ وَافْتَرَقَا فِي الْكُنْيَةِ وَالنِّسْبَةِ إِلَى الْبَلَدِ وَالصِّنَاعَةِ وَصَنَّفَ فِيهِ أَبُو مُوسَى الْمَدِينِيُّ جُزْءًا حَافِلًا۔

اُس راوی کی معرفت میں جس کا نام اور اسکے شیخ کا اور شیخ کے شیخ کا اُپرنک ایک ہی ہو

اور گاہے راوی کا نام اور اُسکے شیخ کا اور اُسکے شیخ کے شیخ کا اُپرنک ہی ہوتا ہے جیسے عمران عن عمران عن عمران ہے ان میں سے پہلا عمران تو قصیر کا لفظ ملانے سے شناخت ہوتا ہے۔ اور دوسرا عمران ابورجا عطار کہکر پہچانا جاتا ہے اور تیسرا عمران حصین صحابی بن صحابی کا بیٹا ہے۔ اس قسم کی دوسری مثال یہ ہے سلیمان عن سلیمان عن سلیمان ان میں اول سلیمان تو ابن احمد ایوب طبرانی ہے۔ اور دوسرا سلیمان بن احمد واسطی ہے اور تیسرا سلیمان بن عبد الرحمان دمشقی ہے معروف با بن بنت شرجیل۔ اور گاہے یہ توافق اسماء کا راوی کو اور اُسکے شیخ کو اکٹھا واقع ہوتا ہے جیسے کہ ابو العلا الہمدانی العطار ہے۔ ابو علی صفہانی حداد سے روایت کرنے میں مشہور ہے۔ اور ان دونوں استاذ و شاگرد کا نام حسن بن احمد بن حسن بن احمد بن حسن بن احمد ہے۔ نام میں تو اپرنک دونوں متفق ہیں اور کنیت و نسبت شہری اور نسبت صنعتی میں علیحدہ ہوتے ہیں اور اس نوع میں حافظ ابو موسیٰ محمد بن ابو بکر بن عیسیٰ احمد بن عمر بن محلد الاصفہانی المدینی المتوفی ۵۸۱ھ نے ایک جامع مختصر کتاب لکھی ہے

مَعْرِفَةُ مَنِ اتَّفَقَ اسْمُ شَيْخِهِ وَالرَّاوِي عَنْهُ

(ق) مَعْرِفَةُ مَنِ اتَّفَقَ اسْمُ شَيْخِهِ وَالرَّاوِي عَنْهُ) وَهُوَ

نَوعٌ لَطِيفٌ لَمْ يَتَعَرَّضْ لَهُ ابْنُ الصَّلَاحِ وَفَائِدَتُهُ دَفْعُ اللَّبْسِ عَمَّنْ
يُظَنُّ أَنَّ فِيهِ تَكْرَارًا وَانْقِلَابًا فَمِنْ أَمْثِلَتِهِ الْبُخَارِيُّ رَوَى عَنْ مُسْلِمٍ
وَرَوَى عَنْهُ مُسْلِمٌ فَشَيْخُهُ مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْفَرَاهِيدِيُّ الْبَصْرِيُّ
وَالرَّاوِي عَنْهُ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ صَاحِبُ الصَّحِيحِ وَكَذَا وَقَعَ ذَلِكَ
لِعَبْدِ بْنِ حُمَيْدٍ أَيْضًا رَوَى عَنْ مُسْلِمِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ وَرَوَى
عَنْهُ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ فِي صَحِيحِهِ حَدِيثًا بِهَذِهِ التَّرْجَمَةِ بِعَيْنِهَا وَ
مِنْهَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ رَوَى عَنْ هِشَامٍ وَرَوَى عَنْهُ هِشَامٌ فَشَيْخُهُ هِشَامُ
بْنُ عُرْوَةَ وَهُوَ مِنْ أَقْرَانِهِ وَالرَّاوِي عَنْهُ هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللهِ
الدَّسْتَوَائِيُّ وَمِنْهَا ابْنُ جُرَيْجٍ رَوَى عَنْ هِشَامٍ وَرَوَى عَنْهُ
هِشَامٌ فَالْأَعْلَى ابْنُ عُرْوَةَ وَالْأَدْنَى ابْنُ يُوسُفَ الصَّنْعَانِيُّ
وَمِنْهَا الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ رَوَى عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى وَعَنْهُ ابْنُ
أَبِي لَيْلَى فَالْأَعْلَى عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَالْأَدْنَى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
الْمَذْكُورُ وَأَمْثِلَتُهُ كَثِيرَةٌ۔

اُس راوی کی معرفت میں جسکے تلمیذ کے نام کے موافق اسکے استاذ کا نام بھی ہو

اور جس راوی کے شاگرد کا اور اُسکے اُستاذ کا ایک ہی نام ہو اس کا جاننا بھی ضروری ہے
یہ ایک باریک قسم ہے شیخ ابن الصلاح نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی اور نہ قابل
ذکر سمجھے۔ اسکے جاننے کا فائدہ یہ ہے کہ جن راویوں میں تکرار اور انقلاب کا گمان کیا جاوے
وہ گمان اس سے دور ہو جاتا ہے۔ اور اس نوع کی مثالوں میں سے ایک مثال تو یہ ہے
کہ امام بخاری گاہے اپنے شاگرد امام مسلم سے روایت کرتے ہیں۔ اور امام مسلم بھی (سوا
صحیح مسلم کے اپنی باقی تصانیف میں) امام بخاری سے روایت کرتے ہیں۔ پس استاذ

امام بخاری کے مسلم بن ابراہیم فراہیدی بصری ہیں - اور شاگرد بھی اسکے نام موافق مسلم بن حجاج قشیری صاحب صحیح ہیں (اب راوی کے شاگرد اور استاد کے اسماء کے اشتراک میں اگر کہا جاوے عن مسلم عن البخاری عن مسلم - تو اس میں تکرار اور انقلاب کا گمان ہو سکتا ہے - اور اگر عن البخاری عن مسلم کہا جاوے تو اس میں بنا بر شاگرد ہونے مسلم کے بخاری کے سند کے انقلاب کا گمان ہو سکتا ہے - پس اس نوع کے جاننے سے یہ ظن دور ہو جاتا ہے) اور یہ اشتراک مخصوص عبد بن حُمید کو بھی واقعہ ہوا ہے وہ خود تو مسلم بن ابراہیم مذکور سے روایت کرتے ہیں اور اُنسے امام مسلم اپنی صحیح میں اسے عبد بن حمید والی سند سے بعینہ روایت کرتے ہیں اور اسے نوع کی مثالوں میں سے یحیٰ بن ابو کثیر ہے جو ہشام سے روایت کرتا ہے اور اُس کے آگے بھی اُسی نام کا شاگرد ہشام روایت کرتا ہے - پس شیخ یحیٰ بن ابو کثیر کا ہشام بن عروہ ہے اسکے اقران میں سے اور شاگرد اس کا بھی ہشام بن ابو عبداللہ دستوائی ہے - اور اسی نوع کی مثالوں میں سے (عبدالملک بن عبدالعزیز) بن جُریج (اموی مولاہم) ہے جو ہشام سے روایت کرتا ہے - اور ابن جریج سے آگے تلمیذ بھی ہشام ہی نام روایت کرتا ہے پس نہیں سے اعلیٰ یعنی ابن جریج کا شیخ ہشام بن عروہ ہے - اور ادنیٰ (ابن جریج کا شاگرد) ہشام بن یوسف ہے - شہر صنعا کا ہے رہنے والا - اور اسی نوع کی مثالوں میں سے حکم بن عتیبہ ہے جو ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتا ہے - اور آگے اس سے بھی اس کا شاگرد ابن ابی لیلیٰ نام روایت کرتا ہے - پس اعلیٰ ان دونوں میں سے تو عبدالرحمٰن مذکور کا بیٹا ہے (ابن اثیر اپنی کتاب جامع کے خاتمہ میں کہتے ہیں محدثین ابن ابی لیلیٰ کا لفظ استعمال کریں تو اس سے مراد عبدالرحمان کو رکھتے ہیں - اور فقہا اس لفظ کا استعمال کریں تو محمد مراد ہوتا ہے) اس نوع کی اور بھی بہت مثالیں ہیں -

مَعْرِفَةُ اَسْمَاءِ الْمُجَرَّدَةِ

(و) مِنَ الْمُهِمِّ فِي هٰذَا الْفَنِّ (مَعْرِفَةُ اَسْمَاءِ الْمُجَرَّدَةِ) وَقَدْ جَمَعَهَا

المتوفی ۲۵۹ھ نے - اور امام بخاری نے بھی اپنی اپنی تاریخوں میں سکو ر لاکر لکھا ہے - اور اسیطرح ابن ابو حاتم نے بھی اپنی کتاب مسمی بجرح والتعدیل میں علی الاطلاق انکو لکھا ہے - اور بعض آئمہ نے جیسے کہ عجلی اور ابن حبان اور ابن شاہین ہیں انہوں نے ثقی راوی علیحدہ لکھے ہیں اور بعض علماء نے جیسے کہ ابن عدی اور ابن حبان ہیں انہوں نے مجروح راوی علیحدہ کرکے لکھے ہیں اور بعض علماء نے مخصوص کتابوں کے راوی لکھے ہیں جیسے کہ رجالِ بخاری کے شیخ ابو نصر احمد بن محمد الکلاباذی البخاری المتوفی ۳۹۸ھ نے لکھے ہیں - اور صحیح مسلم کے راوی ابو بکر منجویہ نے لکھے ہیں - اور بخاری و مسلم دونوں کے راوی ابوالفضل ابن طاہر المتوفی ۵۰۷ھ نے لکھے ہیں - اور ابوداؤد کے راوی ابو علی جیانی نے لکھے ہیں - اور ترمذی و نسائی کے راوی علماء مغرب کی ایک جماعت نے لکھے ہیں اور صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری صحیح مسلم - ابوداؤد - ترمذی - نسائی - ابن ماجہ کے راوی حافظ عبدالغنی المقدسی نے اپنی کتاب مسمی بہ کمال میں لکھے ہیں اور اُنکے بعد مزی نے جو منسوب ہیں طرف قریہ مزہ کے ملک شام کے قریٰ میں سے اس کتاب الکمال فی معرفۃ الرجال کو اپنی کتاب تہذیب الکمال میں مناسب اور عمدہ طور سے نقل کیا پھر اسپر حافظ مغلطائی نے استدراک کرکے اکمال التہذیب نام رکھا - اور اس تہذیب کو حافظ محمد ذہبی نے مختصر کرکے اختصار التہذیب نام رکھا) اور پھر میں نے تہذیب الکمال مزی کا خلاصہ لیکر کچھ اَور بھی اسپر اضافہ کرکے تہذیب التہذیب نام کتاب لکھی - اور میری یہ کتاب باوجود زیادتی مضمون کے اصل کتاب کے حجم سے کوئی تیسرا حصہ حجم میں ہوئی (ابن حجر نے پھر اس کو بھی مختصر کرکے تقریب التہذیب لکھی اردو ہی اب ہند میں طبع ہو کر متداول ہے ✤

مَعرِفَةُ الاَسمَاءِ المُفرَدَةِ

(و) مِنَ المُهِمِّ اَيضًا مَعرِفَةُ الاَسمَاءِ المُفرَدَةِ (وَقَد صَنَّفَ فِيهِ الحَافِظُ اَبُو بَكرٍ اَحمَدُ بنُ هَارُونَ البَردِيجِيُّ - فَذَكَرَ اَشيَاءَ كَثِيرَةً

تعقبوا عليه۔ بعضها من ذلك قوله صغدي بن سنان أحد
الضعفاء وهو بضم الصاد المهملة وقد تبدل سينا مهملة وسكون
الغين المعجمة بعدها دال مهملة ثم ياء كياء النسبة وهو
اسم علم بلفظ النسب وليس هو فردا ففي الجرح والتعديل لابن
أبي حاتم صغدي الكوفي وثقه ابن معين وفرق بينه
وبين الذي قبله فضعفه وفي تاريخ العقيلي صغدي بن
عبد الله يروي عن قتادة قال العقيلي حديثه غير محفوظ
انتهى۔ والذي هو الذي ذكره ابن أبي حاتم وأما كون
العقيلي ذكره في الضعفاء فإنما هو للحديث الذي ذكره
عنه۔ وليست الآفة منه بل هي من الراوي عنه عنبسة
بن عبد الرحمن والله أعلم۔ ومن ذلك البعض سندر
بالمهملة والنون بوزن جعفر وهو مولى زنباع الجذامي له صحبة
ورواية۔ والمشهور أنه يكنى أبا عبد الله وهو اسم فرد لم يتسم
به غيره فيما نعلم لكن ذكره أبو موسى في الذيل على
معرفة الصحابة لابن منده سندر أبو الأسود وروى له حديثا
وتعقب عليه ذلك بأنه هو الذي ذكره ابن منده۔ وقد
ذكر الحديث المذكور محمد بن ربيع الجيزي في تاريخ الصحابة
الذين نزلوا مصر في ترجمة سندر مولى زنباع وقد حررت ذلك
في كتابي الصحابة۔)

اسماء مفردہ کی معرفت

اور اسمائے مفردہ کا جاننا بھی ضروری ہے (اسماء مفردہ سے وہ اسماء مراد ہیں جنکے

مسمیات عام نہیں ہوتے بلکہ کوئی کوئی شخص اُن اسماء سے مسمی ہوتا ہے) اور
اس نوع میں بھی حافظ ابو بکر احمد بن ہارون بردیجی نے ایک کتاب لکھی ہے
لیکن اس کتاب میں اکثر ایسے اسماء لکھے ہیں جنکے سبب انپر پچھلے معترضوں نے
اعتراض کیا ہے۔ منجملہ اُن معترض علیہا اسماء سے صُغْدِیُّ بْنُ سِنَان ہے
ضعفاء میں سے بضمہ صاد مہملہ۔ اور گاہے بہ صاد سین مہملہ سے بھی بدل جاتا ہے
صاد کے بعد غین معجمہ ساکن ہے اور غین کے بعد دال مہملہ ہے اخیر میں حرف
یاء ہے یاء نسبت کی طرح۔ اور صغدی اسم علم ہے بلفظ نسبت۔ اور فرد نہیں
جیساکہ بردیجی خیال کرتے ہیں۔ اسواسطے کہ حافظ ابن ابو حاتم اپنی کتاب جرح
وتعدیل میں لکھتے ہیں صغدی کوفی کی توثیق ابن معین نے کی ہے۔ اور ابو حاتم
صغدی کوفی اور صغدی مذکور یعنی صغدی بن سنان کے درمیان فرق کرتے ہیں
اوالذکر کو تو ضعیف ٹہراتے ہیں اور کوفی کو ثقہ۔ اور عقیلی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے
کہ صغدی بن عبداللہ قتادہ سے روایت کرتا ہے۔ اور اس کی حدیث غیر محفوظ ہے
انتہیٰ (لسان المیزان میں لکھا ہے کہ اس کی حدیث منکر ہے) اور میں گمان کرتا ہوں
کہ یہ صغدی بن عبداللہ وہی شخص ہے جس کا ذکر ابن ابو حاتم نے کیا ہے (اور ابن
معین سے اس کی توثیق نقل کی ہے) اور جو عقیلی نے اسکو ضعفا میں ذکر کیا ہے
تو خاص اس حدیث کی وجہ سے ہے جو اس سے عقیلی کو پہونچی ہے۔ اور اُس
حدیث کے روایت کرنے میں صغدی کا کوئی قصور نہیں قصور تو اُس راوی کا
ہے جو صغدی سے روایت کرتا ہے اور وہ عنبسہ بن عبدالرحمان ہے (امام بخاری
بھی عنبسہ کی نسبت اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ محدثین نے عنبسہ سے حدیث
روایت کرنی چھوڑدی تھی) اور اسماء مفردہ میں سے سَنْدَر (س ن د ر)
بسین مہملہ ونون ساکنہ بوزن جَعْفَر بھی ہے۔ اور یہ سندر مولیٰ زنباع جذامی کا
ہے۔ اور اس سندر کو جناب نبوی کی صحبت ہماری دانست میں کوئی اور شخص
اس نام سے مسمی نہیں ہوا۔ لیکن حافظ ابو موسیٰ نے حافظ ابن مندہ کی کتاب معرفۃ الصحابہ

کے ذیل میں جو کتاب لکھی ہے اسمیں ذکر کیا ہے کہ سندر ابوالاسود ایک اور شخص ہے سوا سے سندر مذکور کے۔ اور اس سندر ابوالاسود سے ایک حدیث بھی ابو موسیٰ نے نقل کی ہے۔ اور ابو موسیٰ پر اس استدراک میں یہ مواخذہ کیا گیا ہے کہ یہ وہی سندر ہے جس کا ذکر ابن مندہ نے کیا ہے اُنسے رہ نہیں گیا اور جو حدیث ابو موسیٰ نے سندر ابوالاسود سے نقل کی ہے وہی حدیث محمد بن ربیع جیزی نے مصر میں نزول فرمانے والے صحابہ میں سے سندر مولیٰ زنباع کے ترجمہ میں نقل کی ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ سندر جسکا استدراک کے طور پر ابو موسےٰ نے ذکر کیا ہے وہی سندر ابو عبداللہ ہے، اور میں نے بھی اپنی کتاب اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں جو صحابہ کے حالات میں لکھی ہے۔ اس بحث کو لکھا ہے۔

مَعْرِفَةُ الْأَلْقَابِ وَالْأَنْسَابِ

(وَ) كَذَا مَعْرِفَةُ (الْكُنَى) الْمُجَرَّدَةِ وَالْمُفْرَدَةِ (وَ) كَذَا مَعْرِفَةُ (الْأَلْقَابِ) وَهِيَ تَارَةً يَكُوْنُ بِلَفْظِ الْإِسْمِ - وَتَارَةً بِلَفْظِ الْكُنْيَةِ وَتَقَعُ بِسَبَبِ عَاهَةٍ كَالْأَعْمَشِ - أَوْ حِرْفَةٍ (وَ) كَذَا مَعْرِفَةُ (الْأَنْسَابِ) وَهِيَ تَارَةً (تَقَعُ إِلَى الْقَبَائِلِ) وَهِيَ فِي الْمُتَقَدِّمِيْنَ أَكْثَرُ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْمُتَأَخِّرِيْنَ (وَ) تَارَةً (إِلَى الْأَوْطَانِ) وَهٰذَا فِي الْمُتَأَخِّرِيْنَ أَكْثَرُ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْمُتَقَدِّمِيْنَ - وَالنِّسْبَةُ إِلَى الْوَطَنِ أَعَمُّ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ بِلَادًا أَوْ ضِيَاعًا أَوْ سِكَكًا أَوْ مُجَاوَرَةً (وَ) قَدْ تَقَعُ (إِلَى الصَّنَائِعِ) كَالْخَيَّاطِ (وَالْحِرَفِ) كَالْبَزَّازِ (وَ) يَقَعُ (فِيْهَا الْاِتِّفَاقُ وَالْاِشْتِبَاهُ كَالْأَسْمَاءِ وَقَدْ تَقَعُ الْأَنْسَابُ (أَلْقَابًا) كَخَالِدِ بْنِ مَخْلَدِ الْقَطْوَانِيِّ كَانَ كُوْفِيًّا وَيُلَقَّبُ بِالْقَطْوَانِيِّ وَكَانَ يَغْضَبُ مِنْهَا (وَ) مِنَ الْمُهِمِّ أَيْضًا مَعْرِفَةُ أَسْبَابِ ذٰلِكَ

(أي الألقاب والنسب التي باطنها على خلاف ظاهرها)

القاب اور انساب کی معرفت میں

اور اسیطرح خصوصیات متقدمہ سے مجرد اور منفرد ہونے والی راویوں کی کنیتوں کا جاننا اور
راویوں کے القابوں کا پہچاننا بھی ضروری ہے - اور یہ القاب گاہے بلفظ اسم
واقعہ ہوتے ہیں - اور گاہے بلفظ کنیت - اور گاہے حادثہ کے سبب جیسے کہ اعمش [illegible]
بمعنی ضعف روایت کے - اور گاہے یہ القاب بسبب کسی پیشہ کے آتے ہیں جیسے
کہ عطار ہے - اور انساب کا جاننا بھی ضروری ہے - اور یہ نسبتیں گاہے قبائل
کیطرف واقعہ ہوتی ہیں - اور یہ متقدمین میں بمقابل متاخرین کے زیادہ ہیں - اور
گاہے راویوں کے وطنوں اور ملکوں کی طرف یہ نسبتیں واقعہ ہوتی ہیں - اور یہ
نسبت متقدمین کے متاخرین میں زیادہ ہیں - اور نسبت وطنی عام طور پر واقعہ
ہوتی ہے - شہروں کی طرف بھی - اور دیہاتوں کی طرف بھی - اور محلوں کی طرف
طرف بھی - اور کسی جگہ میں چند روز قیام کرنے کی طرف بھی اور گاہے نسبت صنعت
کی طرف بھی واقعہ ہوتی جیسے خیاط (درزی) اور کبھی پیشہ کی طرف بھی واقعہ ہوتی ہے
جیسے کہ بزاز (پنساری) ہے - پھر ان نسبتوں میں اسماء کی طرح اتفاق واشتباہ بھی واقعہ ہوتا ہے
اور گاہے یہ نسبتیں بطور القاب کے واقعہ ہوتی ہیں جیسے خالد بن مخلد قطوانی ہے - کوفہ
کا رہنے والا - قطوانی کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا - اور اس لقب پر ناراض ہوتا تھا -
(قطوان کے نام پر دو جگہیں ہیں ایک سمرقند میں دوم کوفہ میں - کوفہ والی جگہہ کی طرف
راویوں کی ایک جماعت منسوب ہے جن میں سے خالد بن مخلد بھی ہے) اور جن القاب
اور نسبتوں کا باطن ظاہر کے برخلاف ہو اُنکا جاننا بھی ضروری ہے (مثال لقب کی
جیسے کہ ضال معاویہ بن عبدالکریم کا لقب ہے - مکہ مکرمہ کو جاتے وقت راستہ میں اسکے
گم ہونے کی وجہ سے اسکو ضال کہا گیا تھا اور وہی لقب ہمیشہ اسکا رہا اور ضعیف لقب

عبداللہ بن محمد کا ہے اس کو روایت میں ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف نہیں کہا گیا بلکہ ضعف جسم کے سبب ضعیف اس کا لقب ہوا ہے۔ اور نسبت کی مثال جیسے محمد بن سنان عوقی ہے۔ یہ شخص عوقہ (عبد قیس کے قبیلہ کی ایک شاخ میں نزول کرنے کے سبب ان کی طرف نسبت کیا گیا ہے اور دراصل انہیں سے نہیں ہے۔

مَعْرِفَةُ الْمَوَالِي

(وَ) كَذَا (مَعْرِفَةُ الْمَوَالِي مِنَ الْأَعْلَى وَالْأَسْفَلِ بِالرِّقِّ أَوْ بِالْحَلِفِ) أَوْ بِالْإِسْلَامِ لِأَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ يُطْلَقُ عَلَيْهِ اِسْمُ الْمَوْلٰى وَلَا يُعْرَفُ تَمَيُّزُ ذٰلِكَ إِلَّا بِالتَّنْصِيصِ عَلَيْهِ)

مولیٰ اعلیٰ اور مولیٰ اسفل کی معرفت میں

اور مولیٰ اعلیٰ اور مولیٰ اسفل کا جاننا بھی ضروری ہے جو غلامی اور حلف اور اسلام لانے سے ہوتا ہے اس واسطے کہ سب مذکورین پر مولیٰ کا لفظ بولا جاتا ہے اور تصریح کئے بغیر اعلیٰ وادنیٰ میں تمیز نہیں ہو سکتی کہ دونوں میں اعلیٰ کون ہے اور ادنیٰ کون ہے (مولیٰ) غلام آزاد کرنے والے کو بھی کہتے ہیں اور آزاد شدہ غلام کو بھی اور ان دونوں شخصوں کو بھی مولیٰ کہا جاتا ہے جو آپس میں پختہ عہد کر لیتے ہیں اور کسی کے ہاتھ پر کفر سے تائب ہو کر اسلام لے آئے اسے بھی مولیٰ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ابو علی حسن بن عیسیٰ نصرانی تھا عبداللہ بن مبارک کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اس کو مولیٰ ابن مبارک کہا گیا۔

مَعْرِفَةُ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ

وَمَعْرِفَةُ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ (وَقَدْ صَنَّفَ فِيهِ الْقُدَمَاءُ كَعَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ)

راویوں کے بھائیوں اور بہنوں کی معرفت

اور معرفت حدیث کے روایت کرنے والے راویوں کے بھائیوں اور بہنوں کی بھی ضروری ہے اور مثالیں اس کی صحابہ میں بہت ہیں جیسے کہ فضل بن عباس اور عبداللہ بن عباس اور عمر بن الخطاب وزید بن الخطاب۔ اور عائشہ بنت ابی بکر و اسماء بنت ابی بکر اور زینب بنت جحش و حمنہ بنت جحش (اس نوع کی معرفت کا یہ فائدہ ہے کہ ان میں سے بعض مشہور ہوتے ہیں بعض غیر مشہور ہیں عدم شہرت کی وجہ سے جنکے ذکر کرنے میں خطائی کا گمان کیا جاوے وہ دور ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص حقیقت میں بھائی نہیں اس کی بھی نفی ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ عبداللہ بن عمرو۔ اور سہل بن عمرو ہے ان میں سے پہلا شخص تو عمرو العاص سہمی کا بیٹا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص ہے جس نے حدیبیہ کی صلح کی شرطیں ذکر کی ہیں)، اس فن میں متقدمین محدثین نے کتابیں لکھی ہیں انسے اچھی طرح اس نوع کی معرفت ہو سکتی ہے) چنانچہ حافظ علی بن المدینی کی بھی اس نوع میں علیحدہ مستقل تالیف ہے۔

آدابُ الشَّیخِ وَالطَّالِب

(وَ) مِنَ الْمُهِمِّ اَیْضًا مَعْرِفَۃُ اٰدَابِ الشَّیْخِ وَالطَّالِبِ) وَیَشْتَرِکَانِ فِیْ تَصْحِیْحِ النِّیَّۃِ وَالتَّطْهِیْرِ عَنْ اَغْرَاضِ الدُّنْیَا وَتَحْسِیْنِ الْخُلُقِ وَیَنْفَرِدُ الشَّیْخُ بِاَنْ یُّسْمِعَ اِذَا احْتِیْجَ اِلَیْهِ۔ وَاَنْ لَّا یُحَدِّثَ

لے قولہ یسمع من الاسماع ای وجوبا اذا احتیج الیہ بسبب ارتحال الاخرین ولسبب تساہلہم علی القیام بحد منہ ذا الفن الشریف فصار الاسماع واجبا علیہ لتعینہ والا فہو مستحب مطلقا لقولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ فلیبلغ الشاہد منکم الغائب قد جلس مالک والشافعی مع حداثۃ سنہما وشیوخہما احیاء

بِبَلَدٍ مَنْ هُوَ اَوْلٰی مِنْهُ بَلْ يُرْشِدُ اِلَيْهِ۔ وَلَا يَتْرُكُ اِسْمَاعَ اَحَدٍ لِنِيَّةٍ فَاسِدَةٍ وَاَنْ يَتَطَهَّرَ وَيَجْلِسَ بِوَقَارٍ وَلَا يُحَدِّثَ قَائِمًا وَلَا عَجِلًا وَلَا فِي الطَّرِيْقِ اِلَّا اَنْ يَضْطَرَّ اِلٰی ذٰلِكَ وَاَنْ يُمْسِكَ عَنِ التَّحْدِيْثِ اِذَا خَشِيَ التَّغَيُّرَ اَوِ النِّسْيَانَ لِمَرَضٍ اَوْ هَرَمٍ وَاِذَا اتَّخَذَ مَجْلِسَ الْاِمْلَاءِ بِاَنْ يَكُوْنَ لَهٗ مُسْتَمْلٍ يَقِظٌ۔ وَيَنْفَرِدُ الطَّالِبُ بِاَنْ يُوَقِّرَ الشَّيْخَ وَلَا يُضْجِرَهٗ وَاَنْ يُرْشِدَ غَيْرَهٗ لِمَا سَمِعَهٗ وَلَا يَدَعُ الْاِسْتِفَادَةَ لِحَيَاءٍ اَوْ تَكَبُّرٍ۔ وَاَنْ يَكْتُبَ مَا سَمِعَهٗ تَامًّا۔ وَيَعْتَنِيْ بِالتَّقْيِيْدِ وَالضَّبْطِ وَيُذَاكِرُ بِمَحْفُوْظِهٖ لِيَرْسَخَ فِيْ ذِهْنِهٖ۔

شیخ حدیث و طالب حدیث کے آداب ہیں

اُستاذ حدیث اور طالب حدیث کے آداب کا دریافت کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ اداب دو قسم کے ہیں بعض تو دونوں کے لئے مشترک ہیں۔ اور بعض ایک ایک سے مخصوص ہیں پس جو دونوں کے واسطے مشترک ہیں وہ یہ ہیں کہ۔ حدیث سکھنے میں دونوں استاذ و شاگرد نیت صحیح رکھیں۔ یعنی مخصوص رضامندی خدا و خوشنودی رسول مجتبےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم کے واسطے پڑھیں پڑھائیں اور اعراض دنیاوی سے دل کو پاک کریں۔ اور لوگوں کے ساتھ حسن خلق سے پیش آویں۔ نرم کلامی سے اُنکو ہدایت کریں۔ اور اُن کی برائیوں سے درگذر کریں اور شیخ ان اداب میں منفرد ہے کہ جب کوئی اور شخص حدیث پڑھانے والا نہو تو یا ہو مگر پڑھانے میں سُستی کرتا ہو اور ان وجہوں سے اس شیخ سے حدیث سننے کی ضرورت ہو تو اُسوقت وجوباً اس کو حدیث کا پڑھانا لازم ہے۔ اور دوسرا مخصوص ادب شیخ کا یہ ہے کہ جس شہر میں اس سے کوئی اور محدث اچھی طرح حدیث جاننے والا ہو اُس کی موجودگی میں یہ حدیث نہ پڑھائے بلکہ اُس کی خدمت میں جانے کے

ہو جاوے۔ تو حدیث نہ سناوے۔ اور یا کسی بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے اسکو
بعض اجزاء حدیث کے بھول جائیں تو بھی حدیث سنانی موقوف کردیوے
اور ساتواں مخصوص ادب شیخ کا یہ ہے کہ جب املا کی مجلس اختیار کرے۔ اور سامعین
بہت ہوں اس کی آواز سب کو نہ پہونچ سکتی ہو تو آگے لوگوں کو سنانے
کے واسطے اچھا ضابطے والا ایک مبلغ مقرر کرے۔ کہ وہ بلا کمی وبیشی آگے
لوگوں کو سناتا جاوے۔ اور اگر ایک مبلغ کافی نہو سکے تو دو یا تین یا جسقدر
ضرورت ہو اُتنے مقرر کرلیوے چنانچہ ابو مسلم ابرھیم بن عبداللہ البصری الکشی
المتوفی سنہ [illegible] کی املامیں چند مبلغ کھڑے کئے گئے تھے خطیب بغدادی اپنی
تاریخ میں۔ اور حافظ عراقی بھی۔ ابو مسلم کشی کی املا کی کیفیت اسطرح نقل کرتے ہیں
کہ جس روز آپ بغداد میں تشریف لائے اور بہت لوگ آپ سے حدیث سننے
کو جمع ہوئے تو آپنے رحبہ غسان میں جو کہ بغداد کے سب مکانوں سے زیادہ
کشادہ اور وسیع تھا جلوس فرمایا۔ اور لوگ آپکے آس پاس کھڑے ہوگئے
اور اُن کی کثرت کی وجہ سے جبکہ ابو مسلم کی آواز سبکو پہونچ نہ سکتی تھی سات
شخص آپکے پیچھے آپ کی آواز پہونچانے کو قائم کئے گئے تھے جو ایک دوسرے سے
آواز سنکر لوگوں کو پہونچاتے تھے اور مجلس کے برخاست ہونے کے بعد جب
لوگوں کا شمار کیا گیا تو علاوہ سامعین وغیرہ کے قلمدوانوں سے لکھنے والے
کسی اوپر چالیس ہزار حساب میں آئے۔ عراقی کہتے ہیں شیخ سے سنکر حدیث
آگے لوگوں کو پہونچانے والے شخص کی جگہ بلند ہو مثل کرسی وغیرہ کے اور
اگر بلند جگہ نہ مل سکے تو کھڑا ہو کر سناوے۔ اور جو شخص مستملی سے سنے اور
اس مستملی نے خود شیخ سے نہ سنا ہو بلکہ دوسری مستملی سے سنا ہو تو وہ شخص شیخ
سے اس سماعت کو جبتک کہ شیخ اسے اجازت نہ دیوے روایت نہ کرے۔
اور املاء اسکو کہتے ہیں کہ عالم ایک جگہ میں بیٹھ جاوے۔ اور اُسکے گرداگرد
اسکے شاگرد قلم دواتیں اور کاغذ لیکر بیٹھیں۔ اور وہ عالم جو کچھ کہ اللہ تعالے نے

اُسپر ابواب علوم مفتوح کئے ہوئے ہیں اونکو بیان کرے اور شاگرد لکھتے جائیں پس
اِس کیفیت کا لکھا ہوا املاء ہے - اور قدیم زمانہ میں اہلحدیث اور فقہا اسیطرح افادہ
علم کا پہونچایا کرتے تھے - کذا فی اتحاف النبلاء یہ ہیں اداب مخصوصہ شیخ کے اور
طالب حدیث ان اداب میں منفرد ہے کہ استاذ کی تعظیم کرے - اور اسکی مرضی کے
بر خلاف دیر تک پڑھنے میں استاذ کو دق نہ کرے - شیخ ابن الصلاح فرماتے ہیں
اُستاذ کو دق کرنے والا آدمی علم کے انتفاع سے محروم رہتا ہے - اور دوسرا مخصوص
ادب طالب کا یہ ہے کہ جو علمی فوائد حاصل کئے ہیں وہ اوروں کو بھی پہونچاوے
(بخل نہ کرے) اور تیسرا مخصوص ادب طالب کا یہ ہے کہ حیا اور تکبر سے علم کا
حاصل کرنا ترک نہ کرے حیا سے ترک کرنا علم کا یہ ہے کہ آپ سے کم عمر والے سے
نہ پڑھے - اور تکبر سے ترک کرنا یہ ہے کہ جو شخص اس سے رتبہ میں کم ہو اس سے
نہ سیکھے امام بخاری مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ علم کے منصب کو حیا کرنے والا
اور تکبر کرنے والا نہیں پہونچ سکتا - اور اس ادب میں بھی طالب حدیث مخصوص
ہے کہ جو کچھ استاذ سے سُنے اُسکو (بلا انتخاب) تمام و سالم لکھ لیوے - اور لکھنے
اور یاد کرنے میں اچھا اہتمام اور زیادہ کوشش کرے - اور اپنی یادداشت کا
اپنے شرکا کے ساتھ مذاکرہ اور دَور کرتا ہے تاکہ ذہن میں اچھی طرح جم جاوے -

سِنُّ التَّحَمُّلِ وَالْاَدَاءِ

(وَ) مِنْ اَهَمِّهِمْ (سِنُّ التَّحَمُّلِ وَالْاَدَاءِ) وَالْاَصَحُّ اِعْتِبَارُ سِنِّ
التَّحَمُّلِ بِالتَّمْيِيْزِ - هٰذَا فِي السَّمَاعِ - وَقَدْ جَرَتْ عَادَةُ الْمُحَدِّثِيْنَ
بِاِحْضَارِهِمُ الْاَطْفَالَ مَجَالِسَ الْحَدِيْثِ وَيَكْتُبُوْنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ
حَضَرُوْا - وَلَابُدَّ لَهُمْ فِيْ مِثْلِ ذٰلِكَ مِنْ اِجَازَةِ الْمُسْمِعِ -
وَالْاَصَحُّ فِيْ سِنِّ الطَّلَبِ بِنَفْسِهٖ اَنْ يَتَاَهَّلَ لِذٰلِكَ - وَيَصِحُّ تَحَمُّلُ

الكافر ايضاً اذا اداه بعد اسلامه وكذا الفاسق
من باب الاولى اذا اداه بعد توبته وثبوت عدالته۔
واما الاداء فقد تقدم انه لا اختصاص له بزمن معين
بل يتقيد بالاحتياج والتاهل لذلك وهو مختلف باختلاف
الاشخاص وقال ابن خلاد اذا بلغ الخمسين ولا ينكر عليه
عند الاربعين ونعقب بمن حدث قبلها كمالك رح)

حدیث کے تحمل وادا کا سن

حدیث کے سننے اور ادا کرنے کا وقت وسن معلوم کرنا بھی ضروری ہے
کہ کس سن میں آدمی حدیث سننے اور ادا کرنے کے قابل ہوتا ہے پس اصح
قول میں معتبر وقت اخذ کرنے حدیث کا سامع کی تمیز ہے (جبکہ جمرہ - بمرہ میں
تمیز کرسکے - اور بات سنکر مناسب اسکے جواب دے سکے - اور غالباً پانچسال
کی عمر میں یہ تمیز آدمی کو حاصل ہو جاتی ہے - اور جو تمیز نہ ہو تو پچاس سالہ آدمی کا
سماع بھی صحیح نہیں) یہ تمیز کی شرط سماع میں ہے والا محدثین کی اپنے اطفال کو
مجالس حدیث میں (حصول برکت اور اجازت کے حاصل کرنے کے واسطے)
حاضر کرنے کی عادت اور ان اطفال کے واسطے ان مجالس کا حضور لکھنے کا
قدیم سے دستور ہے - لیکن جب وہ اطفال بڑے ہو جاویں تو اس شیخ کی اجازت
انکو ضروری ہے جس کی مجلس میں طفولیت میں حاضر کئے گئے تھے (پہلے سماع
پر حدیث روایت نہیں کرسکتے) اور بنفسہ حدیث کو طلب کرنے کا وقت اصح
قول میں حدیث کے سمجھنے کی لیاقت ہے (جب حاصل ہو کوئی معین سن نہیں)
اور اگر کوئی کافر کفر کی حالت میں حدیث سنکر اسلام لانے کے بعد روایت کرے
تو اس کا کفر کی حالت میں بھی حدیث کا تحمل کرنا صحیح ہے (مثال اس کی جیسے کہ

ہرقل کی حدیث ابو سفیان نے اسلام لانے کے بعد روایت کی تھی) اور اسیطرح فاسق
کا اخذ کرنا حدیث کا بھی بطریق اولیٰ صحیح ہے جبکہ توبہ کرنے کے بعد اور عدالت کے
ثبوت کے بعد روایت کرے اور حدیث کا ادا کرنا سو گذر چکا ہے کہ اُسکے واسطے
کوئی خاص مقرر وقت نہیں۔ بلکہ مفید ہے ادا کرنا حدیث کا ادا کرنے والے کی
لیاقت اور حدیث سننے کی ضرورت پر (یہ حکم بہ نسبت مؤکد ہونے اسکے
ہے۔ والا حدیث سنانے کے جواز بلکہ استحباب میں بھی فقط اہلیت ہی شرط ہے)
اور یہ اہلیت بسبب اختلاف اشخاص کے مختلف ہے اگا ہے چھوٹی عمر کے
آدمی کو اللہ تعالے ایسا فہیم کر دیتا ہے کہ بڑی عمر والا اسکے مقابل میں کچھ نہیں
ہوتا) اور ابن خلاد رامہرمزی کہتے ہیں جب چالیس برس کی عمر والے شخص پر
عیب نہ پکڑا جاوے یعنی نیک ہووے تو وہ شخص پچاس برس کی عمر میں حدیث
روایت کرے۔ اور ابن خلاد پر اس قول میں اُن لوگوں کی نظر سے اعتراض کیا گیا
ہے جنھوں نے پچاس برس کی عمر سے پہلے حدیث پڑھانی شروع کر دی تھی
جیسے کہ امام مالک اور امام شافعی ہیں رحمہما اللہ تعالےٰ۔

صِفَّةُ كِتَابَةُ الْحَدِيْثِ

(و) مِنَ الْمُهِمِّ مَعْرِفَةُ (صِفَّةُ كِتَابَةُ الْحَدِيْثِ) وَهُوَ اَنْ يَكْتُبَهُ مُبَيِّنًا مُفَسَّرًا فَيَشْكُلَ الْمُشْكِلَ مِنْهُ اَوْ يَنْقُطَهُ وَيَكْتُبُ السَّاقِطَ فِي الْحَاشِيَةِ الْيُمْنٰى مَادَامَ فِي السَّطْرِ بَقِيَّةٌ وَاِلَّا فَفِي الْيُسْرٰى۔

حدیث لکھنے کی صفت میں

حدیث کا لکھنا اور اُسکے لکھنے کا طریق دریافت کرنا بھی ضروری ہے لزمانہ

یا کسی دوسرے ثقہ شخص سے یا خود ہی تہوڑا تہوڑا اصل کو سامنے رکھکر مقابلہ کرنا بھی ضروری ہے اعرض مقابلہ کرنا ہے حدیث کے اصلی نسخہ سے یا مقابل بہ مع الشیخ سے بکیفیت مذکورہ) اور حدیث کو سننے کی یہ کیفیت ہے کہ حدیث سنتے وقت سماع کی مخل اشیاء سے جیسے کہ لکھنا[1]۔ کلام کرنا۔ اونگنا ہے مشغول ہووے اور غیر کو حدیث سنانے کی بھی یہی صفت ہے کہ سنانے کے وقت مخل چیزوں سے استاذ مشغول نہ ہووے۔ اور استاذ اپنے شیخ کے اصلی نسخہ سے جس میں سے خود اس نے سنا ہے اسے سے سناوے۔ اور اگر اصل صحیح نسخہ یا فرع مقابل شدہ دستیاب ہوسکے۔ اور فرع ناقص عن الاصل سے سنانا پڑے تو اس نقص کا جبیرہ اجازت سے کردیوے۔ طالب العلموں کو یوں کہدیوے کہ فلاں کتاب جو میںنے تمکو سنائی ہے اس کی بتمامہ میں تمکو اجازت دیتا ہوں تاکہ اصل نسخہ سے جو مخالفت ہوئی ہو اس کا جبیرہ ہو جاوے۔

اَلرِّحْلَةُ فِي الْحَدِيْثِ

(وَ) صِفَةُ (الرِّحْلَةِ فِيْهِ) حَيْثُ يَبْتَدِئُ بِحَدِيْثِ أَهْلِ بَلَدِهٖ فَيَسْتَوْعِبُهٗ ثُمَّ يَرْحَلُ فَيُحَصِّلُ فِي الرِّحْلَةِ مَا لَيْسَ عِنْدَهٗ وَيَكُوْنُ اِعْتِنَائُهٗ بِتَكْثِيْرِ الْمَسْمُوْعِ اَكْثَرَ مِنْ اِعْتِنَائِهٖ بِتَكْثِيْرِ الشُّيُوْخِ)

---

[1] لکھنا اگر سماع میں مخل ہو تو جائز ہے چنانچہ عراقی نے دارقطنی کا قصہ اسکے متعلق یوں ذکر کیا ہے کہ حافظ دارقطنی اسمعیل صفار کی مجلس میں حدیث سنانے کے وقت حاضر ہوئے باقی لوگ تو قرات حدیث کی سماعت کرنے لگے اور آپ نے ایک کتاب اپنے پاس سے نکالکر لکھنی شروع کی اسپر بعض حاضرین نے کہا آپکا سماع صحیح نہیں۔ اسواسطے کہ آپ لکھنے میں مشغول ہیں آپنے اسکو یہ جوابدیا کہ میری توجہ سننے میں تمہاری توجہ کے برخلاف ہے۔ پہر معترض کو فرمایا تمہیں معلوم ہے شیخ اسوقت تک کے حدیثیں روایت کرچکے ہیں۔ کہا مجھے تو تعداد معلوم نہیں فرمایا اٹھارہ حدیثیں اب تک شیخ روایت کرچکے ہیں انمیں پہلی حدیث فلان عن فلاں الخ اور دوسری فلاں عن فلاں اور تیسری فلاں عن فلاں آخر تک سب حدیثوں کی سندیں اور متون پڑھ سنائے۔ اور یہ کیفیت دیکھکر لوگ آپکے حافظہ سے تعجب میں آئے۔

حدیث کی تحصیل میں سفر کرنیکا بیان

اور حدیث کی تحصیل اس طرح کرنی چاہئے کہ اول تو اپنے شہر کے علماؤں سے جسقدر انکے پاس حدیث ہے بتامہ سب حاصل کرلیوے۔ پھر دوسرے شہروں میں جاکر وہ حدیثیں جو اپنے شہر کے علماؤں کے پاس نہ تھیں اُن کو حاصل کرے۔ امام بخاری نے روایت کی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ حضرت عبداللہ بن انس کے پاس ایک حدیث کے واسطے ایک مہینہ کا سفر طے کرکے گئے تھے۔) اور طالب حدیث کو چاہیئے کہ اپنے سفر میں بہت اُستاذ بنانے کی نسبت احادیث کے متون و اسانید کی کثرت کے سماع میں زیادہ سعی کرے۔

اَلتَّصْنِیْفُ فِی الْحَدِیْث

(وَ) صِفَةُ (تَصْنِیْفِہٖ) وَذٰلِکَ (اِمَّا عَلَی الْمَسَانِیْدِ) بِاَنْ یَّجْمَعَ مُسْنَدَ کُلِّ صَحَابِیٍّ عَلٰی حِدَةٍ۔ فَاِنْ شَاءَ رَتَّبَہٗ عَلٰی سَوَابِقِھِمْ وَاِنْ شَاءَ رَتَّبَہٗ عَلٰی حُرُوْفِ الْمُعْجَمِ وَھُوَ اَسْھَلُ تَنَاوُلًا (اَوْ) تَصْنِیْفُہٗ (عَلَی الْاَبْوَابِ الْفِقْھِیَّةِ) اَوْ غَیْرِھَا بِاَنْ یَّجْمَعَ فِیْ کُلِّ بَابٍ مَا وَرَدَ فِیْہِ مِمَّا یَدُلُّ عَلٰی حُکْمِہٖ اِثْبَاتًا اَوْ نَفْیًا۔ وَالْاَوْلٰی اَنْ یَّقْتَصِرَ عَلٰی مَا صَحَّ اَوْ حَسُنَ فَاِنْ جَمَعَ الْجَمِیْعَ فَلْیُبَیِّنْ عِلَّةَ الضَّعِیْفِ (اَوْ) تَصْنِیْفُہٗ (عَلَی الْعِلَلِ) فَیَذْکُرُ الْمَتْنَ وَطُرُقَہٗ وَبَیَانَ اِخْتِلَافِ نَقَلَتِہٖ وَالْاَحْسَنُ اَنْ یُّرَتِّبَھَا عَلَی الْاَبْوَابِ لِیَسْھُلَ تَنَاوُلُھَا (اَوْ) یَجْمَعَہٗ (عَلَی الْاَطْرَافِ) فَیَذْکُرُ طَرَفَ الْحَدِیْثِ الدَّالِّ عَلٰی بَقِیَّتِہٖ۔ وَ یَجْمَعُ اَسَانِیْدَہٗ اِمَّا مُسْتَوْعِبًا اَوْ مُقَیَّدًا بِکُتُبٍ مَّخْصُوْصَةٍ۔)

حدیث میں تصنیف کرنیکی کیفیت

اور حدیث کے تصنیف کرنے کی صفت معلوم کرنی بھی ضروری ہے۔ اور تصنیف
حدیث کئے طریقوں پر ہے۔ ایک طریق تو یہ ہے کہ احادیث کو مسانید پر جمع کرے
بایں کیفیت کہ ہر ایک صحابی کی احادیث مرویہ کو علیحدہ علیحدہ مسند میں جمع کرے
پھر اُن مسانید کی ترتیب کو اگر مصنف چاہے تو سابقین میں سے شروع کرے
(مثلاً خلفا اربعہ کی حدیثیں ترتیب وار خلافت کے طور پر لکھے اُنکے بعد عشرہ مبشرہ
کی جیسے کہ امام احمد حنبل نے اپنی مسند میں لکھا ہے) اور اگر مصنف چاہے تو
حروف معجمہ پر مسانید کو مرتب کرے ہمزہ سے شروع کرے اولاً حضرت انس
کی مسند لکھے پھر حضرت بلال کی اسیطرح لکھتے لکھتے حرف یاء پر ختم کرے جیساکہ
طبرانی نے معجم کبیر میں یہ طریق اختیار کیا ہے) اور حروف معجمہ پر مرتب کرنا
حدیث کا حدیث کے تلاش کرنے میں زیادہ سہولت رکھتا ہے۔ اور اگر مصنف
چاہے تو ابواب فقہ پر حدیث کو تصنیف کرے۔ یا طرق مذکورہ کے سوا کسی
اور طریق پر تصنیف کرے (جیسے کہ ابواب مغازی اور ابواب فضائل ہیں) اور
مصنف حدیث کو چاہیے کہ ہر ایک باب میں جو کچھ حدیثیں اُس کو اس باب میں
یاد ہوں۔ اور جس جس حکم پر اثباتاً و نفیاً دلالت کرتی ہوں اُن سبکو وہاں ہی
جمع کردیوے۔ اور بہتر یہ ہے کہ مصنف حدیث صحیح اور حسن ہے حدیثوں پر اکتفا
کرے۔ اور اگر صحیح و حسن کے سوائے اور قسم کی ضعیف حدیثیں بھی لکھے تو
اُسپر سبب ضعف حدیث کا بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ کہ آیا انقطاع کی وجہ سے
ضعیف ہے یا سوء الحفظ کی وجہ سے۔ اور اگر مصنف چاہے تو حدیث کو علل
پر تصنیف کرے۔ اور وہ علل پر تصنیف کرنا اس طرح ہے کہ حدیث کا متن اور
سندیں بیان کرکے پھر حدیث کے راویوں کا اختلاف حدیث کے وصل ارسال۔

رفع ۔ وقف میں بھی بیان کردیوے ۔ تاکہ متصل کا ارسال اور مرفوع کا وقف ظاہر ہو جاوے اور علل پر تصنیف کرنے والے کو بھی زیادہ مناسب یہی طریق ہے کہ علل کو ابواب فقہ پر مرتب کرے ۔ تاکہ استخراج احادیث کا آسان ہو جاوے اور ابواب فقہ پر مرتب کرنا اس طرح ہے کہ احادیث معللہ کے متن متعلقہ بالصلوٰۃ مع الاسناد بیان کرکے پھر زکوٰۃ سے تعلق رکھنے والے متن کو مع اسناد ذکر کرے) اور اگر مصنف چاہے تو حدیث کو اطراف پر جمع کرے ۔ اور اطراف پر جمع کرنا اس طرح ہے کہ حدیث کا وہ حصہ جو باقیماندہ پر دلالت کرتا ہے لکھدیوے اور اس متن کی سب سندیں وہاں لکھدیوے ۔ یا کسی خاص کتاب سے اس کی سندیں (مثلاً فقط بخاری ہی سے) وہاں جمع کردیوے ۔

سَبَبُ الحَدِيثِ

(وَ) مِنَ الْمُهِمِّ (مَعْرِفَةُ سَبَبِ الْحَدِيثِ وَقَدْ صَنَّفَ فِيهِ بَعْضُ شُيُوخِ الْقَاضِي أَبِي يَعْلَى ابْنِ الْفَرَّاءِ) الْحَنْبَلِيِّ وَهُوَ أَبُو حَفْصٍ الْعُكْبَرِيُّ ۔ وَقَدْ ذَكَرَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّيْنِ بْنُ دَقِيقِ الْعِيدِ أَنَّ بَعْضَ أَهْلِ عَصْرِهِ شَرَعَ فِي جَمْعِ ذٰلِكَ وَكَأَنَّهُ مَا رَأَى تَصْنِيفَ الْعُكْبَرِيِّ الْمَذْكُورِ (وَصَنَّفُوا فِي غَالِبِ هٰذِهِ الْأَنْوَاعِ) عَلَى مَا أَشَرْنَا إِلَيْهِ (غَالِبًا وَهِيَ) أَيْ هٰذِهِ الْأَنْوَاعُ الْمَذْكُورَةُ فِي هٰذِهِ الْخَاتِمَةِ (نَقْلٌ مَحْضٌ ظَاهِرَةُ

ـــــــــــــــــــــــ

لے ابو البقاء عبداللہ ابن الحسین بن عبداللہ العکبری منسوب ہیں بطرف عکبر کے جو بغداد سے دس فرسخ پر دجلہ کے کنارے ایک شہر ہے ۔ تفسیر و حدیث کے علاوہ علم فقہ ۔ علم فرائض علم نحو ۔ علم ادب ۔ علم حساب میں بھی آپکو کامل دستگاہ تھی آپکی تصانیف میں سے کتاب اعراب القرآن دو جلدوں میں اعراب الحدیث کتاب اللباب ۔ علم نحو میں اور دیوان متنبی و ایضاح ابو علی فارسی کی کتاب پر شرح ہے ۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سی کتابیں آپ کی تصنیف ہیں ۔

التعریف مستغنیة عن التمثیل، وحصرها متعسر
فلیراجع لها مبسوطاتها) لیحصل الوقوف علی حقائقها
(والله الموفق والهادی للحق لا اله الا هو علیه توکلت
والیه انیب) وحسبنا الله ونعم الوکیل ولا حول ولا قوة
الا بالله العلی العظیم ۵

وصلی الله علی سیدنا محمد وآله وصحبه وسلم
تسلیما کثیرا کثیرا ۵ والحمد لله رب العالمین ۵

حدیث کا سبب دریافت کرنے میں

اور حدیث کا سبب دریافت کرنا کہ کس امر کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے وہ حدیث ارشاد فرمائی ہے، بہی ضروری امر ہے (فائدہ اس نوع کی معرفت کا یہ
فائدہ ہے کہ گاہے کوئی حکم کسی خاص سبب سے مخصوص ہوتا ہے اُس کا پتہ
اس کی معرفت سے لگ جاتا ہے)، اس نوع میں قاضی ابو یعلی بن فرا الحنبلی کے
بعض مشائخ یعنی ابو حفص عکبری المتوفی ۳۸۷ھ نے تصنیف کی ہے۔ اور شیخ
تقی الدین بن دقیق العید ذکر کرتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے بعض علماء نے بھی
سبب الحدیث میں تصنیف کرنی شروع کی ہوئی ہے۔ شاید عکبری مذکور کی
تصنیف ان کی نظر سے نہیں گذری (ممکن ہے کہ دیکھی ہو مگر مزید مسائل کے جمع
کرنے کے واسطے تصنیف کرنی شروع کر دی ہو) اور اس کتاب میں جتنے انواع
ذکر ہوئے ہیں۔ اور جنکی طرف میں نے اشارہ کیا ہے انمیں سے اکثر انواع میں علماء
نے مستقلاً ہر ایک نوع کی بابت کتابیں لکھی ہیں۔ اور جو خاتمہ میں انواع ذکر

کہ سنہ ۸۱ ہجری میں شیخ ابن حجر رحمہ اللہ تعالے شرح نخبۃ کی تالیف
سے فارغ ہوئے ہیں - انتہے -

میری یہ کتاب استجلاء البصر - ۶ شعبان المعظم
سنہ ۱۳۲۲ ہجری کو ختم ہوئی ہے - اس حساب سے ان
دونوں کتابوں متن اور شرح میں پانچسو چار سال کا فیصلہ ہوتا ہے
اللہ تعالے اپنے فضل وکرم سے اسکو بھی مقبول
فرماکر اپنے بندوں کو اس سے ہدایت
کرے -

آمین

والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علے
رسولہ محمد والہ وصحبہ حملۃ اقوالہ وحفظۃ
احوالہ الی یوم الدین

فقط

ابو محمد عبد العزیز عثمانی عفا اللہ عنہ